ایک اسلامی تاریخی ناول

فتح بیت المقدس

صادق حسین صدیقی

پرویز بکڈپو
۲۲۴۔ مٹیا محل۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶



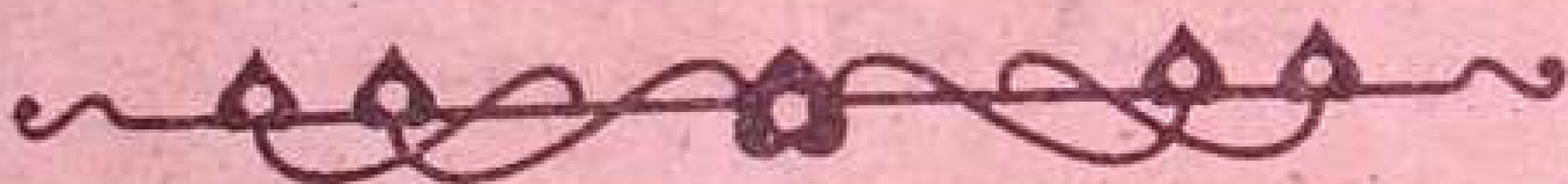
نام کتاب ــــــــــــــــــ فتح بیت المقدس

باہتمام ــــــــــــــــــ ارشد پرویز

سنِ اشاعت ــــــــــــــــــ ۱۹۹۴ء

مطبع ــــــــــــــــــ

قیمت ــــــــــــــــــ ۴۰/= روپے



ناشر

پرویز بکڈپو

۴۲۲۔ میٹیا محل ۔ جامع مسجد ۔ دہلی ۶



فہرست





پہلا باب

ڈاکو

چند سوار اس راستہ کو طے کر رہے ہیں جو شہر فلسطین سے اجبار کی گڈھی کی طرف جاتا ہے شام ہو چکی ہے۔ آفتاب جبلۂ مغرب کی طرف جھک گیا ہے۔ سفید دھوپ سنہری مائل ہو گئی ہے۔ ان سواروں میں چند رومی ہیں اور سب کے سب پورے ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔

چلتے چلتے ان میں سے ایک شخص نے جوان کا سردار معلوم ہوتا تھا کہا۔

"اس مہم کی کامیابی سے ہماری خوش بختی کے دروازے کھل جائیں گے۔ ذرا سی جرأت ذہانت ہمیں بام عروج پر پہنچا دے گی۔ اور اگر ہم نے کم ہمتی کی تو پھر دولت و ثروت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔"

ایک آدمی نے کہا "تم نے ٹھیک کہا عاصم! ہم اجبار والوں سے تو ڈرتے نہیں انھیں تو ضرور مغلوب کر لیں گے لیکن خوف یہ ہے کہ کہیں کعب کو خبر نہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں کو اطلاع نہ کر دے۔"

عاصم: "اول تو یہی ممکن نہیں کہ کعب کو ہمارے چھاپہ مارنے کی اطلاع ہو جائے اور اگر ایسا ہو بھی تو مسلمان فلسطین میں ہیں ان کے پاس جا کر مدد طلب کرنا اور ان کا مدد کے لیے آجانا مشکل ہے مربوس ایسے خطروں کے لیے دل میں جگہ نہ دو۔"

مربوس: "تم نے ذرا دیر کر دی ورنہ مسلمانوں کے فلسطین میں آنے سے پہلے ہی اجبار پر چھاپہ مارا جاتا تو اچھا تھا۔"

عاصم: "کیا تم بھول رہے ہو کہ چند مرتبہ اس سے پہلے چھاپہ مارنے کی کوشش کی گئی لیکن ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آگئی۔

مربوس: "مجھے یاد ہے دراصل غلطی یہ کی گئی کہ ان دو ورقوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی جو کعب کو اس کے باپ نے مرتے وقت دیئے تھے۔"

عاصم: "کیا تم نہیں جانتے کہ ان دو ورقوں ہی میں وہ راز ہے جس کی تلاش میں ہم سرگرداں ہیں۔"

مربوس: "میں خوب جانتا ہوں اور میں ہی کیا اس نواح کا بچہ بچہ اس بات سے واقف ہے لیکن مجھے یہ کہنا ہے کہ ان ورقوں کی لاحاصل سعی میں وقت گذار دیا۔ اگر ہم کعب کو گرفتار کر لیتے۔ اور اسے اپنے مسکن پر لے جا کر اس پر سختی کرتے تو وہ ان ورقوں کو ہمارے حوالہ کر دیتا۔"

عاصم: "وہ مر جاتا لیکن کبھی ہمیں وہ تحریر نہ دیتا۔ جس پر اس کے خاندان کے فنا اور بقا کا انحصار ہے۔"

مربوس: "زندگی ہر چیز سے عزیز ہوتی ہے۔ میں کئی ایسے لوگوں سے ان کے راز اگلوا چکا ہوں جو یہ تہیہ کر چکے تھے کہ مر جائیں گے مگر راز ظاہر نہ کریں گے۔

عاصم: "تم کعب کو نہیں جانتے اس پر کتنی بھی سختی کی جاتی لیکن وہ ہرگز تحریر ہمارے حوالے نہ کرتا۔"

مربوس: "خدا کرے آج وہ ہمارے پنجے میں پھنس جائے۔"

عاصم: "ضرور پھنس جائے گا ہمارے مخبر نے اطلاع دی ہے کہ آج رات کو وہ اس تحریر کو کھول کر دیکھے گا ہم عین اس وقت اچانک پہنچیں گے جب وہ اس تحریر کو دیکھ رہا ہو گا۔"

مربوس: "لیکن اس نے رات ہی کا وقت اس تحریر کو دیکھنے کے لیے کیوں مقرر کیا ہے؟"

عاصم: "اس کے باپ نے یہی وصیت کی تھی۔"

مربوس: "مخبر کون ہے۔"

عاصم: "اسے نہ پوچھو"

مرلوس : "کیا مجھ پر اعتبار نہیں ہے ؟"

عاصم : "اعتبار کی تو بات ہی۔ جب سے تم ہمارے گروہ میں داخل ہوئے ہو۔ میں نے سب سے زیادہ اعتبار تم پر ہی کیا ہے۔"

مرلوس : "میں نے کبھی دغا بھی نہیں دیا۔"

عاصم : "جانتے ہو ہمارے گروہ میں دغا بازی کا انجام کیا ہوتا ہے سب سے پہلے زبان کاٹ لی جاتی ہے۔"

یہ ڈاکوؤں کا گروہ تھا قتل و غارت گری ان کا پیشہ تھا۔ ان ڈاکوؤں میں کچھ وہ عرب شامل تھے جو ہمدان کے بادشاہ جبلہ بن ایہم غسانی کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے لیکن جب وہ حضرت عمرؓ کے خوف سے مرتد ہو کر بھاگا اور ایک شام میں آ کر ہرقل اعظم رومی شہنشاہ کی پناہ میں آیا تو اس کے ہمراہ وہ عرب بھی بھاگ آئے تھے جو اس کی طرح مرتد ہو گئے تھے مسلمان ان عربوں کو متنصرہ کہتے تھے۔

جبلہ کے مرتد ہو جانے کا یہ واقعہ ہوا کہ وہ مع اپنی قوم اور اپنے لشکر کے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ اتفاق سے حج کا زمانہ آ گیا وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کرنے گیا۔ طواف کرتے وقت قبیلہ فزاری کے ایک شخص کا پیر اس کی چادر کے پلّہ پر پڑ گیا جس سے اس کا جسم برہنہ ہو گیا اُسے غصہ آ گیا اس نے مسلمان کے منہ پر اس زور سے گھونسہ مارا اس کے صدمہ کی وجہ سے اس کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ اور ناک بھی مضروب ہو گئی۔ اس نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوئم کے حضور میں استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دہی کے لیے جبلہ کو طلب کیا جب اس سے پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ تو اس نے کہا۔ "اس نے میرے مرتبے کا خیال نہ رکھا۔ مجھے خانۂ کعبہ کے سامنے برہنہ کر دیا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا۔ "میں تم سے قصاص لوں گا۔"

جبلہ کو بڑا تعجب ہوا اس نے کہا۔ "تم ایک عام بازاری آدمی کا قصاص ایک بادشاہ سے لو گے؟"

حضرت عمرؓ نے کہا: "سختی ہو تجھ پر۔ اسلام میں مساوات ہے۔ بادشاہ اور بازاری آدمی برابر ہیں۔"

جبکہ نے مہلت مانگی مستغیث کی رضامندی سے اسے مہلت دے دی گئی۔ وہ رات کو اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر بھاگ نکلا۔ اور ملک شام میں آ گیا۔ یہاں اس کی جمعیت مختلف صوبوں اور شہروں میں آباد کر دی گئی۔

اس زمانہ میں ملک شام کئی صوبوں میں تھا۔ خصوصیت کے ساتھ چار صوبے تھے جو مشہور شہروں کے نام سے منسوب تھے۔ ایک فلسطین دوسرا حمص تیسرا دمشق اور چوتھا اردن۔ ان صوبوں کے گورنر نیم مختار تھے۔ ان کا شہنشاہ ہرقل اعظم تھا۔

ہرقل اعظم رومی شہنشاہ کا لقب تھا۔ اس زمانہ میں جو ہرقل اعظم تھا۔ اس کا نام فیلطس تھا اگرچہ فیلطس نیک تھا لیکن اس کے ماتحت بدقماش، حریص، اور عیاش تھے ان حکمرانوں کا اثر عام رومیوں پر بھی پڑا تھا۔ اور وہ دولت جمع کرنے کے لیے ڈکیتیاں کرنے لگے تھے عاصم اور مرلوس بھی ڈاکو تھے۔ ان کی جمعیت بھی کافی تھی۔ صوبۂ فلسطین کے لوگ ان سے ڈرتے تھے ایک زمانہ میں تو ان کی چیرہ دستیاں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ کسی بھلے آدمی کی بھی جان و مال اور ننگ و ناموس محفوظ نہ رہی تھی وہ جسے دولت مند دیکھتے اس کی دولت لوٹ لیتے جس کی عورت، بیوی یا بہن جو خوبصورت پاتے اسے زبردستی پکڑ لے جاتے لیکن جب سے مسلمانوں نے شہر فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت سے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ وہ مسلمانوں سے ڈرنے لگے تھے اور دیکھ بھال کر چھاپے مارتے تھے۔

مرلوس نے کہا: "مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں مخبر ہمیں پھنسوانا نہ چاہتا ہو۔ کعب نے مسلمانوں کو اپنی گڑھی میں بلا کر ہماری گرفتاری کے لیے جال نہ پھیلایا ہو۔ ان کمبخت مسلمانوں سے مجھے بڑا ہی خوف ہی معلوم ہوتا ہے۔

عاصم: ان سے میں بھی ڈرتا ہوں۔ سنا ہے مسلمانوں کی شریعت کا یہ قانون ہے کہ جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائے یعنی کسی اور مذہب کو اختیار کر لے اسے قتل کر

دیا جاتا ہے۔ ہم عرب مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے ہیں مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ اگر مسلمانوں نے ہمیں پکڑ لیا تو ضرور مار ڈالیں گے۔ ابھی تو مسلمان شہر فلسطین ہی میں ہیں لیکن وہ رفتہ رفتہ تمام صوبہ میں پھیلتے جاتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ کعب سے اس کے خزانہ کی کنجی یعنی وہ خفیہ تحریر جو اس کے باپ نے اسے مرتے وقت دی تھی حاصل کر کے اس کی دولت پر قبضہ کر لوں۔ پھر میں انطاکیہ یا بیت المقدس میں جا کر شریف آدمیوں کی طرح رہنے لگوں گا۔

مربوس: "ہمیں سب ہی کو شریف بننا پڑے گا۔ مسلمان چوروں اور ڈاکوؤں کے سخت دشمن ہیں:

عاصم: تم نے ٹھیک کہا۔ دیکھو ایک بات سے میں تمہیں سب سے پہلے ہی خبردار کئے دیتا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ کعب کی بہن عزنہ بڑی خوبصورت اور سادہ پیکر ہے وہ میری ہے کوئی اس پر دست درازی نہ کرے۔"

مربوس: "اس کے حسن و جمال کی تعریف تو میں نے بہت سنی ہے لیکن یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کعب اس کی بڑی حفاظت کرتا ہے اس کا ہاتھ آنا آسان نہیں ہے:"

عاصم: "میں ضرور اسے حاصل کروں گا:"

یہ لوگ گھوڑے اڑائے چلے جا رہے تھے۔ اس وقت دن چھپ گیا تھا رات ہو گئی تھی۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ جب انہیں احبار کی گڑھی نظر آئی تھی۔ انھوں نے گھوڑوں کی رفتار اس خیال سے دھیمی کر دی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر گڑھی والے چوکنے نہ ہو جائیں۔

احبار ایک چھوٹا سا قلعہ تھا جسے کعب کے باپ احبار نے تعمیر کیا تھا اس قلعہ میں خاصی آبادی تھی۔ رات کو اس کے پھاٹک بند ہو جاتے تھے۔ عاصم اور اس کے ساتھی جب اس قلعہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے دروازہ

بند پایا۔ عاصم نے ریشمی کمر بند نکال کر گھوڑے پر کھڑے ہو کر پھینکی کئی مر
کی جد و جہد کے بعد کمند کنگورہ میں پھنس گئی۔ اس نے زور سے کھینچ کر یہ
اطمینان کر لیا کہ وہ مضبوط ہو گئی ہے۔ کھل نہ سکے گی۔ اس نے اور اس کے
تمام ساتھیوں نے ڈھاٹے باندھے اور کمند کے ذریعے سے اوپر چڑھ
گئے۔

دوسرا باب

پری جمال غزنہ

یہ لوگ نہایت احتیاط سے پہنچ گئے۔ انھوں نے بڑی ہوشیاری سے ادھر ادھر جستجو کی کہ کوئی محافظ تو وہاں نہیں ہے۔ خوش قسمتی سے کوئی محافظ نہ تھا۔ وہ دروازہ کے قریب جاکر برج میں داخل ہوئے۔ برج بھی خالی تھا۔ اس برج میں زینہ تھا۔ ان لوگوں نے اپنے جوتوں پر کپڑے لپیٹ لئے تھے۔ تاکہ چلنے میں آواز نہ ہو اور ٹوہ لیتے ہوئے قدم قدم نیچے اترنے لگے۔ صحن میں پہنچ کر بھی انھیں کوئی آدمی نہ ملا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس مختصر قلعہ یا گڑھی کے چپہ چپہ سے واقف تھے۔ وہ کعب کے محل کی طرف بڑھے کعب مذہبا یہودی تھا۔ اس کا باپ احبار بھی یہودی تھا۔ اور اس کی بہن غزنہ بھی یہودن تھی۔

اس نواح کے لوگوں کو تعجب تھا کہ احبار کے پاس دولت کہاں سے آگئی۔ وہ ایک معمولی سوداگر تھا۔ فلسطین سے شام و عرب میں معمولی قسم کا سامان تجارت لے کر جایا کرتا تھا۔ دفعتاً اس نے تجارت چھوڑ دی۔ اور ایک خوش سواد قطعۂ زمین خرید کر اس میں یہ قلعہ بنایا۔ عام طور پر یہ مشہور تھا کہ وہ کہیں سے خزانہ پا گیا ہے۔ اس بات کی بھی شہرت تھی کہ اس نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو دو ورق دیئے ہیں اور یہ وصیت کی ہے کہ جب تک کوئی نئی بات ظہور میں نہ آئے مثلاً فلسطین و عرب میں کوئی انقلاب نہ ہو یا اس پر اور اس کے خاندان پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اس وقت ان ورقوں کو کھول کر نہ دیکھے۔ اس سے لوگوں نے یہ مطلب لیا تھا کہ ان ورقوں میں خزانہ کا ذکر ہے۔ یہ بات اس قدر شہرت پکڑ گئی کہ ڈاکوؤں تک کو خبر ہو گئی تھی۔

فلسطین اور شام دونوں میں انقلاب عظیم ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے ان ممالک پر

حملہ کر دیا تھا۔ صوبہ فلسطین کا صدر مقام یعنی شہر فلسطین اور ملک شام کے مشہور شہر اور قلعے آرکہ۔ حوران۔ تدمر۔ بصرہ۔ دمشق قنسرین اور بعلبک فتح ہو چکے تھے اور عیسائیوں کے قبلہ یعنی بیت المقدس پر یورش کی تیاری ہو رہی تھی۔ کعب نے آج کی شب ان ورقوں کو کھول کر پڑھنے کے لیے مقرر کی تھی۔ اور ڈاکوؤں کو بھی اس کی خبر ہو گئی تھی۔

ڈاکوؤں نے پہلے بھی چند مرتبہ ان ورقوں کو اڑا لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن کامیابی نہ ہوئی تھی۔ آج وہ اس لیے آئے تھے کہ ان ورقوں پر قبضہ کر لیں۔

عاصم اور مربوس دونوں اپنے ساتھیوں کو لے کر محل کے پاس پہنچے اور کمند ڈال کر اوپر پہنچ گئے انھوں نے بالاخانہ پر روشنی دیکھی۔ وہ سمجھ گئے کہ محل کے یا تو سب آدمی یا کچھ تھوڑے سے جاگ رہے ہیں۔ وہ خاموش ہو کر روشنی کی طرف دیکھنے لگے انھیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ عاصم نے مربوس سے کہا۔ "کہو کیا ارادہ ہے"؟

مربوس۔ "اس مہم کے سرغنہ تم ہو۔ جو حکم دو گے میں تعمیل کروں گا۔"

عاصم۔ "میرا خیال ہے کعب اس وقت ان ورقوں کو پڑھ رہا ہوگا۔ وہ ہوگا اور اس کی بہن ہوگی۔"

مربوس۔ مخبر نے بتایا تو یہی تھا کہ رات کو تنہائی میں وہ پڑھے گا لیکن ہے وہ اس وقت پڑھ رہا ہو اور اکیلا ہی ہو۔ یا بقول تمہارے اس کی بہن بھی اس کے پاس ہو۔"

عاصم۔ "چلو تو میں اور تم دونوں وہاں چلیں اور اس تحریر پر قبضہ کر لیں"۔

مربوس۔ "اور اگر کعب نے شور مچایا"۔

عاصم۔ "تو ہماری تلواریں اس کا قیمہ کر ڈالیں گی۔ لیکن سب لوگ یہ خیال رکھیں کہ عزنہ کو کوئی گزند نہ پہنچے"۔

مربوس۔ "اور اگر ان کے شور سے محل کے اور لوگ یا قلعہ کے باشندے بیدار ہو گئے"۔

عاصم۔ "بہادر اگر مگر کا خیال نہیں کیا کرتے خطروں میں پڑنے ہی سے عظمتیں ملا

کرتی ہیں۔"

مربوس۔ "چلو میں تیار ہوں"۔

عاصم نے خفیہ طور پر اپنے ہمراہیوں کو کچھ ہدایتیں کیں اور مربوس کو ساتھ لے کر نہایت آہستگی سے چلا۔

دونوں روشنی کے پاس پہنچ گئے۔ یہ روشنی ایک کمرہ میں سے آ رہی تھی کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ دونوں روشنی سے بچتے ہوئے چلے۔ لیکن چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی تھی۔ دودھیا چاندنی میں ہر چیز نہا رہی تھی۔ یہ دونوں آہستگی سے چل کر کمرہ کے دروازے سے جا لگے۔ ایک دروازے کے ایک بازو سے اور دوسرا دوسرے بازو سے لگ کر خاموش کھڑے ہو گئے۔

عاصم نے ہمت کر کے جھانک کر دیکھا۔ شمع کمرہ کے وسط میں ایک لمبی میز پر شمع دان میں رکھی ہوئی روشن ہو رہی تھی۔ دو کرسیاں سامنے پڑی تھیں۔ ان میں سے ایک کرسی پر کعب اور دوسری پر اس کی بہن عزرنہ بیٹھے تھے۔

کعب نوجوان تھا۔ جسیم تھا۔ خوبرو تھا۔ اس کے چہرہ سے شجاعت و جرأت کے آثار ظاہر تھے۔ اس نے ریشمی عربی لباس پہنا ہوا تھا۔ عزرنہ نہایت خوبصورت اور پری چہرہ تھی اس کا رنگ کھلتا ہوا گندمی تھا۔ عارض گلابی تھے۔ پیشانی چوڑی اور چاند کی طرح روشن تھی ناک ستواں تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی سیاہ اور نشیلی تھیں۔ ابرو گھرے سیاہ اور ہلالی تھے۔ چہرہ گول تھا لب نہایت موزوں اور کمان کی طرح تھے۔ دانت ہموار تھے۔ سفید آبدار موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں گہری چمک تھی جس سے اس کے ذہین ہونے کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ حوروں جیسی معصوم ہوتی تھی۔

کعب نے عزرنہ سے کہا۔ "نہ معلوم لوگ ان دو ورقوں کے چرانے اور چھینے کی کوشش میں کیوں ہیں"؟

عزرنہ نے کہا۔ "کہ عام طور پر سب کا یہ خیال ہے کہ ان دو ورقوں میں خزانہ کا پتہ ہے"۔

کعب۔ "خود میرا بھی خیال ہے کیونکہ ہمارے باپ کے پاس خزانہ تھا ضرور"۔

عزنہ:۔ "مجھے تعجب ہے، کہ تم نے آدھی رات کے بعد کا وقت ان ورقوں کے پڑھنے کا کیوں مقرر کیا؟"

کعب:۔ "اس لیے کہ اس وقت سب لوگ سوتے ہوں گے۔ میں اور تم دونوں خاموشی سے پڑھ کر واقف ہو جائیں گے کہ ان میں کیا لکھا ہے۔"

عزنہ:۔ "دن میں بھی یہ انتظام ہو سکتا تھا کہ ہمارے کمرے کے پاس کوئی نہ آتا۔ اور ہم تنہائی میں بیٹھ کر پڑھ لیتے۔"

کعب:۔ "تمھیں شاید یہ بات معلوم نہیں ہے کہ عاصم جو اس نواح کا مشہور ڈاکو ہے ان ورقوں کی تلاش میں ہے عجب نہیں کہ اس نے ہمارے ملازموں سے سازش کر رکھی ہو اور وہ سن گن پاکر اسے خبر کر دیں۔ اسی لیے میں نے رات کا وقت مقرر کیا ہے اس کے علاوہ مرتے وقت باپ نے بھی یہی وصیت کی تھی۔"

عزنہ:۔ "اگر عاصم آجائے تو"؟

کعب:۔ "میں جان دے دوں گا مگر ان ورقوں کو اس کے حوالے نہ کروں گا۔"

عزنہ:۔ "اچھا تو مجھے نیند آرہی ہے۔ اب ان ورقوں کو نکالیے۔"

کعب:۔ "میں ابھی نکالتا ہوں۔"

یہ کہہ کر کعب اٹھا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ کمرے کے قریب کوئی ہے تو نہیں، تیزی سے چل کر دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ عاصم اور مربوس کو چھپنے کا موقع نہ مل سکا۔ کعب نے انھیں دیکھ لیا اس نے کہا۔ "تم ...." ابھی اس نے فقرہ پورا نہ کیا تھا کہ مربوس نے تلوار کا دستہ اس کے سر پر مارا اور وہ بیہوش ہو کر گرا۔ عزنہ نے کعب کو گرتے ہوئے دیکھا وہ دوڑ کر دروازہ پر آئی۔ اپنے بھائی کو بیہوش دیکھ کر متعجب ہوئی۔ دفعتہً عاصم نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔

تیسرا باب

مداخلت

عاصم نے غزنہ کو زمین پر نہیں گرنے دیا۔ جھپٹ کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کے رخِ انور کو دیکھا اگرچہ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر اب بھی بلا کی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس کی زلفیں سینہ کے دونوں طرف دو سانپوں کی طرح پڑی تھیں۔ سینے کا ابھار غضب ڈھا رہا تھا۔

عاصم نے مربوس سے کہا۔ بڑا نازک موقعہ ہے کوئی خادم ادھر نہ آنکلے۔ غزنہ بیہوش ہو گئی ہے۔ عاصم کو یہ گوارا نہ تھا کہ غزنہ مربوس کو دے دے اور اسے بھی وہ پسند نہ کرتا تھا کہ مربوس کعب کی تلاشی لے کر ورقوں کو نکال لے۔ غزنہ کو تو رشک کی وجہ سے اسے نہ دے سکتا تھا۔ اور تلاشی لینے کے لیے اس لیے نہ کہتا تھا کہ کہیں وہ ورقوں کو غائب نہ کر دے۔

اس نے کمرے کے اندر بڑھ کر غزنہ کو میز پر لٹا دیا اور کعب کے پاس آکر جلدی جلدی اس کی تلاشی لی۔ اسے ایک چمڑے کا خریطہ ملا۔ وہ سمجھ گیا کہ جن ورقوں کی اسے تلاش ہے وہ اسی میں ہیں۔ اس نے جلدی سے خریطہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس وقت غزنہ کو ہوش آگیا اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں اور عاصم کو خریطہ نکالتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ اپنے بھائی کو بیہوش دیکھ کر تڑپ گئی۔ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ عاصم اس کے اُٹھنے کا کھٹکا سن کر جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوا وہ حسینہ کی طرف دیکھ کر کچھ کھو سا گیا۔ غزنہ نے جلدی سے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ عاصم نے اس کے پاس جا کر کہا: "اے غزنہ —— میں عاصم ڈاکو ہوں اگر تم شور کرو گی تو اسی میں تمہارا ہی نقصان ہے۔"

غزنہ نے مست آنکھوں سے اس وحشی کو دیکھ کر کہا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو"؟

عاصم: "کچھ نہیں" "مجھے اس خریطہ کی ضرورت تھی۔ جو میں نے تمہارے بھائی کے پاس

تیسرا باب

مداخلت

عاصم نے غزنہ کو زمین پر نہیں گرنے دیا جھپٹ کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کے رخ انور کو دیکھا اگرچہ اس کی آنکھیں بند تھیں مگر اب بھی بلا کی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس کی زلفیں سینہ کے دونوں طرف دو سانپوں کی طرح پڑی تھیں۔ سینے کا ابھار غضب ڈھا رہا تھا۔

عاصم نے مربوس سے کہا۔ بڑا نازک موقعہ ہے کوئی خادم ادھر نہ آنکلے۔ غزنہ بیہوش ہو گئی ہے۔ عاصم کو یہ گوارا نہ تھا کہ غزنہ مربوس کو دے دے اور اسے بھی وہ پسند نہ کرتا تھا کہ مربوس کعب کی تلاشی لے کر ورقوں کو نکال لے۔ غزنہ کو تو رشک کی وجہ سے اسے نہ دے سکتا تھا۔ اور تلاشی لینے کے لیے اس لیے نہ کہتا تھا کہ کہیں وہ ورقوں کو غائب نہ کر دے۔

اس نے کمرے کے اندر بڑھ کر غزنہ کو میز پر لٹا دیا اور کعب کے پاس آکر جلدی جلدی اس کی تلاشی لی۔ اسے ایک چمڑے کا خریطہ ملا۔ وہ سمجھ گیا کہ جن ورقوں کی اسے تلاش ہے وہ اسی میں ہیں۔ اس نے جلدی سے خریطہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس وقت غزنہ کو ہوش آگیا اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں اور عاصم کو خریطہ نکالتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ اپنے بھائی کو بیہوش دیکھ کر تڑپ گئی۔ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ عاصم اس کے اُٹھنے کا کھٹکا سن کر جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوا وہ حسینہ کی طرف دیکھ کر کچھ کھو سا گیا۔ غزنہ نے جلدی سے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ عاصم نے اس کے پاس جا کر کہا۔ "اے غزنہ —— میں عاصم ڈاکو ہوں اگر تم شور کرو گی تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔"

غزنہ نے مست آنکھوں سے اس وحشی کو دیکھ کر کہا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

عاصم: "کچھ نہیں" مجھے اس خریطہ کی ضرورت تھی۔ جو میں نے تمہارے بھائی کے پاس

سے ابھی حاصل کیا ہے۔"

غزنہ:" جانتے ہو اس خریطہ میں کیا ہے"؟

عاصم۔" جانتا ہوں اس میں وہ تحریر ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔"

غزنہ۔" تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اسی خریطہ میں وہ تحریر ہے جس کے تم متلاشی تھے۔"

عاصم۔" مجھے تمھارے ہی ایک آدمی نے بتایا تھا۔"

غزنہ۔" اور وہ ہلال تھا۔"

عاصم۔" ہاں"

غزنہ نے برہم ہو کر کہا۔" غدار و نمک حرام۔"

عاصم:" غزنہ، تمھیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

غزنہ۔" ایک وحشی درندے کے ساتھ۔"

عاصم۔" میں واقعی وحشی درندہ ہوں لیکن تمھاری ہم نشینی مجھے انسان بنا دے گی۔"

غزنہ:" میں کبھی تمھارے ساتھ نہ جاؤں گی تمھیں جس چیز کی تلاش تھی وہ تمھیں مل گئی اب یہاں سے چلے جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک تم گڑھی سے باہر نہ نکل جاؤ گے میں شور نہ کروں گی۔"

عاصم۔" لیکن میں تمھیں ساتھ لیے بغیر نہیں جا سکتا۔"

غزنہ:" تب تم ضرور گرفتار ہو جاؤ گے۔ اس وقت اس قلعہ میں ہمارے تمام آدمی موجود ہیں اور وہ میرا شور سنتے ہی دوڑ پڑیں گے۔"

عاصم:" سنو غزنہ، اس وقت تم میرے قابو میں ہو۔ شور کرنے سے کچھ نہ ہو گا اول تو میں تمھیں شور ہی نہ کرنے دوں گا اور اگر تم نے شور کیا بھی تو گڑھی میں خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ میرے ساتھ بھی کافی جمعیت ہے۔"

یہ عاصم نے غلط کہا تھا محض غزنہ کو مرعوب کرنے کے لیے۔ اس کے ساتھ کچھ زیادہ جمعیت نہیں تھی۔ اجبار کی گڑھی میں ڈھائی سو سوار تھے۔ اگر وہ سوار چڑھ دوڑتے تو عاصم اور اس کے ساتھیوں کا پتہ بھی نہ چلتا۔

غزنہ نے کہا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو"؟

عاصم۔ "میں تمہیں چاہتا ہوں غزنہ! میں نے تمہارے حسن و جمال کی تعریف سنی تھی۔ میرے دل میں تمہاری محبت پیدا ہو گئی تھی۔ آج دیکھا ہے۔ اب محبت میری رگ رگ میں سما گئی ہے۔ میں نے نہایت حسین و جمیل رومی، و عربی لڑکیاں دیکھی ہیں۔ مسیح کی قسم تم ان سب سے زیادہ ماہرو ہو۔"

غزنہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے غصہ آ گیا۔ اس نے کہا۔ تم جانور ہو ایک عربی لڑکی کی توہین کر رہے ہو!"

اس وقت مرغ نے بانگ دی۔ مربوس نے عاصم سے کہا۔ "سن رہے ہو۔ صبح ہو گئی ہے مرغ بانگ دے رہا ہے کہیں گڑھی والے بیدار نہ ہو جائیں۔"

عاصم۔ "تم نے سچ کہا میں نے فضول ہی باتوں میں اتنا وقت خراب کیا۔ غزنہ آسانی سے جانے والی نہیں۔"

مربوس۔ غزنہ کو چھوڑ دو۔ اس وقت اسے لے جانا ٹھیک نہیں ہے۔ ہم خطرہ میں پڑ جائیں گے۔"

مربوس بھی غزنہ پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے عاصم لے جائے وہ اس فکر میں تھا کہ اس وقت عاصم غزنہ کو یہیں چھوڑ دے اور وہ پھر کسی وقت اس پیکرِ حسن و ناز کو اڑا لے جائے۔

عاصم نے کہا۔ "میں خطرے سے نہیں گھبرایا کرتا۔ غزنہ کو ضرور لے چلوں گا۔"

مربوس اور عاصم سے یہ باتیں اس آہستگی سے ہوئیں کہ غزنہ انھیں اچھی طرح نہ سن سکی۔ عاصم نے غزنہ کو دیکھا۔ وہ کچھ کھٹک گئی۔ جلدی سے مینز سے نیچے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ عاصم نے اس سے کہا۔ "دیکھو غزنہ تم کوئی اقدام ایسا نہ کرنا جس سے مجھے زبردستی کرنی پڑے اور تمہیں بعد کو افسوس ہو۔"

غزنہ۔ "اگر تم کوئی نامناسب حرکت نہ کرو تو میں بھی کچھ نہ کہوں گی۔ تم نے وہ خریطہ حاصل کر لیا جس میں ہمارا خاندانی راز ہے۔ یا یہ کہو کہ جسے ہمارے باپ نے

مرتے وقت ہمیں دیا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ اس تحریر میں کیا ہے میں اس کی واپسی کا مطالبہ بھی تم سے نہیں کرتی تم شوق سے لے جاؤ۔ لیکن اب کوئی ایسی وحشیانہ حرکت نہ کرو جس سے میرے دل میں نفرت وغصہ کا طوفان اُمنڈ آئے۔"

عاصم:"افسوس ہے اب میں باتوں میں وقت نہیں ضائع کر سکتا۔ اچھا تو یہی تھا کہ تم خوشی سے چلتیں۔"

غزنہ نے لپک کر ایک پیش قبض اُٹھا لیا۔ یہ پیش قبض شمع کے پاس میان میں رکھا ہوا تھا۔ اُس نے پھرتی سے پیش قبض نکال لیا اور کہا۔"خبردار میری طرف نہ بڑھنا۔"

مربوس نے کہا۔"بھاگو عاصم۔"

عاصم نے کہا۔"اپنی شہرت و ناموری پر بزدلی کا داغ لگاؤں۔ ہرگز نہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ تلوار نکال کر غزنہ کی طرف جھپٹا۔ غزنہ نے حربہ کی طرح پیش قبض اُس کی طرف پھینکا۔ وہ پینترا بدل کر بچا۔ غزنہ نے اس کے سینہ کو نشانہ بنایا تھا اس کا سینہ تو بچ گیا۔ مگر بایاں بازو زخمی ہو گیا۔ لیکن اس نے اس خفیف زخم کی پرواہ نہیں کی۔ دوڑ کر غزنہ کے پاس پہنچا۔ اور اس غنچہ دہن کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے اُٹھانا چاہا اسی وقت کسی نے مردانہ تیز اور کرخت لہجہ میں کہا۔"خبردار یہ کیا پاجی پن ہے۔"

عاصم مربوس اور غزنہ نے بیک وقت آنکھیں اُٹھا کر دیکھا۔ انھیں ایک عربی جوان دروازہ میں کھڑا نظر آیا۔

چوتھا باب

جہال کی جرأت

مرلوس جو نہیں چاہتا تھا کہ عاصم ماہ پیکر غزنہ کو اپنے ساتھ لے جائے عاصم سے کہنے لگا۔

"خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ غزنہ کو چھوڑ دو اور بھاگ چلو۔"

عاصم نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ "بزدلی نہ کرو۔ یہ عربی جوان کوئی غیر نہیں ہے جہال ہے۔"

مرلوس۔ "مگر اس کے تیور دیکھ رہے ہو۔"

عاصم۔ "غزنہ کو دکھانے کے لیے اسے ایسا ہی بننا چاہیئے۔"

مرلوس۔ "مگر اس کی آنکھوں میں مَیں رقابت کی جھلک دیکھ رہا ہوں۔"

عاصم۔ "یہ تمہارا خیال غلط ہے۔"

یہ جوان عرب جو دروازہ میں آکر کھڑا ہو گیا تھا جہال ہی تھا۔ اس نے عاصم سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ کیا دست درازی ہے؟"

عاصم۔ "کچھ نہیں جہال۔ ہم کامیاب ہو گئے۔ تمہارے مشکور ہیں تمہارا بقیہ انعام تمہیں ابھی مل جائے گا۔"

جہال۔ کیا تم غزنہ کو لے جانا چاہتے ہو؟"

عاصم۔ "ہاں۔"

جہال کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا اس نے کہا تم کس طرح ایسا کر سکتے ہو؟

عاصم۔ "لو۔ یہ تھیلی لو۔ یہ تمہارا منہ بند کر دے گی۔"

عاصم نے ایک تھیلی جس میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں جہال کی طرف بڑھائی جہال نے تھیلی لے لی۔ غزنہ حسین نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اس نے ذرا تیز لہجہ

میں کہا "نمک حرام" جہال نے اسے دیکھا وہ کچھ شرمندہ ہو گیا۔ عاصم نے اُس سے کہا۔
جہاں دروازہ چھوڑ دو"
جہاںؔ۔ "چھوڑ دوں گا مگر اس وقت جب تم عزنہ کو نہ لے جانے کا وعدہ کرو"
عاصم "کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ عزنہ کے ساتھ تم بھی میرے ہمراہ چلو"
جہال۔ "نہیں"
عاصم۔ "لیکن اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہ ہو گا۔ یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ سازش میں شریک تھے۔ اگر یہاں رہو گے تو تمہیں نقصان پہنچ جائے گا"
جہال۔ "میرا خیال نہ کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے کیوں نمک حرامی کی میں سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں"
عاصم۔ "خیر تم یہاں رہنا چاہتے ہو تو یہیں رہو جب تمہیں مدد کی ضرورت ہو اطلاع دینا میں تمہاری مدد کروں گا"
جہاںؔ۔ "سنو عاصم! میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم اس گھر کو تباہ کر دو گے۔ میرے آقا کو مار ڈالو گے۔ اور ...."
عاصم "اندیشہ نہ کرو۔ تمہارا آقا مرا نہیں ہے۔ صرف بیہوش ہو گیا ہے"
جہال "تم نہیں جانتے ہو کہ اگر عزنہ یہاں نہ رہی اور میرے آقا کو ہوش بھی آیا تو وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ انھیں عزنہ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ تم نے وہ تحریر لے لی ہے۔ جس میں خاندان اجبار کا راز ہے اس تحریر کے چلے جانے کا انھیں کچھ زیادہ ملال نہ ہو گا۔ مگر عزنہ چلی گئی تو دنیا ان کی آنکھوں میں اندھیر ہو جائے گی۔"
عاصم "کیا تم نہ جانتے تھے کہ میں ڈاکو ہوں میرا پیشہ ہی تباہی اور تاراجی ہے"
جہال: "لیکن تم نے یہ اقرار کیا تھا کہ تم صرف تحریر کے تلاشی ہو"
عاصم "میں نے یہ سچ کہا تھا"
جہال۔ "اب تم عزنہ کو بھی لے جانا چاہتے ہو"

عاصم۔ "میں نے غزنہ کے حسن کی تعریف سنی تھی۔ اب دیکھا تو یہ بے مثل حسینہ ہے۔ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ میں اسے بھی لے جانا چاہتا ہوں۔"

جہال۔ "میں نے سنا ہے ڈاکوؤں کا بھی ایک اصول ہوتا ہے وہ کسی کے ناموس پر ڈاکہ نہیں ڈالا کرتے۔"

عاصم۔ "میں اور میرے ساتھی اس پر سختی سے کاربند ہیں۔"

جہال۔ تب تم اس اصول کی پابندی کرو اور غزنہ پر دست درازی نہ کرو۔"

عاصم۔ "میں غزنہ کو اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں۔"

جہال۔ "کیا غزنہ رضامند ہے۔"

عاصم۔ "یہ اس وقت ڈری ہوئی ہے جب اس کا ڈر دور ہو جائے گا۔ تو یہ س انتخاب سے خوش ہو گی۔"

جہال۔ مناسب یہ ہے کہ اسے چھوڑ دو۔ اور جب یہ رضامند ہو جائے تب ے جاؤ۔"

عاصم۔ "میں اس کا انتظار نہیں کر سکتا۔"

جہال۔ عاصم! کان کھول کر سن لو۔ تم غزنہ کو اس کی رضامندی کے بغیر یہاں سے نہیں لے جا سکتے۔"

مربوس نے عاصم سے کہا۔ "میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت غزنہ کو لے جانا مناسب نہیں ہے۔"

عاصم۔ "تعجب ہے تم کیسی بزدلی کی باتیں کر رہے ہو۔"

مربوس۔ "جہال کے آنے سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ گڑھی والے جاگ گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ کافی جمعیت نہیں ہے۔ اگر انھوں نے حملہ کر دیا تو......"

عاصم۔ "میں ان میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

جہال۔ "اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو جس خاموشی سے آئے ہو اسی خاموشی سے واپس چلے جاؤ۔"

عاصم۔ "جانتے ہو شیر کو چھیڑنے سے کیا ہوتا ہے جہال۔"

جہال۔ جانتا ہوں یا تو شیر مارا جاتا ہے یا شیر کو چھیڑنے والا ہلاک ہو جاتا ہے۔"

عاصم۔ "شیر شاذ ہی مارا جاتا ہے۔ اکثر شیر کو چھیڑنے والا ہی ہلاک ہو جاتا ہے میں تمھیں تنبیہ کرتا ہوں کہ میری مخالفت کر کے اپنی موت کو دعوت نہ دو۔"

جہال۔ "تم اس وقت چوہے دان میں بند ہو۔ اگر مجھ سے دو دن کی لوگے تو کتے کی موت مارے جاؤ گے۔"

عاصم کو غصہ آگیا اور غزنہ کو چھوڑ کر تلوار لے کر جھپٹا۔ جہال کے پاس بھی تلوار تھی۔ اس نے بھی نکال لی۔ عاصم نے اس پر تلوار کا ہاتھ مارا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تلوار دروازہ پر پڑ کر اچٹ گئی۔ عاصم کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کمرے سے باہر نکلنے کے لیے جست کی جہال نے تلوار ماری۔ وہ ڈر کر اندر ہو گیا۔

جہال نے کہا۔ "اس وقت تم میرے بس میں ہو ہتھیار ڈال دو۔ ورنہ سمجھ لو کہ تمھارے سر پر موت گھور رہی ہے۔"

مربوس نے عاصم سے کہا۔ "تم نے دیکھا۔ جس جہال کو تم اپنا سمجھ رہے تھے وہ غیر ہو گیا یہ سب حسن کی کار فرمائی ہے۔"

عاصم فکر نہ کرو۔ اُس نے زور سے ایسی خوفناک آواز نکالی جیسے کوئی درندہ جانور بول رہا ہو اور جہال سے کہا۔ یہ میری آخری مرتبہ تنبیہ ہے کہ تم راستہ چھوڑ دو۔"

جہال نے کہا۔ "اور یہ میری آخری مرتبہ ہدایت ہے کہ تم غزنہ کو چھوڑ کر چپ چاپ نکل جاؤ۔"

اس وقت جہال نے اپنی پشت پر قدموں کی چاپ سنی اس نے پلٹ کر دیکھا کئی آدمی تلواریں لیے اس کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ آنے والے عاصم کے ساتھی ڈاکو ہیں۔ اس نے چلانا شروع کیا۔ "ڈاکو آ گئے۔ ڈاکو آ گئے۔"

عاصم نے جلدی سے کہا۔ "اس بدبخت کا خاتمہ کر دو۔"

کئی ڈاکوؤں نے جھپٹ کر جہال پر حملہ کیا جہال نے ان کے وار روک کر خود بھی

حملہ کر دیا۔ اُس نے ایک ڈاکو کو مار ڈالا۔ دوسرے کو زخمی کر دیا۔ اور تیسرے پر حملہ کر رہا تھا کہ عاصم نے کمرہ سے نکل کر اس کی پشت پر حملہ کیا۔ تلوار شانہ پر کاری پڑی گہرا زخم آیا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ تیورا کھا کر گرا اور خون ابل پڑا۔

عاصم دوڑ کر کمرے میں آیا اور عزرہ کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے ہاتھوں پر اٹھا کر چل پڑا۔ مرلوس اور اس کے دو ساتھی اس کے ہمراہ ہوئے۔

پانچواں باب

مجروحوں کی جراحت

مہاں کی آواز بعض لوگوں کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اور وہ محل کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ عاصم نے ان کے قدموں کی آوازیں سنیں۔ اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ "جاگ ہو گئی ہے تیزی سے نکل چلو"۔

اگرچہ عاصم عزہ کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے تھا لیکن اس جسم تن میں بوجھ ہی کیا تھا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے اسے لیے ہوئے دوڑا۔ اور جس راستے سے وہ آئے تھے اسی سے اترنے لگے۔ سب سے آخر میں مربوس اتر رہا تھا کہ کچھ لوگ وہاں آ گئے۔ انھوں نے اسے کمند کے ذریعہ سے نیچے اترتے دیکھا۔ ایک آدمی نے بڑھ کر کمند کاٹ ڈالی۔ مربوس نیچے گرا۔ مگر اس کے کچھ زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ عاصم اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ وہ بھی جلدی سے گھوڑے پر بیٹھا۔ اور سب کے ساتھ چلا۔

احبار کے قلعہ میں دروازہ کے برج کے پاس ایک بڑا نقارہ رکھا تھا وہ خطرہ کے وقت بجایا جاتا تھا۔ اس کی آواز میلوں تک گونج جاتی تھی۔ اس وقت اس نقاروں پر چوب پڑی دو آدمیوں نے مل کر اسے بجانا شروع کیا۔ تمام قلعہ اس کی آواز سے گونج اُٹھا۔ سپاہی مسلح ہو ہو کر دوڑ پڑے۔ ان کا افسر بھی آ گیا۔ یہ سب محل کے سامنے پہنچے۔ محل کا پھاٹک کُھلا اور کئی کنیزیں روتی ہوئی باہر آئیں۔ افسر نے ان سے دریافت کیا۔ "کیا ہوا؟"

ان میں سے ایک نے کہا۔ "غضب ہو گیا۔ ڈاکوؤں نے چھاپا مارا۔ آقا کعب اور مہاں کو زخمی کر گئے۔ اور عزہ کو پکڑ کر لے گئے"۔

یہ سنتے ہی تمام لوگوں پر بجلی گر پڑی۔ افسر نے کہا۔ "یہ کام عاصم ڈاکو" کا معلوم

ہوتا ہے۔ اس کا تعاقب کرنا چاہیئے۔ اگر ہم نے گل اندام غزنہ کو اس کے چنگل سے نہ چھڑایا تو تمام ملک میں بدنام ہو جائیں گے۔ نمک حرام اور بزدل کہلائیں گے۔"

اس نے چند لوگوں کو تو محل اور قلعہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور تقریباً سو آدمیوں کو ساتھ لے کر ڈاکوؤں کے تعاقب میں چلا۔ قمری مہینہ کی ابتدائی تاریخیں تھیں چاند چھپ گیا تھا۔ اندھیرا پھیل گیا تھا چونکہ افسر کو یہ معلوم نہ تھا کہ ڈاکو کس طرف گئے ہیں اس لیے اس نے اپنے ساتھیوں کے کئی گروہ کر کے مختلف راستوں پر روانہ کیئے پچیس آدمیوں کے ساتھ وہ خود اتفاق سے اسی طرف روانہ ہوا جس طرف ڈاکو گئے تھے۔

ان لوگوں کی روانگی کے بعد بہت سے لوگ محل میں گئے وہاں سے دو منزلہ پہنچے کعب ابھی تک بیہوش تھا۔ انھوں نے اُسے کمرے میں پہنچایا۔ اور بستر پر لٹا دیا۔ مشہور طبیب اور جراح جمع ہو گئے ان میں سے کئی تو کعب کے علاج میں مشغول ہوئے اور دو جراحوں نے جہال کے زخم کو دھو کر پٹی کس دی اسے ہوش آگیا اس نے پوچھا۔

"آقا کا کیا حال ہے"۔

جراحوں نے جواب دیا۔ "وہ ابھی تک بیہوش ہیں"۔

جہال۔ "افسوس اس خاندان پر یہ مصیبت میری وجہ سے آئی۔ کاش میں مارا جاتا"۔

ایک شخص۔ "تم نے کیا کیا۔ کن لوگوں نے یہ تاخت کی"۔

جہال۔ عاصم ڈاکو نے چھاپہ مارا۔ لالچ نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ کیا غزنہ بچ گئی"۔

وہی شخص۔ "نہیں ڈاکو اُسے لے گئے"۔

جہال۔ واحسرتا۔ جس کی حفاظت کا ہمیں بڑے آقا اجبار مرحوم نے حکم دیا تھا ہم نے اسے کھو دیا۔ لیکن میں ڈاکوں کی قیام گاہ سے واقف ہوں انھوں نے ہم پر تاخت کی ہے ہم ان پر چھاپہ ماریں گے اور گل اجبار کو۔ قمر طلعت غزنہ کو اپنی آقا زادی کو اس کے چنگل سے ضرور چھڑا کر لادیں گے"۔

ایک جراح: "تم زیادہ باتیں نہ کرو تمہارے جسم سے خون زیادہ خارج ہو گیا ہے زیادہ باتیں کرنے یا جوش میں آنے سے کہیں خون کی روانی پھر نہ شروع ہو جائے "اگر ایسا ہوا تو تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

مہال: "اچھا ہو کہ میں مر جاؤں۔ مجھے مر ہی جانا چاہیئے۔"

جراح: "لیکن آقا۔ اور آقازادی کا انتقام کون لے گا۔"

مہال: "تم نے سچ کہا۔ میں خاموش رہوں گا لیکن جب میرے آقا کو ہوش آئے تو مجھے ان کے پاس پہنچا دینا۔"

جراح: میں جا کر دیکھتا ہوں اگر انھیں ہوش آ گیا ہو گا تمہیں اطلاع دوں گا۔"

مہال: ان کا زخم کچھ گہرا تو نہیں ہے۔"

جراح: "سب سے پہلے میں نے انھیں ہی دیکھا تھا۔ ان کے سر میں چوٹ آئی ہے۔ جسم کے کسی اور حصے میں زخم یا چوٹ کا نشان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دماغ کو صدمہ پہنچا ہے۔

مہال: "کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے۔"

جراح: "جب تک وہ ہوش میں آ کر اچھی طرح باتیں نہ کرنے لگیں۔ اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جراح چلا گیا کچھ دیر تک تو مہال پڑا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھڑا ہوا چونکہ اس کے زخم سے خون زیادہ نکل آیا تھا اس لیے کھڑا ہوتے ہی اس کا دماغ گھومنے لگا۔ پیر لڑکھڑانے لگے جلدی سے بیٹھ گیا ایک ہاتھ سے اُس نے اپنا سر پکڑ لیا۔ دیر تک پکڑے بیٹھا رہا۔ جب کچھ سکون ہوا تو پھر اٹھا اس مرتبہ پہلے سے کم اس کا دماغ چکرایا اور پیر کانپے۔ اس نے ایک نیزہ بغیر پھل کے اٹھایا اور اس کے سہارے چلا۔ بڑی دقت سے قدم قدم چل کر کعب کے کمرے میں پہنچا۔

کعب۔ کے گرد کنیزوں، غلاموں، طبیبوں اور جراحوں کا مجمع تھا اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جا رہی تھیں۔ آثار سے معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب اُسے ہوش آنے

والا ہے۔

جمال کو دیکھتے ہی جراحوں نے اس سے کہا۔

یہ تم نے کیا کیا۔ اس حالت میں اٹھ کر چلے آئے۔

جمال بھی بڑا ذی عزت تھا کعب کو اس پر بڑا بھروسہ تھا۔ اجارہ والے اس کی بڑی عزت کرتے تھے اس نے کہا جو آگ میرے سینہ میں مشتعل ہو رہی ہے جو غداری میں نے کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ میں

لوگوں کو اس کی غداری کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت کعب کو ہوش آ گیا۔" اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اپنے گردونواح کو دیکھا ہے اور لوگوں کو دیکھتا رہا۔ غالباً وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد جب اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے دریافت کیا مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

جمال نے جلدی سے کہا میرے آقا عاصم ڈاکو نے آپ پر ضرب لگائی تھی۔"

اتنا سنتے ہی کعب کے دماغ کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ اسے تمام واقعہ یاد آ گیا اس نے کہا۔" غزنہ کہاں ہے"؟

جمال۔ غزنہ کو عاصم لے گیا لیکن میرے آقا اگر میں زندہ رہا تو ضرور اسے اس باجی کے پنجہ سے نکال کر لاؤں گا۔"

کعب کو بڑا رنج ہوا لیکن اس نے ضبط کیا اور جمال سے دریافت کیا یہ تمہارے زخم کیسے آیا"؟

جمال نے مختصراً تمام واقعہ سنایا۔ کعب نے دانت پیس کر کہا۔" میں ضرور اس باجی سے انتقام لوں گا"؟

طبیبوں اور جراحوں نے اسے خاموش رہنے کی تلقین کی اور وہ چپ ہو گیا۔ صبح ہوتے وقت وہ تمام سپاہی واپس آ گئے جو ڈاکوؤں کے تعاقب میں گئے تھے۔ افسر بھی آ گیا ان میں سے کوئی بھی ڈاکوؤں تک نہ پہنچ سکا۔

چھٹا باب

غزنہ کا پہلا فدائی

عاصم نے اپنے آگے گھوڑے پر غزنہ کو سوار کر لیا تھا۔ مگر غزنہ کا منہ بند تھا۔ لیکن ہاتھ پیر کھلے ہوئے تھے۔ وہ اپنی رہائی کی جد وجہد کر رہی تھی۔ عاصم نے کچھ دور جا کر غزنہ کے ہاتھ ریشم کی مضبوط ڈور سے باندھ دیئے۔ وہ بے بس ہو گئی، یہ لوگ گھوڑے اڑائے چلے گئے انھیں تعاقب کا اندیشہ تھا کچھ دور جا کر انھوں نے اس نقارے کی آواز سنی جو قلعہ احمار کے برج میں بجایا جا رہا تھا وہ سمجھ گئے کہ خطرے کا الارم دے دیا گیا ہے سپاہی اُن کے تعاقب میں ضرور آئیں گے۔ وہ دوڑ کر ایک جنگل میں جا گھسے اور راستے سے کچھ دور ہٹ کر گھوڑوں سے اتر کر چھپ گئے۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنیں۔

عاصم نے کہا ''خاموش ہو جاؤ۔ سانس نہ لو۔ دشمن آ رہے ہیں''

سب لوگ خاموش ہو گئے۔ انھوں نے اپنے گھوڑوں کے منہ بھی اس خیال سے باندھ دیئے کہ وہ ہنہنانے نہ لگیں۔ یہ نئے آنے والے احمار کے وہ سپاہی تھے جو افسر کے ساتھ آئے تھے وہ جنگل میں گھس گئے۔ اور راستہ راستہ چلتے جنگل سے نکل گئے انھوں نے وہاں کھڑے ہو کر غور سے دیکھا ان میں سے کسی کو کوئی سوار نظر نہ آیا۔ افسر نے کہا ''یا تو ڈاکو اس راستہ سے نہیں آئے یا دور نکل گئے۔ اب تعاقب کرنا بے کار ہے۔''

وہ بولے۔ ڈاکوؤں نے ان کے لوٹتے وقت ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔

عاصم نے کہا ''دشمن نا امید ہو کر لوٹ رہا ہے اب کوئی خطرہ نہیں ہے ہم نے رات بھر مشقت برداشت کی ہے۔ صبح قریب ہے اور ہمارا مسکن دور ہے وہاں تک نہیں

پہنچ سکتے۔ یہ مقام کچھ دیر آرام کرنے کے لیے نہایت مناسب ہے آرام کر لو۔"

سب نے زین پوش بچھائے اور پڑ گئے۔ عزرنہ کے لیے ایک دبیز کمل بچھا دیا گیا وہ بھی لیٹ گئی اس کا منہ اب بھی بند تھا۔ ڈاکوؤں کو خوف تھا کہیں عزرنہ شور نہ کرے اور کوئی اس کی آواز سن کر اس کی مدد کے لیے نہ آجائے۔

تھوڑی ہی دیر میں سب سو گئے۔ جب جاگے تو کافی دن چڑھ گیا تھا۔ دھوپ پتوں سے چھن چھن کر زمین پر لوٹ رہی تھی۔ یہ لوگ سفر کی تیاری کرنے لگے۔ عزرنہ کا چہرہ اس وقت بھی بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی سرگیں آنکھیں دلفریب ہو گئی تھیں۔ ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ اور وہ اور بھی اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ زلفوں کی سیاہ لٹیں پیشانی پر جھک آئی تھیں انھوں نے اس پیشانی کو اور بھی خوبصورت بنا دیا تھا۔

مربوس اس بت طناز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عزرنہ سب کچھ سمجھ گئی اس نے اس کے پاس جا کر اشارہ سے منہ کھول دینے کی درخواست کی۔ مربوس نے جھٹ اس کا منہ کھول دیا۔ عزرنہ نے نہایت ہی دلفریب ادا کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔ مربوس کو یہ خیال ہو گیا کہ عزرنہ اس کی طرف مائل ہے۔"

عاصم کو یہ حرکت اس کی بڑی ناگوار گذری اس نے ڈپٹ کر کہا۔" مربوس یہ کیا کیا تم نے؟"

مربوس نے کہا۔" کس قدر ظلم کیا ہے تم نے ایک معصوم بے ضرر اور دلربا لڑکی کا ساری رات منہ باندھے رکھا۔ اس سے اسے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی پہلے تو تم ایسے ظالم نہ تھے۔"

عاصم۔" میں پوچھتا ہوں تم نے بغیر میرے حکم کے اسے آزاد کیوں کیا؟"

مربوس۔" میں ایسے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

عاصم۔" اس نافرمانی کی سزا بھگتنے کو تیار ہو جاؤ۔"

مربوس۔" ہوش کی دوا کرو۔ میں نے نافرمانی نہیں کی ہے۔ ڈاکوؤں کے آئین میں

یہ داخل نہیں ہے کہ کسی لڑکی پر بلا وجہ ظلم کیا جائے۔"

عاصم کو بڑا غصہ آیا اس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ مربوس کو اس میں اپنی ذلت اور توہین معلوم ہوئی۔ وہ غزنہ کے سامنے اپنی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ اس نے بھی تلوار نکال لی اور کہا۔" اگر تمہارے ہاتھ میں تلوار ہے تو میرے ہاتھ میں بھی ہے اگر مجھ پر حملہ کرو گے تو جواب پاؤ گے۔"

عاصم کو تاب نہ رہی اس نے جھپٹ کر مربوس پر حملہ کیا۔ مربوس نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ اور خود بھی حملہ کر دیا۔

دونوں جنگ کرنے لگے۔ دونوں تجربہ کار جنگجو تھے۔ دیر تک لڑتے رہے۔ ڈاکوؤں میں کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ ان دونوں کو لڑنے سے روک دیتا۔"

عاصم کو اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ مربوس کو جلد ہی زیر کرے گا۔ یا تو وہ معافی مانگے گا۔ یا اسے مار ڈالے گا۔ لیکن جب مربوس نے بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تو اسے بڑا تعجب ہوا وہ اس بات کو نہ سمجھا کہ مربوس غزنہ پر مٹا ہوا ہے اور غزنہ ایک طرف کھڑی اسے جنگ کرتے دیکھ رہی ہے۔ اس کی موجودگی نے مربوس کو دلیر بنا دیا ہے۔

ایک مرتبہ مربوس نے پھرتی سے تلوار کا ہاتھ مارا۔ عاصم نے ڈھال پر روکا۔ تلوار ڈھال کاٹ کر اس کے شانے کو زخمی کر گئی خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ مربوس اسے ضرور مار ڈالے گا۔ مربوس نے دوسرا وار کرنے کے لیے تلوار اٹھائی۔ عاصم نے چالاکی سے کام لیا۔ اس نے مربوس کی پشت کی طرف نظر ڈال کر کہا۔" خبردار! تم اسے قتل نہ کرنا میں خود مار ڈالوں گا۔"

مربوس اس کے جھکمہ میں آگیا۔ اُس نے اپنی پشت کی طرف دیکھا۔ غزنہ نے جلدی سے کہا۔" دھوکا مت کھاؤ۔ تمہاری پشت کی طرف کوئی نہیں ہے۔"

لیکن مربوس نے اس کی بات کو نہیں سنا جوں ہی اس نے اپنی پشت کی طرف دیکھا عاصم نے جھپٹ کر اس پر وار کیا تلوار اس کے بازو پر پڑی اور ہاتھ کاٹ گئی۔

عاصم نے دوسرا وار کر کے اس کا سینہ کھول دیا۔ وہ گرا اور اس نے کہا۔ بے رحم عاصم! تجھے اس ظلم کی سزا ملے گی۔ عاصم نے تلوار صاف کر کے میان میں رکھی اس عرصے میں مربوس مر گیا۔ عاصم نے اپنے ہمراہیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ سب سوار ہو گئے مربوس کے گھوڑے پر عزنہ کو سوار کیا۔ سب کے بعد عاصم سوار ہوا اور سب لوگ چلے جنگل میں سے نکل کر جب وہ راستہ پر ہوئے تو انھوں نے دور سے چند سواروں کو آتے ہوئے دیکھا۔



ساتواں باب

خدا پرست مسلمان

چونکہ فاصلہ زیادہ تھا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آنے والے کون ہیں لیکن عاصم کے دل پر کچھ خوف سا طاری ہونے لگا۔ اس نے سوچا کہ واپس لوٹ کر پھر جنگل میں چھپ جائے مگر ایک تو وہ جنگل سے کچھ زیادہ آگے بڑھ آیا تھا دوسرے عزنہ کی موجودگی میں ان سواروں سے ڈر کر چھپ جانے کے یہ معنی تھے کہ وہ بزدل ہے۔ عزنہ کی نگاہوں سے وہ بالکل گر جاتا۔ اس لیے بھی اس نے واپس لوٹنا اور چھپ جانا پسند نہ کیا۔

تھوڑی ہی دیر میں سوار قریب آگئے وہ عرب تھے۔ پورے عربی لباس میں تھے عاصم نے انھیں پہچان لیا۔ وہ مسلمان تھے پانچ آدمی تھے جب وہ پاس آئے تو عزنہ نے بلند آواز سے کہا۔" الغیاث" یعنی فریاد ہے۔

پانچوں آدمی چونکے۔ وہ گھوڑے سے اُتر کر عاصم کے پاس آئے اور عزنہ سے مخاطب ہو کر بولے بے ڈر کر دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے۔ آئی تمہارے لیے کشور کا پروردگار عالم کی طرف سے۔ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچے ہیں۔ ظالم سے مظلوم کا حق دلاتے ہیں تم کون ہو تم پر کیا افتاد پڑی ہے"۔

قبل اس کے کہ عزنہ کچھ کہے عاصم نے جلدی سے کہا۔ کچھ نہیں۔ یہ ہماری کنیز ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے"۔

عزنہ کو جوش آگیا اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو کر اور بھی دلفریب ہو گیا۔ اس نے کہا۔" قسم ہے خدا کی جھوٹا ہے میں اس کی کنیز نہیں ہوں"۔

ان پانچوں مسلمانوں کا افسر ایک نوجوان اور خوبرو اعرابی تھا۔ اس نے کہا تمہاری شان اور تمہاری وجاہت تمہارے قول کی تصدیق کرتی ہے۔ تم کون ہو"۔

عزرہ "میں کعب کی ہمشیرہ ہوں"۔

نوجوان۔ "اور تم عزرہ ہو۔ وہ عزرہ جس کے حسن وجمال کی شہرت فلسطین سے نکل کر عرب وحجاز تک پہنچ چکی ہے"۔

عزرہ شرما گئی۔ اس نے حیابار آنکھوں سے نوجوان کو دیکھ کر کہا "ہاں میرا نام عزرہ ہی ہے اور یہ عاصم ڈاکو ہے۔

عاصم کا نام سن کر نوجوان عرب چونکے انھوں نے کہا "عاصم ڈاکو، جس کی وحشیانہ بربریت سے ارض فلسطین کے لوگ کانپتے ہیں۔ کیا حسن اتفاق ہے کہ دو مشہور ہستیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک ظالم اور بے رحم درندہ خصلت انسان ہے اور دوسری گل ارغوان ہے"۔

جس طرح ہندوستان میں حسینوں کے عارض کو گلاب کے پھولوں سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح عرب والے گل ارغوان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ارغوان کا پھول تیز شہابی رنگ کا ہوتا ہے۔

عاصم کے ساتھ دس بارہ آدمی تھے مسلمان کل پانچ تھے۔ اُسے یہ اطمینان ہوگیا کہ مسلمان اس کا کچھ نہیں بنا سکتے۔ اس نے کہا۔ "مسلمانو! میں تم پر مہربانی کرتا ہوں چھوڑے دیتا ہوں۔ اپنا راستہ لو۔ یہ واقعی عزرہ ہے میں اسے پکڑ کر لایا ہوں۔ یہ مسلمان نہیں ہے۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں اس کے لیے فضول باتیں نہ کرو"۔

نوجوان۔ "کیا تمھیں معلوم نہیں۔ ہے کہ مسلمان کمزوروں کی حمایت کیا کرتے ہیں"۔

عاصم "لیکن اگر اس وقت تم نے اس کی حمایت کی تو تمھاری جانیں خطروں میں پڑ جائیں گی"۔

نوجوان "مسلمان خطروں سے نہیں ڈرا کرتا۔ وہ خطرہ میں پڑنا ہی سیکھتے ہیں"۔ دنیا میں اس وقت امن وامان قائم ہو سکتا ہے جب تک تم جیسے ظالم اور خطرناک مر جائیں۔ اگر تم اس لڑکی کو چھوڑ دو تو ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے"۔

عاصم۔ "شاید تمھاری موت ہی تمھیں کھینچ کر میرے سامنے لائی ہے تم کو معلوم

نہیں۔ میں جس بات کا ارادہ کر لیتا ہوں۔ اسے پورا کر کے چھوڑتا ہوں جو میرے کاموں میں مداخلت کرتا ہے اسے ہلاک کر ڈالتا ہوں۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا تم اپنا راستہ لو۔"

نوجوان۔" عاصم۔ تم ہماری زندگی میں اس لڑکی کو نہیں لے جا سکتے۔"

عاصم۔" اچھا تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

نوجوان۔" لڑائی تو ہماری عین تمنا ہے۔"

غزنہ نوجوان کو تیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جب اُس نے دیکھا کہ دونوں فریق جنگ پر تیار ہو گئے ہیں۔ تو وہ بیچ میں آگئی۔ اس نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ میری وجہ سے خطرہ میں نہ پڑیں۔ آپ کی تعداد کم ہے اور اس ظالم و سفاک کے ساتھی زیادہ ہیں میری قسمت میں جو کچھ ہے برداشت کر لوں گی آپ مجھے میری تقدیر کے حوالہ کر جائیں۔"

نوجوان نے اس ماہرو کے رخ زیبا پر نظریں گڑھ کر کہا۔" خوف نہ کرو۔ غزنہ ہم مسلمان ہیں اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ انشاء اللہ عاصم اور اس کے ساتھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تم ایک طرف کھڑی ہو کر دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔"

غزنہ ایک طرف ہٹ گئی عاصم نے اپنے آدمیوں کو للکار کر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ نوجوان نے عاصم سے کہا۔" فضول لوگوں کی جانیں کیوں ضائع ہوں میں اور تم ہی لڑ کر فیصلہ نہ کر لیں اگر تم نے مجھے مار ڈالا تو میرے ساتھی تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے تمھیں چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر میں نے تمھیں مار ڈالا تو میں تمھارے ساتھیوں کو کچھ نہ کہوں گا۔"

لیکن عاصم اس کے لیے تیار نہ ہوا اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا مسلمان بھی تلواریں سونت سونت کر مقابلہ پر آ گئے۔ جنگ شروع گی۔ صاف و شفاف تلواریں بلند ہوئیں۔ سیاہ ڈھالیں اٹھیں۔ کھٹا کھٹ کی آوازیں آنے لگیں مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بڑے زور حملہ کیا۔ انھوں نے دو ڈاکوؤں کو مار ڈالا۔

ایک ڈاکو کو نوجوان نے قتل کر دیا۔ عاصم نے نوجوان پر حملہ کیا۔ دونوں گتھ گئے۔ جنگی ہنر آزمائی کرنے لگے غزنہ دونوں کو دیکھنے لگی۔ اس نے اپنے گورے گورے نازک ہاتھ اُٹھا کر نوجوان کی کامیابی کی دعا مانگی۔ عاصم کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ وہ نوجوان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ پسپا ہو کر بھاگا اور اپنے گروہ کے بیچ میں جا چھپا۔

اس عرصہ میں تین ڈاکو اور مارے گئے۔ چوتھے کو نوجوان نے ختم کیا۔ اب عاصم کے گرد پانچ ڈاکو رہ گئے۔ پانچ ہی مسلمان تھے انھوں نے ڈاکوں پر شدت سے حملہ کیا۔ نوجوان نے اس کا تعاقب کیا اور ڈاکو بھی بھاگ کھڑے ہوئے عاصم کا گھوڑا بڑا ابیک رو تھا۔ وہ اپنے سوار کو بچا کر لے گیا۔ نوجوان تھوڑی دور تک عاصم کا پیچھا کر کے لوٹ آئے۔ واپسی میں انھوں نے ایک ڈاکو کو اور مار ڈالا۔

غزنہ کھڑی دیکھ رہی تھی۔ نوجوان اس ماہ پیکر کے پاس آئے اس گل اندام نے عجیب وغریب انداز سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں ؟"

نوجوان نے جواب دیا۔" میں دمشق جارہا ہوں تمھیں کہاں پہنچا دوں "۔

غزنہ۔"اگر مجھے اجبار کے قلعہ میں پہنچا دو تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

نوجوان۔" خوش قسمتی سے اجبار راستہ ہی میں پڑے گا چلو"۔

چاروں مسلمان نوجوان کے پاس آگئے یہ پانچوں غزنہ کو ساتھ لے کر اجبار کی طرف چلے۔

آٹھواں باب

التجا

راستہ میں غزنہ نے عاصم کے آنے اور گرفتار کرلانے کا تمام واقعہ نوجوان کو سنایا۔ اس قصے کے بیان کرنے میں خاندانی تحریر کا بھی ذکر آیا۔ غزنہ نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ "وہ ظالم اس تحریر کو لے گیا۔"

نوجوان نے کہا۔ "اگر تم مجھے اس وقت بتا دیتیں جب وہ بھاگا تھا تو میں اسے نہ جانے دیتا اور وہ تحریر اس سے ضرور چھین لیتا۔"

غزنہ۔ "میں نے قصداً نہیں بتایا۔ مجھے خوف ہوا کہیں تم اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے مسکن تک نہ پہنچ جاؤ۔ سنا ہے وہاں اس کی جمعیت بہت زیادہ ہے۔"

نوجوان۔ "اندیشہ نہ کرو۔ میں فلسطین کے عامل (گورنر) عمرو بن العاص کو لکھوں گا وہ اس ڈاکو سے وہ تحریر حاصل کر کے تمہارے پاس بھیج دیں گے۔"

غزنہ۔ "مجھے بھائی جان کا فکر ہے نہ معلوم ان کے کس قدر چوٹ آئی ہے۔"

نوجوان نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "خدا پر نظر رکھو وہ بہتر کرے گا۔"

جب احبار کا قلعہ آگیا تو نوجوان نے غزنہ سے کہا۔ "لو تمہارا قلعہ آگیا۔ جاؤ اپنے بھائی کو دیکھو اور اُس خدا کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں ڈاکوؤں کے پنجہ سے رہائی دلائی۔"

غزنہ نے ہوش ربا نگاہوں سے نوجوان کو دیکھ کر کہا۔ "کیا آپ میرے ساتھ نہ چلیں گے۔ بھائی جان کو آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوگی وہ آپ کا شکریہ ادا کریں گے"

نوجوان کی آنکھیں غزنہ سے چار ہوگئیں اس کی مست نگاہوں نے اسے مدہوش کر دیا وہ انکار نہ کر سکے اور اس کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے جوں ہی قلعہ والوں نے غزنہ کو دیکھا۔ انھوں نے شور مچایا۔ "ہماری آقازادی آگئی۔"

غزنہ کی مفقود الخبری کی اطلاع تمام قلعہ والوں کو صبح ہوتے ہی ہو گئی تھی چونکہ سب اس سے محبت کرتے تھے اس لیے سب ہی کو اس کے بھگائے جانے کا ملال تھا لیکن اب اسے دیکھ کر سب ہی کو خوشی ہوئی۔

غزنہ محل کے دروازے پر پہنچ کر رکی اسے دیکھتے ہی اس کے خدام اور غلام اس کے استقبال کو دوڑے اس نے گھوڑے سے اتر کر غلاموں کو مسلمانوں کے گھوڑے اصطبل میں باندھنے کا حکم دیا اور نوجوان اور ان کے ہمراہیوں کو نشست گاہ پر بٹھا کر اندر گئی۔

سب سے پہلے وہ اپنے بھائی کے پاس پہنچی اس کے سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ لیٹا ہوا تھا۔ کنیزوں کی پلٹن اس کے گرد کھڑی تھی۔ غزنہ کو دیکھتے ہی انہوں نے خوش ہو کر کہا "ہماری مالکن آگئی"۔

یا تو کعب لیٹا ہوا تھا یا جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے غزنہ کو دیکھا خوشی سے اس کا چہرہ چمک اٹھا۔ اس نے کہا میری پیاری بہن خدا کا شکر ہے کہ اس نے ملا دیا۔ یہ کس نے خاندان احبار پر احسان کیا"۔

غزنہ نے اپنے بھائی سے لپٹ گئی۔ اس نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور پوچھا "کچھ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی بھائی جان"۔

کعب نے جواب دیا "خدا نے بچا لیا۔ اس سفاک کے ہاتھوں سے تو نے کیسے نجات پائی"؟

غزنہ نے تمام کیفیت بیان کی نوجوان کی بہادری کا حال خاص طور سے سنایا۔ کعب نے کہا "تو نے خوب کیا کہ اس نوجوان کو یہاں لے آئی۔ میں اس کا شکریہ ادا کروں گا"۔

غزنہ "لیکن افسوس عاصم تحریر اپنے ساتھ لے گیا"۔

کعب "لے جانے دے۔ میں اس تحریر کو اس کے پاس نہ چھوڑوں گا۔ تو جا کر غسل کر اور کسی کنیز کو بھیج کر اس نوجوان کو میرے پاس بلوا"۔

غزنہ نے ایک کنیز کو بھیجا اور خود حوائج ضروریہ سے فراغت کرنے اور نہانے چلی گئی تھوڑی ہی دیر میں کنیز نوجوان کو لے کر آئی۔ نوجوان نے کعب کو سلام کیا کعب نے ان کے استقبال کے لیے اٹھنا چاہا۔ نوجوان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے کہا ہم کو معلوم ہے آپ کے ضرب آئی ہے۔ آپ اٹھنے کی کوشش نہ کریں۔"

کعب۔ "آپ نے غزنہ کو سفاک عاصم کے چنگل سے رہائی دلا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

نوجوان۔ "میں نے تم پر احسان کرنے کی غرض سے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے کیا ہے۔"

کعب نے نوجوان کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد غزنہ بھی آگئی۔ وہ غسل کر کے اور لباس بدل کر آئی تھی۔ جس طرح گلاب کا پھول شبنم میں بنا کر نکھر جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی نکھر گئی تھی۔"

غزنہ آکر نوجوان کے سامنے بیٹھ گئی۔ کعب نے نوجوان سے دریافت کیا۔ "تم کہاں کے رہنے والے ہو۔"

نوجوان۔ "میں حجاز کا رہنے والا ہوں بنی ثقیف سے ہوں۔"

کعب۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

نوجوان۔ "میرا نام شہابؓ بن حامد ثقفی ہے۔"

کعب۔ "تم کہاں جارہے ہو؟"

شہابؓ۔ "میں دمشق جارہا ہوں حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس۔"

ہمارا ناول ۱۶ھ سے شروع ہوتا ہے عیسائیوں کی چیرہ دستی سے تنگ آکر مسلمانوں نے ملک پر یورش کی تھی اور ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ اور دمشق فتح کر لئے تھے۔ ملک شام میں سب سے بڑے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح تھے۔

کعب۔ "دمشق کس لیے جارہے ہو؟"

شہاب۔ "حضرت ابوعبیدہؓ کا ارادہ بیت المقدس پر حملہ کرنے کا ہے ہم لوگ جہاد کے لیے جا رہے ہیں"۔

کعب۔ "کیا مسلمان اس بات کو نہیں جانتے کہ بیت المقدس عیسائیوں کا قبلہ ہے۔ کیا اس پر حملہ کیا گیا تو عیسائی دنیا اسے بچانے کے لیے اٹھ کھڑی نہ ہوگی"

شہاب۔ "ہم جانتے ہیں لیکن بیت المقدس ہمیں عیسائیوں سے زیادہ عزیز ہے ہم گوارا نہیں کر سکتے کہ وہاں تثلیث پرستی ہو۔ اس مقدس شہر میں بہت سے انبیا گذرے ہیں وہ ہمیشہ توحید کا مرکز رہا ہے۔ عیسائیوں نے اسے گندہ کر رکھا ہے۔ ہم اُسے پھر پاک کرنا چاہتے ہیں"۔

کعب۔ "لیکن بیت المقدس کا قلعہ ملک شام کے تمام قلعوں سے زیادہ وسیع اور زیادہ مضبوط ہے۔ اس کا فتح کرنا آسان نہیں ہے"۔

شہاب۔ "فتح و شکست خدا کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے گا تو لمحوں میں فتح ہو جائے گا"۔

کعب۔ "میں نے سُنا ہے کہ آپ جانے کا قصد کر رہے ہیں"۔

شہاب۔ "جی ہاں"۔

کعب۔ "چند روز ٹھہر جاتے تو اچھا تھا"۔

عزرنہ نے جلدی سے کہا۔ "جب تک آپ کو صحت نہ ہو جائے اس وقت تک کیسے جا سکتے ہیں"۔ کہتے ہی اس نے دلکش نگاہوں سے شہابؓ کو دیکھا۔ ان نگاہوں میں التجا تھی۔

شہاب نے کہا۔ "اگر آپ کی خواہش یہی ہے تو میں چند روز ٹھہر جاؤں گا"۔

عزرنہ نے مشکورانہ نظروں سے دیکھا۔ کعب نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

نواں باب

اقرار محبت

شہابؒ اور عزرنہ ایک ہی دن میں بے تکلف ہو گئے۔ کمسنی کی وجہ سے عزرنہ کافی شوخ تھی اس کی کوئی بات بھی شوخی سے خالی نہ ہوتی تھی۔ ایک تو وہ بھی خوبصورت گل رخ و ماہ جبین دوسرے جامہ زیب بھی۔ جس قسم کا لباس پہنتی تھی پھوٹ نکلتا۔ تیسرے اس کی آواز بڑی دلکش بھی۔ چوتھے ناز و انداز اس بلا کے تھے کہ دل میں کھب جاتے تھے۔

اگلے روز صبح وقت شہابؒ قصر کے باغیچہ میں بیٹھے تھے کہ عزرنہ بھی وہاں آگئی اگرچہ وہ ابھی بالوں کو سنوار کر آئی تھی۔ سینہ کے دونوں طرف سیاہ بالوں کی لٹیں سفید ہو بافت بیس گندھی پڑی تھیں۔ دونوں دو کوڑیالے سانپ معلوم ہو رہے تھے۔ لیکن کچھ بال یا تو چوٹی میں گندھے ہی نہ تھے۔ یا قصداً چھوڑ دیئے گئے تھے جو خم کھا کر منور پیشانی پر جھک آئے تھے۔ اور بڑے ہی دیدہ زیب معلوم ہو رہے تھے۔

اس نے شہابؒ کے پاس آکر کہا۔

"آپ کو تنہائی بہت پسند ہے"

شہابؒ نے اس شمع رو کو دیکھا۔ دیکھتے رہے کچھ وقفے کے بعد کہا۔ "تنہائی تو پسند تھی لیکن کل سے کچھ طبیعت میں انقلاب پیدا ہو گیا ہے"

عزرنہ نے مسکرا کر کہا۔ "خدا خیر کرے انقلاب کی وجہ کیا ہوئی؟"

شہابؒ۔ "میں خود حیران ہوں"

عزرنہ۔ "جو بات سمجھ میں نہ آئے اس پر حیران ہونا بے فائدہ ہے"

شہابؒ۔ "سوچ رہا ہوں سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں"

عزرنہ۔ "رات کو سوچنے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ آؤ اس وقت باغیچہ کی سیر کریں"

عزرنہ نے نہایت بے تکلفی سے شہاب کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ شہاب کے جسم میں بجلی سی کوند گئی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کہا۔" عزرنہ اتنی بے تکلفی ٹھیک نہیں۔"

عزرنہ:" میں ان باتوں کا خیال نہیں کیا کرتی۔"

شہابؒ کو خیال ہوا کہ عزرنہ اتنی بھولی اور سیدھی ہے کہ جوان ہونے پر بھی کچھ نہیں جانتی جوانی کے جذبات کو نہیں سمجھتی۔ انھوں نے کہا۔" عزرنہ تمھارے بالوں کی لٹیں تمھارے چہرہ پر لٹک آئی ہیں۔"

عزرنہ نے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" لٹک آنے دو۔ کئی بار درست کر چکی ہوں۔ کمبخت ٹھیک ہی نہیں ہوتیں۔"

شہاب:" میں درست کر دوں۔"

عزرنہ:" کر دو۔"

شہاب نے ہاتھ بڑھا کر بال کی ایک لٹ اس کے چاند سے مکھڑے سے ہٹا دی۔ عزرنہ کے چہرے پر اور بھی شہابی رنگ بکھر گیا۔ اس نے جبا بار آنکھوں سے شہابؒ کو دیکھتے ہوئے کہا۔" اب چلئے۔"

شہاب کچھ کھو سے گئے۔ انھوں نے کہا چلو۔"

دونوں بے مدعا روشوں پر گھومتے۔ اور باتیں کرتے رہے کچھ دیر کے بعد واپس آ گئے۔ دو روز اسی طرح گزر گئے۔ تیسرے روز شہاب جب اپنے ہمراہیوں کے پاس گئے تو ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

" کیا تم اپنا مقصد بھول گئے۔ کیا یاد نہیں رہا کہ تم جہاد کرنے جا رہے ہو۔ کیا یہاں ٹھہرنا جہاد سے افضل ہے۔"

شہاب کی آنکھیں کھل گئیں۔ انھوں نے کہا۔" بڑی بھول ہوئی۔ خدا کی قسم شیطان نے ورغلا دیا۔ آج اور ٹھہرے رہو۔ کل ضرور چلیں گے۔"

کعب کو اب آرام ہو گیا تھا۔ جہاں کی حالت بھی بہتر ہو گئی تھی۔ جہاں نے اپنی

غداری کے تصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ کعب کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کی غداری میں غزنہ کی محبت کا ہاتھ تھا۔ اسے غزنہ سے محبت تھی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے عاصم سے ملا۔ عاصم کعب کی خاندانی تحریر اڑانے کی فکر میں تھا۔ اس نے ہمال سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ غزنہ کو اسے دے دے گا لیکن ڈاکوؤں کے اقرار کا اعتبار ہی کیا۔ غزنہ کو دیکھ کر اس کی طبیعت بدل گئی۔ ہمال سمجھ گیا دونوں میں جھڑپ ہوئی اور ہمال زخمی ہو گیا۔

اب ہمال نے عہد کیا کہ وہ عاصم کے مسکن پر جا کر اس تحریر کو لانے کی کوشش کرے گا چونکہ کعب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ غزنہ کو بچانے کی وجہ سے ہمال زخمی ہوا تھا اس لیے اس سے ہمدردی پیدا ہو گئی اس نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

اسی روز شام کے وقت شہابؓ نے کعب سے کہا۔ خدا نے آپ کو صحت دی مجھے جلد دمشق پہنچنا چاہیئے تھا مگر آپ کے اصرار سے ٹھہر گیا تھا۔ اب اجازت دیجئے۔ میں کل جاؤں گا زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔"

کعب۔ "جی تو نہیں چاہتا کہ آپ جیسے محسن کو جانے دوں۔ مگر چاہتا ہوں کہ تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کو جہاد سے زیادہ شوق اور شغف ہوتا ہے، اس لیے اب میں زیادہ روک بھی نہیں سکتا۔"

غزنہ بھی موجود تھی۔ جب اس کے بھائی نے ہی اجازت دے دی تو اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد وہ شہابؓ کے پاس گئی۔ شہابؓ نے کہا۔ خوب آئیں اس وقت میں تمہیں کو یاد کر رہا تھا۔"

آج خلاف معمول غزنہ کچھ غمگین اور اداس تھی۔ اس نے کہا۔ باتیں نہ بنایئے۔"

شہابؓ۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم آج اداس کیوں ہو۔"

غزنہ کا دامن صبر چھوٹ گیا اس نے کہا۔ آپ کیوں آئے تھے شہابؓ؟"

شہابؓ۔ "مجھے قدرت لائی تھی۔"

غزنہ۔ "تو آنا ہی نہ تھا یا آ گئے تھے تو جانا نہ تھا۔"

شہابؔ۔ "یہ کیسے ممکن ہے غزنہ! میں جہاد کے لیے جا رہا ہوں۔ تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ کیا تم مجھے بھول تو نہ جاؤ گی؟"

غزنہ نے روح نواز نگاہوں سے انہیں دیکھ کر کہا۔ "اور آپ؟"

شہابؔ۔ "میں تمہیں مرتے دم تک بھی نہ بھولوں گا۔"

غزنہ۔ "میں بھی نہ بھول سکوں گی۔"

شہابؔ۔ "کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے؟"

غزنہ خاموش ہو گئی۔ شہابؔ نے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ لگا کر اس کا منہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔ "بتاؤ غزنہ۔"

غزنہ نے شرما کر آنکھیں بند کر لیں۔ اور نہایت ہی آہستگی سے کہا۔ "ہاں۔"

شہابؔ نے خوش ہو کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے۔"

دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پیمانِ محبت ہوئے۔ اور صبح کو جب شہابؔ غزنہ اور کعب سے رخصت ہو کر چلے تو سب سے زیادہ غم غزنہ کو ہوا۔



دسواں باب

لشکر اسلام کی روانگی

شہابؓ کو بھی عزرہ سے جدا ہونے کا رنج ہوا جی ان کا بھی وہاں سے جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن وہ قرون اولیٰ کے مسلمان تھے۔ اس وقت کے مسلمان سب سے زیادہ مقدم جہاد کو سمجھتے تھے۔ دنیا کی کوئی دلفریبی اور رنگینی انھیں کام سے باز نہ رکھ سکتی تھی کہتے ہیں محبت میں انسان دیوانہ ہوجاتا ہے لیکن انھیں محبت بھی دیوانہ نہ بنا سکتی تھی۔

شہاب اجبار سے روانہ ہوکر دمشق میں پہنچے۔ انھیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ مع تمام لشکر کے وہیں مقیم ہیں لیکن جب وہ دمشق میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ جابیہ چلے گئے ہیں۔

شہابؓ بھی چل پڑے اور جابیہ جا پہنچے۔ انھیں وہاں جاکر پتہ چلا کہ امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقؓ خلیفۂ دوئم نے بیت المقدس پر لشکر کشی کی اجازت دے دی ہے عنقریب مسلمان روانہ ہونے والے ہیں۔ وہ اسی روز حضرت ابوعبیدہؓ سے ملے چونکہ وہ ارض فلسطین ہی سے آئے تھے۔ اور وہاں عمروبنؓ العاص موجود تھے اس لیے ابوعبیدہؓ نے ان کی خیریت دریافت کی۔

عمروبنؓ العاص بن وائل السہمی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اول نے اپنے زمانۂ خلافت میں فلسطین کی طرف روانہ کیا تھا۔ انھوں نے فلسطین فتح کرلیا تھا۔ اور وہیں مقیم ہوگئے تھے۔ جب ملک شام میں کوئی زبردست معرکہ ہوتا تو ابوعبیدہؓ انھیں طلب کر لیتے وہ آجاتے اور فتح و کامرانی کے بعد واپس چلے جاتے۔

شہابؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے درخواست کی کہ بیت المقدس کی طرف جو پہلا لشکر وہ بھیجیں اس کے ساتھ انھیں روانہ کردیں"۔ ابوعبیدہؓ نے ان سے کہا "سب سے پہلا لشکر میں انشاء اللہ کل روانہ کروں گا۔ تم تیار ہوجاؤ۔ لیکن اور لوگوں سے اطلاع نہ کر

دینا۔ ورنہ سب یہی خواہش ظاہر کریں گے کہ انھیں پہلے لشکر کے ساتھ بھیجا جائے؟

اول تو مسلمان جہاد کے ثواب اور شہادت کے شوق کی وجہ سے ہر مہم پر جانے میں سبقت کرتے تھے۔ دوسرے بیت المقدس چونکہ نہایت مقدس شہر تھا اس کی زیارت کی خواہش ہر مسلمان کو تھی اس لیے سب ہی چاہتے تھے انھیں سب سے پہلے لشکر میں جانے کا شرف حاصل ہو جائے۔

شہابؓ کو بڑی خوشی ہوئی۔ ابو عبیدہؓ کا شکریہ ادا کیا اور اپنی قیام گاہ پر آ کر تیاری شروع کر دی۔ یہ بات تمام مسلمانوں کو معلوم ہو گئی تھی کہ صبح کو کچھ لشکر بیت المقدس کی طرف بھیجا جائے گا اور چونکہ یہ تعین نہیں ہوا تھا کہ کون لوگ بھیجے جائیں گے اس لیے سب ہی تیاری کر رہے تھے اور سب خوش تھے۔ انھیں ایسی ہی خوشی ہو رہی تھی جیسے ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو کسی زمانے میں عید کی خوشی ہوا کرتی تھی۔ اس وقت جب مسلمانوں کے پاس دولت تھی، حشمت تھی، مسرت تھی۔ اب نہ دولت رہی، نہ ثروت رہی، مسرت ہی کیا رہتی۔ پہلے ایک ایک دن گن گن کر کاٹا جاتا تھا مہینوں پہلے سے عید کی تیاریاں ہوتی تھیں۔ خوشی کی وجہ سے شبِ عید کاٹنی دوبھر ہو جاتی تھی۔ پچھلی ہی رات کو بچے اور بوڑھے بیدار ہو کر نہانے اور لباس تبدیل کرنے لگتے تھے صبح ہوتے ہی خوش پوشوں کا سیلاب گلیوں اور راستہ میں بہنے لگتا تھا۔ اب وہ زمانہ آیا ہے کہ چاہتے ہیں عید ٹل جائے۔ نہ لوگوں کے پاس پیسہ ہے نہ عید کی تیاری ہوتی ہے نہ عید کی خوشی ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ مسلمان دوسری قوموں کو دیکھا دیکھی عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مصروف ہو کر خدا کو بھول گئے۔ عبادت چھوڑ دی۔ شیطان کے فریب میں آ گئے خدا نے بھی ہمیں بھلا دیا۔ ہم مفلس اور محتاج ہو گئے۔ ہم نے خدا کے انعام کی قدر نہ کی۔ خدا نے ہمیں گرا دیا۔ ہم ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ خدام اپنے مالک کی اطاعت نہ کریں اور وہ انھیں نوازتا ہی ہے یقیناً وہ خفا ہو کر انھیں دھتکار دے گا۔ ان کی دولت ضبط کر لے گا ان کے

روزینے بند کردے گا ان کی فارغ البالی جاتی رہے گی۔ آج مسلمانوں پر بھی خدا نے ان کی عصیت گنہگاری اور نافرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کے دروازے بند کر دیئے ہیں ان کی فارغ البالی جاتی رہی ہے۔ اطمینان قلب دور ہو گیا ہے۔ پریشانی نے گھیر لیا دانہ دانہ کو محتاج ہو گئے ہیں۔ لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس حالت کو پہنچ جانے پر بھی سرکشی کا یہ عالم ہے کہ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہونے کو تیار نہیں۔ خدا کی شکایت کرتے ہیں مگر اس کی عبادت کر کے اسے راضی کرنے پر آمادہ نہیں۔ امیر۔ نواب بھی مصروف عیش ہیں۔ جو کچھ تھوڑی بہت پونجی ہے اُسے کھو رہے ہیں۔ غریب کہتے ہیں کہ فکر معاش سے انھیں عبادت کرنے کی فرصت ہی نہیں۔ حالانکہ اگر مسلمان اپنے بزرگوں کے تاریخی حالات پڑھیں تو انھیں معلوم ہو گا کہ وہ ہر حالت میں خدا کی عبادت کرتے تھے۔ دولت کو برا سمجھتے تھے لیکن خدا ان پر مہربان تھا وہ دولت کو ٹھکراتے تھے اس سے بھاگتے تھے اور دولت ان گھر میں بھری چلی آتی تھی آج بھی اگر مسلمان قرون اولی جیسے مسلمان ہو جائیں تو دولت ان کے قدموں میں نظر آئے۔

غرض مسلمان خوش تھے رات بھر بعض نفلیں پڑھتے رہے۔ بعض قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے بعض ہتھیار صیقل کرنے میں مصروف رہے۔ لشکر اسلام میں ہزاروں جگہ آگ روشن تھی اور اس روشنی میں مسلمان مصروف نظر آرہے تھے۔

صبح کو چند مسلمانوں نے مل کر اذان دی سارے مسلمان ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "مسلمانو! خدا کا شکر ہے کہ امیر المومنین نے شہر قدس کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ بیت المقدس کا قلعہ نہایت مضبوط اور بڑا وسیع ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ عیسائی اس شہر کو بچانے کے لیے بڑی سرگرمی اور کوشش کریں گے لیکن ان کا بھروسہ اپنی طاقت اور جمعیت پر ہے اور ہمارا بھروسہ اس خدا پر ہے جو خالق مطلق ہے۔ ہمیں ہراساں نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے یہ طے کیا ہے کہ چھ روز تک پانچ ہزار لشکر روزانہ روانہ کروں۔ اس سے بیت المقدس والوں پر مسلمانوں کا رعب

طاری ہو جائے گا۔ اگر اس کے سوائے کسی مسلمان کی کوئی اور رائے ہو تو بیان کرے۔"

سربرآوردہ مسلمانوں نے کہا۔ "رائے سردار ہی کی مناسب ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ نے چھ علم بنائے۔ پہلا علم سرخ رنگ کے پھریرے کا بنایا! اسے یزیدؓ بن ابی سفیان کو دیا۔ اور پانچ ہزار مجاہدین ساتھ کر دیئے۔ ان میں شہابؓ اور ان کے ہمراہی بھی تھے۔ ابو عبیدہؓ نے یزیدؓ بن ابی سفیان سے کہا۔ "اے ابن سفیانؓ میں جانتا ہوں کہ تم مسلمانوں کے خیر خواہ اور حامی اسلام ہو جب تم شہر قدس کے قریب پہنچنا تو تکبیر و تہلیل کے نعرے لگانا۔ تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔"

چنانچہ یزیدؓ بن ابی سفیان اور ان کے ساتھ پانچ ہزار مسلمان مسلح ہو کر نعرے لگاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ تمام لشکر نے بھی ان کی روانگی کے وقت نعرے لگائے۔ اب ابو عبیدہؓ نے دوسرا علم سیاہ بنایا اور اسے شرجیلؓ بن حسنہ کے سپرد کر کے اہل یمن حضرت موت کہلان، طے، خو لان اور بنبس ازد سے پانچ ہزار سواران کے ساتھ کر دیئے تیسرا نشان سفید رنگ کا بنایا اور اسے مرقال ہاشمؓ بن عتبہ بن ابی وقاص کو دے کر قوم مصر وغیرہ سے پانچ ہزار سواران کے ساتھ کئے۔ چوتھا علم تیار کر کے مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری کو دیا اور قوم عبشم ، غطفان اور فزارہ سے پانچ ہزار سواران کے ساتھ کر دیئے۔ پانچواں علم تیار کر کے قیسؓ بن ہبیرہ المرادی کو دیا۔ اور ان کے ساتھ بھی پانچ ہزار مسلمان کر دیئے۔ چھٹا علم تیار کر کے عروہؓ بن جہلہل بن زید ابجل کے سپرد کر کے انھیں بھی پانچ ہزار سوار دیئے ان سب سرداروں کو ہدایت کر دی کہ وہ علی الترتیب صبح کی نماز پڑھتے ہی ایک سردار ہر روز روانہ ہو جایا کرے۔

چنانچہ دوسرے روز حضرت شرجیلؓ تیسرے روز مرقال ہاشمؓ چوتھے روز مسیبؓ اور پانچویں روز قیسؓ اور چھٹے روز عروہؓ روانہ ہوئے۔ اس طرح چھ روز میں تیس ہزار مسلمان بھیجے ابو عبیدہؓ خود مع بقیہ لشکر اور خواتین اسلام کے جابیہ میں مقیم رہے۔

گیارہواں باب

اتمام حجت

عیسائیوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کا قصد ان کے قبلہ بیت المقدس پر یورش کرنے کا ہے انھوں نے اس شہر کی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا تھا۔ کافی فوجیں فراہم کر لیں۔ رسد کے ذخائر اور آلات حرب و ضرب جمع کر لئے تھے۔ برسوں تک کی لڑائی کا بندوبست کر لیا تھا۔ کچھ جاسوس مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے پر مقرر کر دیئے تھے۔ ان جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ جابیہ سے مسلمان بیت المقدس کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور عنقریب یہاں پہنچنے والے ہیں۔ عیسائی اُن کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز ظہر کے بعد تکبیر و تہلیل کی آوازیں آئیں۔ عیسائی فصیل پر چڑھ گئے۔ انھوں نے دور سے مسلمانوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ مجاہدین اسلام بڑی شان سے بڑھے چلے آرہے تھے۔ یہ یزیدؓ بن ابی سفیان کا لشکر تھا۔ اسلامی علم یزیدؓ کے ہاتھ میں تھا اور وہ تکبیر کہتے تھے پھر تمام لشکر کہتا تھا۔ وہ قلعہ کے سامنے کچھ فاصلہ پر پہنچ کر رک گئے۔ گھوڑوں سے اترے اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر فتح یابی کی دعا مانگی۔

بیت المقدس نہایت پرانا شہر تھا۔ اس شہر کو یہ فخر ہے کہ اس میں کئی دو انبیاء علیہم السلام ہوئے جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی محراب ہے اور وہ چشمہ ہے جس کا پانی سفید و شیریں ہونے کی وجہ سے حوض کوثر کی یاد دلاتا ہے۔ وہ عیسائیوں کا قبلہ ہے شروع میں مسلمانوں کا بھی قبلہ تھا۔ وہ حرمین شریفین میں تیسرا ہے اس میں وہ مسجد ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جس میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو تشریف لے گئے جس رات کو معراج ہوئی۔ اس مسجد کا

نام مسجد اقصیٰ ہے۔ رسول اللہ صلعم نے اس مسجد میں تمام پیغمبروں کی امامت کی۔ حضرت روح الامینؑ آپ کے ہمرکاب تھے۔ اسی مسجد سے حضورؐ معراج کو تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔

یعنی پاک ہے وہ ذات جو رات کو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا۔

اس مسجد اقصیٰ کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی حفاظت کی وصیت کی تھی۔ حضرت ذکریا علیہ السلام اس کی ایک محراب میں کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ ان تینوں مسجدوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ان کی طرف ارادتمندی سے سفر کریں عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ ان میں سے ایک مکہ معظمہ میں مسجد حرام ہے دوسری مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ہے تیسری بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ ہے۔ بیت المقدس کے ایک دروازہ کا نام باب رحمت ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں داخل ہونے والا۔ بہشت میں داخل ہوگا۔ مسلمان اس شہر کی بڑی حرمت وعظمت کرتے تھے حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان باب ارحار پر اترے۔

دوسرے روز حضرت شرجیلؓ بن الحسنہ اور تیسرے روز مرقالؓ ہاشم بن بن ابی وقاص آئے۔ یہ دونوں باب غربی پر فروکش ہوئے۔ چوتھے روز مسیبؓ بن نجبتہؓ الفزاری پانچویں روز قیس بن ہبیرۃ المرادی اور چھٹے روز عروہؓ ھلیل بن یزید الجبل آئے۔ یہ سب شہر رملہ کے راستہ میں محراب داؤد علیہ السلام کے سامنے اترے۔

ہر سردار اور ہر لشکر تکبیر وتہلیل کرتا ہوا آتا اور آتے ہی اول نماز پڑھ کر فتح یابی کی دعا مانگتا۔ مسلمانوں کو بیت المقدس سے بڑی محبت تھی۔ اس لیے کہ وہ ان کا قبلہ رہ چکا تھا۔

روزانہ جب مسلمان تکبیریں کہتے ہوئے آتے تو عیسائی فصیل پر چڑھ کے دیکھتے لیکن کچھ نہ بولتے۔ خاموشی سے دیکھتے رہتے۔ البتہ اس کثرت سے فصیلوں پر چڑھ آئے کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہتی گویا وہ مسلمانوں کو اپنی بھاری تعداد دکھا کر اپنی کثرت سے ڈراتے تھے۔

مسلمانوں کو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تین دن ہو گئے لیکن رومیوں نے نہ ان کے پاس کوئی قاصد بھیجا۔ نہ کوئی پیام دیا۔ گویا انھوں نے مسلمانوں کے آنے کا کوئی اثر ہی نہ لیا۔ چوتھے روز ایک بدوی عرب نے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ سے کہا:

"اے سردار کیا یہ رومی اندھے ہیں جو نہیں دیکھتے ہیں یا بہرے ہیں جو نہیں سنتے ہیں یا گونگے ہیں جو نہیں بولتے ہیں"۔

حضرت شرجیل نے کہا۔ انھیں اپنی کثرت پر ناز ہے۔ قلعہ کی مضبوطی پر بھروسہ ہے... سامان حرب رسد پر اعتماد ہے وہ ہمیں ناچیز سمجھ رہے ہیں۔ لیکن بہت جلد انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔

پانچویں روز صبح کی نماز پڑھ کر یزیدؓ بن ابی سفیان مع اپنے لشکر کے سوار ہوئے مسلمان مسلح ہو کر تکبیریں کہتے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھے حسب معمول رومی فصیل پر چڑھ آئے وہ مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔

قلعہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر اسلامی لشکر رک گیا۔ یزیدؓ بن ابی سفیان ایک مترجم کو ساتھ لے کر فصیل کے نیچے پہنچے اور مترجم سے کہا۔ "رومیوں سے دریافت کرو کہ کون شخص تم میں سے گفتگو کرے گا؟"

مترجم نے پکار کر کہا۔ ایک شخص مخاطب ہوا وہ ادنیٰ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ بہت بوڑھا تھا اس کی داڑھی سفید تھی اس نے کہا۔ "میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گا"۔

یزید بن ابی سفیان نے مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع کی۔ انھوں نے کہا۔ "ہم تمھیں دعوت اسلام دیتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہہ کر ہمارے بھائی بن جاؤ"۔

قس۔ "ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے۔"

یزید۔ "اگر مسلمان نہیں ہوتے تو جزیہ دے کر امن میں ہو جاؤ۔"

قس۔ "یہ بھی ممکن نہیں۔ ہم مر جائیں گے لیکن نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے۔"

یزیدؓ بن سفیان لوٹ آئے ان کے پاس حضرت شرجیلؓ۔ مرقالؓ۔ ہاشمؓ بن مسیبؓ قیسؓ اور عروہؓ جمع ہوئے اور کہا۔ "آپ نے رومیوں کے پاس پیغام پہنچا دیا۔ اتمام حجت کر لی وہ نہیں مانتے۔ اب لڑائی شروع کر دیجیے۔"

یزیدؓ نے کہا۔ "ہمیں سالارِ اعظم حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے یہاں آنے کا اور اترنے کا حکم دیا ہے۔ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ میں یہاں کی کیفیت لکھتا ہوں جو حکم وہ دیں گے اُس کی تعمیل کی جائے گی۔"

چنانچہ انھوں نے تمام لشکر کے بیت المقدس میں آنے کا محاصرہ کرنے اور رومیوں کو پیغام دینے کے واقعات لکھ کر ایک قاصد کو دیئے۔ قاصد روانہ ہو گیا۔



بارہواں باب

آغازِ جنگ

مسلمانوں نے بیت المقدس کا اس سختی سے محاصرہ کر رکھا تھا کہ نہ کسی کو قلعہ سے باہر نکلنے دیتے تھے نہ اندر داخل ہونے دیتے تھے۔ ابھی انھوں جنگ شروع نہیں کی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

چند روز کے بعد قاصد واپس آگیا۔ اس کے ساتھ میسرہ بن ناصح ابو عبیدہؓ کا فرمان لے کر آئے تھے۔ انھوں نے یزیدؓ بن ابی سفیان کو وہ فرمان دیا۔ اول یزیدؓ نے خود پڑھا پھر تمام سرداروں کو بلا کر بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اس میں لکھا تھا۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اگر رومی صلح و آتشی کی طرف مائل نہیں ہوتے تو لڑائی شروع کر دو میں بھی انشاء اللہ عنقریب تمہاری طرف روانہ ہوتا ہوں۔"

یزیدؓ بن ابی سفیان نے کہا۔ "اذن جنگ آگیا ہے آج ہر سردار اپنے لشکر کو تیاری حکم دے دے۔ اور کل صبح کی نماز پڑھ کر ہر طرف سے ایک ساتھ حملہ کر دیا جائے۔"

سرداروں نے اپنے اپنے لشکر کے سپاہیوں کو مطلع کر دیا کہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہؓ نے جنگ کی اجازت دے دی ہے کل حملہ کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ جہاد کے لیے تیاری کرنے لگے۔ دن بھر تیاریوں میں مصروف رہے۔ رات بھر عبادت کرتے اور دعائیں مانگتے رہے۔ صبح کو ہر لشکر میں اذان ہوئی لوگوں نے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا سنتیں پڑھیں۔ اور کچھ اجالا ہونے پر جماعت کھڑی ہوئی۔ یزیدؓ بن ابی سفیان نے نماز کی دوسری رکعت میں یہ آیت پڑھی یَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِیْنَ۔ یعنی اے قوم! (مسلمانو) زمین پاک میں داخل ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور ہزیمت اٹھا کر) اپنی پشت کی طرف

نہ بھاگو ورنہ نقصان میں رہو گے۔"

اتفاق یہ ہوا کہ ہر سردار نے اپنے لشکر کے ساتھ نماز میں یہی آیت پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی مسلمان ہتیاروں کی طرف دوڑے۔ بہت جلد مسلح ہو گئے گھوڑوں پر زین پہن کر سوار ہوئے۔ یزید بن ابو سفیان نے کہا۔ "شیران اسلام لڑائی کی طرف چلو"

سب سے اول نعیم اور یمن کے لوگ نکلے۔ وہ صف بستہ ہو گئے۔ ان کے بعد تمام مسلمان صف در صف نکل کر قلعہ کی طرف بڑھے ہر دروازہ اور ہر پہلو کی طرف چھا گئے۔ اور ہر طرف سے نعرے لگاتے ہوئے چلے۔

مسلمانوں میں غضب کا جوش و خروش تھا۔ ہر مسلمان اس مقدس شہر کو فتح کرنے اور اس میں داخل ہونے کے لیے بیتاب نظر آتا تھا۔ مجاہدوں نے کمانیں اور ڈھالیں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں ان کے حملہ کی شان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فصیل کے نیچے جا کر ہی دم لیں گے۔

رومی ہر طرف فصیلوں اور برجوں میں پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے وہ بھی مسلح تھے اور مسلمانوں کو دھاوا کرتے آتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جونہی مسلمان زد پر آئے انھوں نے تیروں، پتھروں، حربوں اور ڈھلواسیوں کی بوچھار کر دی۔ یہ چیزیں اس کثرت سے پھینکیں کہ مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی

مسلمانوں نے اپنے آپ کو ڈھالوں کے پیچھے چھپایا۔ تیر اور پتھر فصیل کے اوپر سے اس شدت سے برس رہے تھے کہ مسلمانوں کی نگاہیں کام نہ کرتی تھیں اگر وہ خود کو بچاتے تھے تو ان کے گھوڑے زخمی ہو جاتے تھے۔ اور اگر گھوڑوں پر ڈھالوں کا سایہ کرتے تو خود مجروح ہو جاتے تھے۔

مسلمان سرداروں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انھوں نے مسلمان سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتریں۔ مسلمانوں نے اس حکم کی بڑی پھرتی سے تعمیل کی۔ وہ گھوڑوں

لے از فتوح الشام۔ جلد دوم۔

سے اتر گئے۔ چند عربی غلام گھوڑوں کو فرودگاہ میں لے گئے۔ مسلمان پیادہ ہی ڈھالوں کو لے کر بڑھنے لگے۔

رومیوں نے دیکھا انھوں نے اور بھی شدت سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کی ڈھالوں پر تیر اور پتھر اس زور سے آکر پڑتے تھے کہ آواز گونج جاتی تھی۔ اور ہاتھوں میں جھنکار پیدا ہو جاتی تھی۔ جب کسی کا ڈھال والا ہاتھ لغزش کھا جاتا تھا اور ڈھال چھٹ جاتی تھی تو وہ مسلمان زخمی ہو جاتا تھا۔

لیکن مسلمان بڑی دلیری اور جوانمردی سے قدم قدم بڑھ رہے تھے۔ یزید بن ابی سفیان نے اگلی صف والوں کے پیچھے جو مسلمان جھک کر چل رہے تھے انھیں حکم دیا کہ وہ بھی تیر چلائیں چنانچہ تقریباً ایک ہزار مسلمانوں نے ایک ساتھ تیر پھینکے۔ عربوں کے تیر چھوٹے ہوتے تھے لیکن ان کے پر غضب کے تیز اور لوکدار تھے جس چیز پر جا کر پڑتے تھے اس میں گھس جاتے تھے چنانچہ بہت سے تیر رومیوں کے سینوں اور پیشانیوں میں پیوست ہو گئے۔ سینکڑوں رومی زخمی ہو گئے کئی رومی تو اچھل کر فصیل سے نیچے گر پڑے کئی فصیل ہی پر لوٹ گئے اس طرف فصیل پر رومیوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔

چونکہ مسلمانوں نے اچانک تیروں کی بارش کی۔ رومی اپنی حفاظت پر تیار نہ تھے اس لئے انھیں نقصان پہنچا اب وہ اپنی حفاظت پر مجبور ہو گئے۔ اور جس شدت سے وہ مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے اس میں کمی ہو گئی۔

مسلمانوں نے بڑی پھرتی سے تیر برسانے شروع کئے۔ رومی ان تیروں کو ڈھالوں پر روکنے اور ان سے بچنے لگے چونکہ یزیدؓ کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی اس لیے انھوں نے ہر طرف کے سرداروں کے پاس حکم بھیج دیا کہ وہ اگلی صف کے مسلمانوں کو ڈھالیں لینے اور ان سے پچھلی صف والوں کو تیر برسانے کی ہدایت کریں۔ ہر سردار نے اس حکم کی تعمیل کی اور اب ہر طرف رومیوں پر تیروں کی بوچھار پڑنے لگی۔

لڑتے لڑتے ظہر کا وقت آگیا ہر طرف ہر سردار نے آدھے لشکر کے ساتھ ایک رکعت اور بقیہ لشکر کے ساتھ دوسری رکعت نماز کی پڑھی۔

رومی حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمان لڑائی کے وقت بھی نماز نہیں چھوڑتے اور ان کے قسوں اور راہبوں نے کہا۔ "اس قوم نے اپنی عبادت سے اللہ کو راضی کر رکھا ہے کاش عیسائی بھی ایسے ہی نمازی ہو جائیں۔

ظہر کے بعد جنگ کا زور اور بھی بڑھ گیا۔ عصر کے وقت تک شدت سے جنگ ہوتی رہی عصر کے بعد مسلمان واپس لوٹ آئے اس روز مسلمان زخمی تو زیادہ ہوئے لیکن شہید کوئی نہیں ہوا۔ رومی تنسو کے قریب مارے گئے اور ڈیڑھ سو کے قریب زخمی ہوئے مسلمانوں نے میدان جنگ سے لوٹ کر عصر کی نماز پڑھی اور مجروحوں کی مرہم پٹی کرنے لگے

تیرھواں باب

سالار اعظم کی آمد

رات کو مسلمان زیادہ تر جاگتے رہے تمام فرودگاہ میں آگ کثرت سے روشن کی جاتی مسلمانوں کے خیمے قطار در قطار نصب تھے کئی کئی خیموں کے سامنے ایک ایک الاؤ روشن تھا اور ہر الاؤ پر تیزی سے آگ بھڑک رہی تھی۔ ان الاؤوں کی روشنی سے تمام لشکر گاہ روشن ہو رہا تھا۔ مسلمان یا تو نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے یا درود شریف پڑھ رہے تھے۔ بعض زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے

دوسرے روز جب صبح کی نماز پڑھ کر مسلمان میدان جنگ میں جانے لگے تو یزید بن ابی سفیان نے حکم دیا کہ آدھے مسلمان جنگ کریں اور آدھے آرام کریں۔ چنانچہ آدھے مسلمان لڑائی کے لیے نکلے اور آدھے فرودگاہ ہی میں رہے۔

یزیدؓ بن ابی سفیان۔ نے ہر سردار کے پاس یہ حکم بھیج دیا کہ روزانہ آدھے مسلمان جنگ کریں اور آدھے آرام کریں۔ اس روز بھی مسلمان بڑی دلیری سے لڑے لیکن رومیوں نے انہیں فصیل تک نہیں آنے دیا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ شام کو مسلمان واپس لوٹ کر آئے مجروح مسلمانوں کی مرہم پٹی کی گئی۔

اسی طرح مسلمان دس روز تک برابر لڑتے رہے لیکن اس سے عیسائیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ وہ گھبرائے نہ انھیں جنبش ہوئی نہ انہوں نے کوئی پیغام بھیجا بلکہ نہایت اطمینان سے لڑتے رہے اس عرصہ میں فریقین کے کافی آدمی مجروح ہوئے کئی سو رومی مارے گئے لیکن مسلمان ایک بھی شہید نہیں ہوا۔

گیارہویں روز صبح ہی سے پھر جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے بڑی دلیری سے یورش کی حسب معمول رومیوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کی اس روز مسلمان ڈھالوں کی آڑ لے کر بڑھے۔ اگلی صف ڈھالیں لئے ہوئے تھی اور پچھلی صف کے مسلمان

تیر برسائے رہے تھے۔ طرفین کے لوگوں میں جوش وخروش تھا۔

عین دوپہر کے وقت جابیہ کی طرف سے اسلامی علم نمودار ہوا؟ مسلمانوں نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ حضرت ابو عبیدہؓ مع بقیہ لشکر کے تشریف لے آئے۔ انہوں نے آگے ہو کر تکبیر وتہلیل کے نعرے لگائے۔

رومیوں نے خلاف معمول جب مسلمانوں کو مسرور و شادماں ہو کر نعرے لگاتے دیکھا تو انہیں تعجب ہوا۔ سوچنے لگے آج نئی کیا بات ہوئی ان کی نگاہیں بھی جابیہ کے راستے کی طرف اٹھ گئیں انہوں نے اسراف سے اسلامی لشکر آتے ہوئے دیکھا۔

انہیں ان کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ مسلمانوں کے سردار ابھی نہیں آئے ہیں جابیہ میں مقیم ہیں وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں کے سردار بھی آ گئے اس وقت ان پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوئی۔

جب علم قریب آیا اور اسلامی لشکر پاس ہی آ گیا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ لوائے اسلام غالبؓ بن سالم اٹھائے ہوئے ہیں زیر علم حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ اس کے داہنی طرف حضرت خالدؓ بن الولید اور بائیں طرف عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق تھے۔ باقی لشکر پیچھے تھا لشکر کے عقب میں عورتیں اور بچے تھے۔

اس لشکر نے جاتے ہی اس زور سے تکبیر کے نعرے لگائے کہ قلعہ کی بنیادیں ہل گئیں۔ فصیل کے اوپر جو رومی تھے وہ اچھل پڑے۔

ابو عبیدہؓ کے استقبال کے لیے لوگ دوڑے جو لشکر لڑ رہا تھا وہ تو برابر لڑائی ہی میں مصروف رہا۔ اور جو اس نووارد میں تھا وہ استقبال کے لیے نکلا مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ ابو عبیدہؓ نے بلند آواز سے کہا۔ السلام یا ارض المقدس یعنی اے پاک سرزمین تجھ پر سلامتی ہو۔

انہوں نے بھی مع اپنے لشکر کے گھوڑوں سے اتر کر نماز پڑھی عورتوں اور بچوں نے بھی نماز ادا کی۔

مسلمانوں کو حضرت ابو عبیدہؓ کے آنے سے بڑی ہی مسرت ہوئی۔ وہ خوش ہو

کر پر زور نعرے لگانے لگے۔ ادہر جو مسلمان لڑ رہے تھے انہوں نے اور بھی جوش وخروش سے لڑنا شروع کیا انہوں نے اس روز شہر فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ایک تو مسلمانوں کے نئے لشکر آنے کی وجہ سے دوسرے مجاہدین اسلام کے پرزور حملہ کرنے کے باعث رومیوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ رومی روسا اور اکابر قوم جمع ہو کر بیت المقدس کے بطریق کی خدمت میں گئے۔

بیت المقدس کا حکمراں ایک بطریق تھا جو بڑا بہادر اور ذی علم تھا۔ اس کا نام تمامہ تھا۔ اس کی دلیری اور اس کے علم وفضل کا تمام ملک شام میں شہرہ تھا وہ معمولی لڑائیوں میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ خاص خاص اور مشہور مشہور جنگوں میں حصہ لیتا تھا۔ اس قدر زیرک اور ذی فہم تھا کہ ہرقل اعظم کو جب کسی امر میں دشواری نظر آتی تھی تو اس کے مشورہ لیا کرتا تھا۔ اور ایسا عالم تھا کہ انجیل وتوریت کے نکات کے سمجھنے میں جب راہبوں اور پادریوں کو دقت ہوتی تھی تو اس کی طرف رجوع کرتے وہ ان گتھیوں کو حل کر دیتا تھا۔ اس نے پرانی کتابیں کثرت سے پڑھی تھیں۔

جب روسا اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بڑی شان سے استقبال کیا اور دریافت کیا "آج مسلمان شور کیسا کر رہے ہیں؟"

لوگوں نے کہا۔ "اے ارض ایلیا کے بزرگ! آج مسلمانوں کے بڑے سردار آگئے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے آنے کی خوشی ہے وہ خوش ہو ہو کر نعرے لگا رہے ہیں"۔

یہ سن کر تمامہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اس نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا "ہیہات ہیہات"۔

اس جماعت کے ساتھ کئی بزرگ اور مشہور راہب بھی تھے۔ راہبوں نے کہا۔

"آج کیا بات ہے کہ ہم تمہارے چہرے پر تذبذب اور انتشار کی علامتیں دیکھتے ہیں، حالانکہ تم کبھی ہراساں نہیں ہوتے"۔

تمامہ: "اگر مسلمانوں کے سردار وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے تو اس شہر کا فتح ہو جانا یقینی ہے"۔

ایک راہب۔ "کیا آپ انھیں پہچانتے ہیں"؟

قمامہ "ہاں۔ میں نے انکا ذکر کئی کتابوں میں پڑھا ہے لیکن ایک کتاب میں ان کا ملیہ تک لکھا ہے۔ اے یمی قوم کے مایۂ ناز فرزندو! ہمارے بزرگوں نے پرانی کتابوں میں نبیؐ عربی ان کے صحابیوں اور سرداروں سب کے حالات قلمبند کر دیئے ہیں۔ خوش قسمتی سے میں نے اکثر ایسی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں مسلمانوں کے سردار دیکھوں گا اگر وہ وہی ہیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں تو ان سے لڑنا بے فائدہ ہے۔ وہ اسی شہر کو نہیں بلکہ تمام ملک شام کو فتح کریں گے۔ اور اگر وہ نہیں ہیں اور پھر کسی کا اندیشہ نہیں ہے "

لوگوں نے عرض کیا۔ "آپ چل کر انھیں دیکھیں "

قمامہ "ہاں میں دیکھوں گا۔ تم ذرا صبر کرو۔ میں تیار ہو کر آجاؤں "

چنانچہ قمامہ محل کے اندر تیار ہونے کے لیے چلا گیا

چودہواں باب

قمامہ

قمامہ اس شان سے تیار ہو کر آیا کہ دیبائے روم کے کپڑے پہنے تھا۔ پورے ہتھیار لگائے تھا۔ سر پر چاندی کا خود تھا خود پر ایک چھوٹی سی جواہرات کی صلیب تھی۔ تمام راہب اور قس اس کے گرد ہو گئے۔ بعض راہبوں نے انجیلیں اٹھالیں اور بعض نے چاندی کی انگیٹھیاں لے لیں۔ ان میں خوشبو جل رہی تھی۔ بطریقوں کی جماعت ان کے پیچھے ہو گئی وہ فصیل پر چڑھ گئے اور اس برج میں آ کر ٹھہرے جو اس راستہ کے قریب تھا جس سے ابو عبیدہؓ آئے تھے۔

مسلمان ابو عبیدہؓ کے پاس آ آ کر انھیں سلام کر رہے تھے۔ ان کی تعظیم کرتے تھے جو مسلمان لڑائی میں مشغول تھے۔ وہ اور بھی جوش و خروش سے لڑنے لگے تھے۔

قمامہ بطریق کے کہنے سے ایک بلند آواز رومی نے پکار کر کہا۔ "مسلمانو! اتنی دیر لڑائی ملتوی کر دو کہ ہمارا بطریق تم سے کچھ باتیں کر دے"

مسلمانوں نے جنگ بند کر دی۔ اور جو مسلمان برج کے قریب تھے وہ برج کی طرف دیکھنے لگے بطریق نے اسی رومی کے ذریعہ سے گفتگو شروع کی جس نے جنگ ملتوی کرنے کے لیے کہا تھا وہ عربی زبان اچھی طرح جانتا تھا۔ اور عربی ہی میں گفتگو کر رہا تھا اس نے کہا۔ "اے گروہ عرب ہماری پرانی کتابوں میں تمھارے ان سردار کی صفت لکھی ہے جو اس شہر کو اور ملک فلسطین اور ملک شام کے تمام شہروں کو فتح کریں گے اگر تمہارے یہ سردار جو آج تمھارے پاس آئے ہیں وہی ہیں تو ہم تم سے نہ لڑیں گے بلکہ یہ شہر تمھارے حوالے کر دیں گے اور اگر وہ نہیں ہیں تو ہم ہرگز یہ شہر تمھارے حوالے نہ کریں گے تم اپنے سردار سے کہو کہ وہ اس مجمع کے قریب آ جائیں"

چند مسلمانوں نے دوڑ کر حضرت ابو عبیدہؓ سے رومی کی گفتگو بیان کی۔ ابو عبیدہ

چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے کہا "مجھے اندیشہ ہے رومیوں نے کوئی فریب کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ میں ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ کا تنہا برج کے قریب جانا مناسب نہیں ہے۔"

عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق نے کہا "اے ابا سلیمان (حضرت خالدؓ کی کنیت ہے) تمہارا اندیشہ کچھ بیجا نہیں ہے۔ اگر سردار اجازت دیں تو میں جا کر رومیوں سے معلوم کروں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟"

ابو عبیدہؓ نے کہا "لیکن رومی مجھے طلب کر رہے ہیں اگر میں نہ گیا تو کہیں وہ بگڑ کر پھر جنگ شروع نہ کر دیں۔ تم ان رومیوں سے واقف ہو یہ لوگ ناقص عقل ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان مشقت میں نہ پڑیں صلح ہو جائے تو اچھا ہی ہے۔"

خالدؓ "یہ تو ٹھیک ہے لیکن جب تم برج کے قریب جاؤ گے تو رومیوں کے بالکل سامنے ہو گئے اگر انہوں نے تیر کی بارش شروع کر دی یا حربے پھینکے یا منجینقوں سے پتھر برسائے تو کیا ہو گا؟"

ابو عبیدہؓ۔ "ہمارا احتیاط پر نہیں بلکہ خدا پر بھروسہ ہے۔ خدا نے جو ہماری قسمتوں میں لکھ دیا ہے پیش آئے گا ہمیں خوف و اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے۔"

عبدالرحمٰن۔ "اچھا آپ بھی چلیں اور آپ کے ساتھ میں بھی چلوں۔"

ابو عبیدہ۔ "لیکن رومی تنہا مجھے بلا رہے ہیں۔ اگر میں تمہیں یا کسی اور کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو وہ خیال کریں گے کہ میں ان سے ڈر گیا۔ تم کوئی اندیشہ نہ کرو مجھے تنہا جانے دو۔"

خالد۔ "بہتر ہے جائیے۔ ہم لوگ بھی ہوشیار اور مستعد رہیں گے اگر دیکھیں گے کہ رومیوں نے غداری کی تو تیر برسا کر ان کے بطریقوں کو پلٹ دیں گے۔"

ابو عبیدہ۔ "اس میں کچھ ہرج نہیں ہے۔"

ابو عبیدہ نے غالب بن سالم سے علم اپنے ہاتھ میں لیا۔ اسے جنبش دی پھریرا ہوا میں فراٹے بھرنے لگا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کے پرشور نعرے لگائے۔ ابو عبیدہ گھوڑا

بڑھا کر برج کے قریب پہنچے۔ چند مسلمانوں نے پکار کر کہا۔ "رومیو۔ ہمارے سردار یہی ہیں جو علم لے کر آئے ہیں۔

قس اور راہب ایک طرف ہٹ گئے قمامہ نے آگے بڑھ کر ابو عبیدہؓ کو دیکھا شروع کیا یہ بطریق ایسا ذی عزت تھا کہ عیسائیوں نے بیت المقدس میں اس کے نام کا ایک کینسہ تعمیر کرا دیا تھا۔ یہ کینسہ یعنی قمامہ بہت زیادہ مشہور ہو گیا تھا اس میں دین مسیحی کے بڑے بڑے عالم راہب اور قس رہتے تھے۔ بہت سی ننیں بھی رہتی تھیں۔ نن ان لڑکیوں کو اور عورتوں کو کہتے تھے جو کسی گرجا یا کنیسہ میں داخل ہو کر عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتی ہیں اور ساری عمر کنواری رہنے کا عہد کر لیتی تھیں جو عورت نن بن جاتی تھی پھر وہ شادی کرنا بھی چاہتی تو نہ کر سکتی تھی گرجہ کا یہی قانون تھا۔ جو مرد گرجہ میں داخل ہو جاتے تھے وہ راہب کہلاتے تھے وہ بھی ساری عمر کنوارے رہتے تھے۔ وہ بھی شادی نہ کر سکتے تھے۔ بعض شریف طبیعت اور نیک مرد اور عورتیں تو پاکبازی کے ساتھ اپنی تمنا اور عبادت و ریاضت کرتے گزار دیتے لیکن اکثر مرد اور عورتیں بدراہ ہو جاتے تھے۔ اور بعض کنیسوں اور گرجوں میں بدکاری زور پکڑ جاتی تھی اور جب حرامی بچے پیدا ہوتے تھے تو انہیں پیدا ہوتے ہی مار کر گرجوں میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ اکثر گرجوں میں ایسی ننھی ننھی بہت سی قبریں پائی جاتی تھیں اسلام نے اس لیے رہبانیت کی مذمت کی ہے۔

قمامہ نے برج سے جھانک کر بڑے غور سے ابو عبیدہؓ کو دیکھا اس نے کہا "مسیحی جانبازو! مژدہ ہو کہ یہ سردار وہ نہیں ہیں جن کا ذکر اور جن کی صفت ہماری کتابوں میں لکھی ہے یہ تمہارا کچھ نہیں بنا سکتے۔ تم بے فکری اور دلیری سے اس سے لڑو۔"

رومیوں نے یہ سن کر شور کیا۔ قمامہ چلا گیا اور ابو عبیدہؓ بھی واپس لوٹ آئے جب وہ حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت کیا: "کہیئے کیا رہا"؟

ابو عبیدہؓ نے جواب دیا: "میں کچھ نہیں جانتا بجز اس کے کہ میں برج کے قریب گیا ان کے شیطانوں میں سے ایک بڑے شیطان نے جھانک کر دیکھا اس نے

مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی اپنے لوگوں سے کچھ کہا۔ انہوں نے شور کیا۔ وہ شیطان چلا گیا اور قوم جنگ پر آمادہ ہو گئی۔"

خالد۔" ضرور اس میں کوئی راز ہے اللہ تعالیٰ ہم پر اس راز کو ظاہر کر دے گا۔"

چونکہ اب دن تھوڑا باقی رہ گیا تھا اس لیئے ابو عبیدہؓ نے جنگ ملتوی کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلمان اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف لوٹ گئے ابو عبیدہؓ نے بھی قیام کیا۔

پندرہواں باب

ایک بطریق کا قتل

جب مسلمان بیت المقدس میں پہنچے تھے تو سردی کا زمانہ شروع ہو گیا تھا اس نواح میں اس شدت کا جاڑا ہوتا تھا کہ گرم ملک کے لوگ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مسلمان عرب کے رہنے والے تھے عرب گرم ملک ہے۔ وہاں سردی کے زمانہ میں معمولی جاڑا ہوتا ہے رومیوں کا یہ خیال تھا مسلمان سردی کو برداشت نہ کر سکیں گے چند یوم قیام کر کے بھاگ نکلیں گے لیکن مسلمانوں نے سردی کی پرواہ نہیں کی رات کو وہ کثرت سے آگ روشن کر لیتے اور دن بھر لڑتے اسلامی لشکر کے ساتھ غلاموں کی پلٹن بھی تھی یہ غلام لڑائی میں بہت کم حصہ لیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے لیے آرام و راحت کا سامان کیا کرتے تھے جب مسلمان لڑائی میں مشغول ہوتے تو وہ لکڑیاں کاٹ کر لاتے۔ کھانا تیار کرتے اور ضرورت کے وقت راستوں کی صفائی کرتے۔

ابو عبیدہؓ نے دوسرے روز قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس روز ہر سردار اپنا کل لشکر لے کر میدان میں نکلا۔ اور چونکہ ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ وہ شہر مقدسہ اس کے ہاتھ پر فتح ہو۔ اس لیے میدان میں جاتے ہی سب نے پر زور حملے شروع کر دیئے۔

جنگ شروع ہو گئی رومیوں نے قلعہ کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ مسلمان نیچے سے پھینکنے لگے لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے تیر بیکار ضائع ہو رہے تھے۔ اول تو فصیل تک کم پہنچتے تھے اور اگر بعض پہنچ بھی جاتے تھے تو کنگوروں سے ٹکرا کر نیچے گر پڑتے تھے۔ رومی قہقہے لگاتے تھے اور منجنیقوں کے ذریعہ سے وزنی پتھر پھینکتے تھے۔

رومیوں کے تیروں اور پتھروں سے اکثر مسلمان زخمی ہو جاتے تھے۔ ابو عبیدہؓ

نے یہ کیفیت دیکھ کر اہل یمن کو بلایا یمن کے لوگوں کو تیر اندازی میں بڑا کمال حاصل تھا ان کا نشانہ بہت کم خطا ہوتا تھا انہوں نے حال میں جو تیر بنائے تھے وہ پہاڑی لکڑی کے تھے بڑے بے پک رو تھے۔ ابو عبیدہؓ نے اہل یمن سے کہا آج تمہاری تیر اندازی کا امتحان ہے تم لوگ پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاؤ۔ اپنی ڈھالیں اسی طرح سر اور پشت پر رکھ لو جس سے تمہیں کے رومیوں کے تیر اور پتھر نقصان نہ پہنچائیں۔

یمن والے بہت خوش ہوئے۔ وہ پیادہ پا بڑھے۔ جب اس جگہ پہنچے جہاں رومیوں کے تیر آرہے تھے تو انہوں نے ڈھالیں سامنے کر دیں۔ قدرے جھک گئے اور بڑی تیزی سے آگے بڑھے۔ تیر آ کر ان کی ڈھالوں سے ٹکرا رہے تھے۔ وہ ان مسلمانوں سے بہت آگے بڑھ گئے۔ جو پہلے سے لڑ رہے تھے۔

جب اہل یمن ایسے مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں سے ان کے تیر فصیل والوں پر ضرب لگا سکیں تو وہ سب الٹے لیٹ گئے۔ انہوں نے ڈھالیں اس طرح اوڑھ لیں جس سے ان کا سر اور پشت کا وہ حصہ جس پر دشمنوں کے تیر لگنے کا خیال ہو سکتا تھا۔ ڈھک گیا۔ انہوں نے کمانیں سنبھالیں۔ اور ترکشوں سے تیر نکال کر کمانوں میں رکھ کر چلے پوری طاقت سے کھینچے اور ایک ساتھ تیر چھوڑے۔ رومی انہیں اس طرح تیر چلاتے ہوئے دیکھ کر ہنسے ابھی وہ ہنس ہی رہے تھے کہ ایک دم بہت سے تیر فصیل پر آ کر ان کے سروں اور سینوں میں ترازو ہو گئے جن لوگوں کے تیر لگے وہ الٹ کر گرے۔ جو رومی ان کے پاس کھڑے ہوئے تھے وہ حیرت سے دیکھنے لگے اچانک پھر تیروں کی باڑ پڑی وہ بہت سے عیسائی قتل و مجروح ہو کر گرے یا تو رومی اس لیے ہنس رہے تھے کہ وہ سمجھتے کہ مسلمانوں کے تیر ان کے پاس تک نہیں آ سکتے۔ یا جب مسلمان کے تیروں نے انہیں قتل اور زخمی کرنا شروع کر دیا تو وہ گھبرا گئے ان میں اضطراب و انتشار پیدا ہو گیا۔

یمن کے عربوں نے اس پھرتی سے تیر چلائے کہ فصیل کے رومی بدحواس ہو گئے وہ تیر کھا کھا کر اولوں کی طرح گرنے لگے۔ ان میں جو فصیل کے باہر والے کنارے کی طرف کھڑے تھے وہ فصیل سے نیچے گر جاتے تھے وہ زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتے تھے۔

جب اس طرف کے رومی افسروں نے تیروں کی یہ حشر خیزی دیکھی تو انہوں نے جلدی سے ڈھالوں کی دیوار سی قائم کر دی اور ڈھالوں پر چمڑہ اور نمدہ کی چادریں تان دیں۔ اس سے عربوں کے تیروں سے انہیں امن ملا۔

بیت المقدس کے بڑے دروازے کے اوپر بے شمار رومی کھڑے تھے اور اس کے ملحق جو برج تھا اس میں ایک بطریق ریشم کے کپڑے اور اس پر چاندی کے زرہ پہنے کھڑا تھا۔ یہ بطریق بھی بڑا ہی معزز تھا۔ غلاموں کی پلٹن نیچے کرتے پہنے اس کے پیچھے اور برابر میں کھڑی تھی۔ ان کے کرتے بیش قیمت کپڑے کے تھے۔ چمڑہ کی خوبصورت پیٹیاں تھیں۔ بائیں ہاتھوں میں کمانیں لئے تھے پشتوں پر ترکش لٹک رہے تھے۔ پہلو میں تلواریں پڑی تھیں۔ اور داہنے ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے تھے۔

حضرت ضرار نے اس بطریق کو دیکھا وہ رومیوں کے تیروں سے بچتے ہوئے دروازہ کے قریب پہنچے اور انھوں نے پھرتی سے کمان ہاتھ میں لے کر ترکش میں سے تیر نکالا اور چلہ میں رکھ کر پوری طاقت سے کھینچا۔ عون بن مالک نے پکار کر کہا: "اے ابن ازور! اپنا تیر کیوں کھوتے ہو۔ فاصلہ زیادہ ہے کچھ کام نہ کرے گا۔"

انھوں نے کہا: "مجھ میں کوئی طاقت نہیں ہے خدا میں سب قدرت ہے۔"

انھوں نے بسم اللہ کہہ کر تیر چھوڑا! لوگ دیکھ رہے تھے تیر ہوا کی طرح اڑ کر بطریق کے حلق میں ترازو ہو گیا۔ وہ مردہ ہو کر گرا اس کے غلاموں اور ماتحت سپاہیوں نے چیخ چیخ کر رونا اور مسلمانوں کو گالیاں دینی شروع کیں۔

اس واقعہ سے رومیوں میں بھی جوش آ گیا انھوں نے بڑی تیزی سے تیر اور پتھر برسائے لیکن مسلمان دور تھے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ یہ اتفاق تھا کہ اس روز ایک مسلمان بھی زخمی تک نہ ہوا۔ رومی سینکڑوں مارے گئے۔ اور سینکڑوں ہی زخمی ہوئے ان کا ایک بطریق بھی مارا گیا۔

عصر سے کچھ پہلے ابو عبیدہؓ نے جنگ بند کرا دی۔ مسلمان واپس لوٹے چونکہ سردی زیادہ بڑھ گئی تھی اس لیے انھوں نے فرودگاہ میں جاتے ہی آگ روشن کر کے تاپنا شروع کیا۔

سولھواں باب

شہابؓ کا ذکر

شہابؓ کے چلے آنے کا عزنہ کو بڑا صدمہ ہوا تھا وہ بڑی شوخ اور چنچل تھی خوشدل اور ہنس مکھ تھی لیکن اب اس کی ساری شوخی اور خوشدلی کوچ کر گئی تھی وہ غمگین اور متفکر رہنے لگی تھی۔ کعب کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ وہ اپنی بہن پر جان دیتا تھا اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا تھا اسے خوش دیکھ کر خوش ہوتا تھا عزنہ کے نقرئی قہقہوں سے قصر گونجتا رہتا تھا اس کی نغمہ آواز آتی ہی رہتی تھی۔ لیکن اب اسے چپ لگ گئی تھی اس کی خوشی جاتی رہی تھی۔ اس کے حیات بخش لبوں پر تبسم کے بجائے سکوت تھا۔ حسین آنکھیں جو پیام مسرت دیا کرتی تھیں درد و غم میں ڈوب کر رہ گئی تھیں۔ اب نہ چہچہے تھے نہ قہقہے نہ ترنم ریز نغمہ رانیاں تھیں نہ حیات بخش تبسم تھا۔

محل کے خادموں، غلاموں اور کنیزوں کو اس کی حالت کی تبدیلی پر بڑا تعجب تھا۔ خود کعب بڑا متحیر تھا اس نے یہ خیال کیا عاصم ڈاکو خاندان احبار کی جو تحریر لے گیا ہے عزنہ کو اس کا صدمہ ہے چنانچہ اس نے ایک روز اس غمگین حور سے کہا "عزیزہ تم اس قدر غمگین کیوں رہتی ہو۔ تمہاری مسرت کیوں جاتی رہی ہے؟"

عزنہ چونک پڑی اسے خیال ہوا کہیں اس کی خود فراموشی نے اس کی محبت کے راز کو ظاہر تو نہیں کر دیا۔ اس نے جلدی سے کہا "نہیں تو بھائی جان میں غمگین تو نہیں رہتی۔"

کعب۔ "خوب اور غمگین و حزیں رہنا کسے کہتے ہیں پہلے تمہارے چہچہوں سے یہ قصر گونجتا رہتا تھا۔ تمہاری شوخی سے سب ہنستے رہتے تھے۔ اب قصر ماتم کدہ بنا ہوا ہے نہ تم ہنستی ہو نہ کوئی اور ہنستا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس گھر سے مسرت و شادمانی کوچ کر گئی ہے۔

کعب کی اس تقریر سے عزرہ کے نازک دل کو ڈھارس بندھی۔ اسے ایک ہمدرد کی تلاش تھی کعب نے ہمدردانہ طریقہ اختیار کیا۔ عزرہ کا دل بھر آیا جی چاہا کہ رو دے۔ لیکن وہ خوب جانتی تھی کہ اگر ذرا بھی ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو محبت کا راز طشت از بام ہو جائے گا۔ جیسے آنکھوں کا ایک آنسو بدنام کرے گا۔ اس نے بگڑی ہوئی طبیعت پر قابو پاتے ہوئے کہا: "بھائی جان میں خود حیران ہوں کہ میری طبیعت کو کیا ہو گیا ہے نہ کھانے کو جی چاہتا ہے نہ ہنسنے بولنے کو۔"

کعب: "میں تیرے دردِ غم کی وجہ جانتا ہوں۔"

ابھی کعب نے فقرہ پورا نہ کیا تھا۔ عزرہ نے سمجھا اس کے دل کا چور پکڑا گیا۔ اسے سخت رنج و قلق ہوا۔ وہ بے چین ہو گئی۔ اس نے غم دیدہ بھری نظروں سے کعب کو دیکھا کعب اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا: "تجھے خاندانی تحریر کے ضائع ہو جانے کا صدمہ ہے رنج نہ کر اول تو جہال نے اس تحریر کو واپس لانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہ لا نہ سکا تو پھر میں خود کوشش کروں گا۔"

اس گفتگو سے عزرہ نے یہ سمجھ لیا کہ اس کا خیال غلط تھا محبت کا راز ابھی تک راز ہے اسے اطمینان ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر جو خشکی آئی تھی وہ دور ہو گئی۔ دل میں جو دھڑکن پیدا ہو گئی تھی وہ جاتی رہی۔ اس نے کہا: "کیا آپ اسے معمولی بات سمجھ رہے ہیں نہ معلوم اس تحریر میں خاندان کے کیا راز تھے۔ اس کے ضائع ہونے کا رنج ہونا تو قدرتی بات ہے۔"

کعب: "میں سمجھتا ہوں لیکن عزرہ ذرا خیال تو کرو جب ہم نے اپنے پاس پیارے باپ ہی کو صبر کر لیا جس نے یہ تحریر دی تھی تو کیا تحریر کو صبر نہ کریں گے۔ پھر ابھی تو صبر کا سوال ہی نہیں ہے۔" اس کی واپسی کے لیے پوری پوری کوشش کی جائے گی جب بالکل ناامیدی ہو جائے اس وقت غم کرو تو کچھ بے جا نہیں ہے۔

عزرہ: "میں طبیعت کو سمجھاتی ہوں لیکن بعض وقت کچھ زیادہ پریشان ہو جاتی ہے۔"

کعب: "عزیزہ زیادہ پریشان مجھے ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس تحریر کے ضائع ہونے سے نقصان مجھے ہی پہنچ سکتا ہے۔ لیکن تم دیکھتی ہو۔ میں بڑے استقلال سے نقصان

کو برداشت کر رہا ہوں۔ مجھے تو سب سے زیادہ مسرت یہ ہے کہ تم اس کے چنگل سے بچ گئیں۔ اگر خدانخواستہ وہ تمہیں لے جاتا تو یا تو میں دیوانہ ہو جاتا یا عاصم کو مار ڈالتا یا وہ مجھے قتل کر دیتا۔ شہابؓ نے تمہیں اس کے پنجہ سے بچا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

شہابؓ کا نام آتے ہی عزنہ کے دل پر دھکا سا لگا اسکے چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اس کی یاد نے اسے سخت بے چین کر دیا۔ مگر اس نے اب بھی ضبط کا دامن ہاتھوں سے نہیں چھوڑا عزنہ دنگا ہوں سے کعب کو دیکھ کر کہا۔" ہم سے ایک غلطی ہو گئی بھائی جان۔

کعب: "کیا؟"

عزنہ: "شہابؓ نے کہا تھا کہ وہ فلسطین کے اسلامی گورنر کو لکھیں گے ان کا نام شاید عمروؓ بن العاص بتایا تھا۔ کہتے تھے کہ وہ عاصم سے وہ تحریر طلب کر لیں گے۔"

کعب: "یا تو اس کا میرے سامنے ذکر نہیں ہوا یا میں مجروح ہونے کی وجہ سے یاد نہ رکھ سکا۔ یہ تدبیر سب سے سہل اور نہایت مناسب تھی۔"

عزنہ: "میرے خیال میں آپ کے سامنے اس کا ذکر نہیں آیا۔ انہوں نے مجھ سے راستہ میں کہا تھا پھر میرے یاد نہ رہا۔"

کعب۔ "خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ جمال ضرور دل و جان سے کوشش کرے گا۔"

عزنہ۔ "بھائی جان تمہیں یقین ہو تو مجھے بالکل ہی یقین نہیں ہے کہ وہ کوشش کرے گا۔"

کعب۔ "عزیزہ! وہ یقیناً کوشش کرے گا۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ جو شخص اس تحریر کو واپس لے آئے گا۔ اگر عزنہ راضی ہوئی تو میں اس کے ساتھ اس کی شادی کر دوں گا۔"

یہ سن کر عزنہ کی تو جان ہی نکل گئی اول تو جمال کو بالکل بھی پسند نہ کرتی تھی۔ دوسرے اسے شہابؓ سے محبت ہو گئی تھی اسے بڑا فکر ہوا۔ شرم اُسے اجازت نہ دیتی تھی

کہ وہ لب کشائی کرے مگر دل کا تقاضا تھا کہ یہی وقت قسمت آزمائی کا ہے اس وقت شرم کی تو عمر بھر روئے گی چنانچہ اس نے کہا۔ "نہال پر کوئی اعتبار نہیں رہا وہ ایک دفعہ ڈاکوں سے ساز باز کر چکا ہے۔ ممکن ہے کہ پھر ساز باز کر کے کوئی اور نقصان پہنچا دے۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ اس کی باتیں محض چاپلوسی اور دھوکہ دینے کی ہیں۔"

کعب کو بھی یہی خیال ہو گیا اس نے کہا۔ "تم نے سچ کہا۔ تب شہاب سے کوشش کرنی چاہیئے لیکن اس کے لیے مجھے اور تمہیں دونوں کو بیت المقدس جانا پڑے گا۔"

عزنہ۔ "میں جا کر کیا کروں گی؟"

کعب۔ "میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ اچھا تم تیار ہو جاؤ۔ کل چلیں گے۔"

عزنہ بہت خوش ہوئی دونوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

سترہواں باب

برف اور بارش کے طوفان

مسلمان واقعی بڑے ہی سخت جان تھے وہ دن بھر لڑتے تھے رات کو عبادت کرتے تھے سخت سردی کا مقابلہ کرتے تھے۔ صرف زندہ رہنے کے لیے کچھ تھوڑا بہت کھاتے تھے۔ کم کھانے اور زیادہ عبادت کرنے سے ان کی روحانی قوت بڑھ گئی تھی اور اس روحانی قوت بڑھ جانے کی وجہ سے وہ بارش اور ہوا کے طوفان برف بازی اور سردی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک رات کو اس شدت سے برف پڑی کہ پانی جم گیا۔ آگ بجھ گئی خیموں اور کمبلوں پر سفید سفید برف پڑ کر جم گئی۔ ہوا اتنی ٹھنڈی ہو گئی کہ جب کوئی جھونکا چلتا تھا تو جسموں میں تیر کی طرح لگتا تھا۔

مسلمانوں کے پاس خیمے کم تھے کچھ لوگ کمبل تان کر ان کے سایہ میں پڑے رہے تھے گھوڑوں کے لیے بھی کمبل تان لیے جاتے تھے لیکن کمبلوں کے اوپر تان لینے سے ادھر ادھر ہوا نہ رکتی تھی۔ اس لیے جو لوگ کمبلوں کے سایہ میں پڑتے تھے انھیں ساری رات سردی اور ہوا تکلیف پہنچاتی رہتی تھی۔

جس روز کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس روز معمول سے زیادہ برف پڑی۔ صبح کو کہر ایسا چھایا کہ پاس کھڑا آدمی نظر نہ آتا تھا اسلامی فرودگاہ میں آگ بجھ گئی تھی مسلمانوں کو نہ گرم پانی ملتا تھا نہ وہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔ ٹھنڈے برف جیسے پانی سے وضو کرتے۔ انھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس قدر سردی معلوم ہوئی کہ بدن کانپنے لگے۔ ہاتھ پاؤں ٹھٹھر گئے اس روز مسلمان جنگ کے لیے میدان میں نہ نکل سکے دوپہر تک کہر چھایا رہا دوپہر کے بعد آفتاب نکلا۔ مسلمان دھوپ میں جا بیٹھے۔ کئی گھنٹے بیٹھے رہے جب بدنوں میں کچھ گرمی آئی لیکن عصر ہی کے وقت سے پھر سردی شروع ہو گئی۔ اس روز مسلمانوں نے

زیادہ لکڑیوں کا انتظام کر لیا تھا اور ساری رات خوب آگ جلائی۔ مگر پچھلی رات کو برف باری سے آگ کے الاؤ سرد ہو گئے آگ بجھ گئی اور سردی کا زور بڑھ گیا۔ مسلمان کمبلوں میں لپٹ گئے اور سردی کی زیادتی کی وجہ سے پیٹوں میں گھٹنے لگا کر دوہرے ہو گئے اس روز بھی اس کثرت سے برف پڑی کہ خیمے، کمبل، زمین، سبزہ، پتھر اور پانی سب سفید ہو گئے بعض کمبل تو برف کے بوجھ سے گر پڑے۔ سردی اس قدر بڑھ گئی کہ مسلمانوں کے دانت سے دانت بجنے لگے خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ مسلمانوں نے برفیلے پانی سے وضو کیا اور کئی کئی کمبل اوڑھ کر نماز پڑھی۔ اس روز بھی کہر چھایا رہا۔ دوپہر کے بعد آفتاب نکلا۔ مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔

عیسائیوں کا خیال تھا کہ سردی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے جس کی تاب بیت المقدس کے عیسائی باشندے بھی نہیں لا سکتے۔ بہت سے آدمی سردی سے ٹھٹھر کر مر جاتے ہیں۔ مسلمان جو میدان میں پڑے ہیں جن کے پاس کافی خیمے اور کپڑے برف باری اور سردی سے بچنے کے لیے نہیں اس سرد موسم کی تاب نہ لا سکیں گے۔ بہت سے اکڑ کر مر جائیں گے۔ باقی بھاگ جائیں گے۔

لیکن مسلمان سخت سردی کا برابر مقابلہ کرتے رہے۔ یہ تو ہوا کہ وہ ایک ہفتہ تک لڑائی کے لیے نہ نکل سکے۔ مگر اپنی جگہ پڑے رہے۔ گھبرا کر بھاگے نہیں۔ ایک ہفتہ تک روزانہ برف باری ہوتی رہی۔ آٹھویں دن بڑے زور کی بارش ہوئی۔ بہت تیز ہوا چلی۔ بارش سے خیموں کے کھونٹے ڈھیلے پڑ گئے۔ زمین نرم ہو گئی۔ تیز ہوا نے خیمے اکھاڑ ڈالے ہوا اور بارش کا طوفان آ گیا تھا تمام مسلمان جاگ گئے تھے۔ جو لوگ خیموں کے اندر تھے خیمے گرنے کی وجہ سے وہ ان کے نیچے دب گئے تھے۔ پانی پڑنے سے خیمے بہت بوجھل ہو گئے تھے لوگ ان کے نیچے سے بڑی مشکل سے نکلے۔ اور جو لوگ کمبلوں کے سایہ میں تھے ہوا نے کمبل اڑا دیئے تھے۔ اور وہ بارش میں بیٹھے رہ گئے تھے۔

خیموں کے گر جانے کی وجہ سے تمام مسلمان ایک ہی حالت میں ہو گئے تھے۔ کوئی ایک خیمہ بھی کھڑا ہوا نہ رہا تھا۔ سب لوگ بغیر سایہ کے رہ گئے۔ تھے پچاس پچاس

اور سو سو آدمیوں کے گروہ سر جوڑ جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ کمبل اوڑھ رکھے تھے۔ اور ہوا اور بارش کا مقابلہ کر رہے تھے۔

ایک ہفتہ تک برف باری ہوتی رہی تھی۔ اور ہوا اس قدر تیز چل رہی تھی کہ درختوں کی جڑوں کو ہلائے دیتی تھی۔ مسلمانوں کے پاس سر چھپانے کو کوئی پناہ گاہ نہ تھی۔ کمبل بارش سے بھیگ کر بوجھل ہو گئے تھے۔ کمبل بھی کہاں تک پانی کو روکتے وہ تر ہو گئے۔ کپڑے بھیگ گئے۔ اور آخر پانی نے جسموں کو تر کر دیا۔

سردی سخت پڑ گئی تھی۔ مسلمان بارش اور ہوا میں بیٹھے کانپ رہے تھے۔ گھوڑے بھی جاڑے کی وجہ سے ہنہنا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ مسلمان اور ان کے جانور اس طوفان میں ہلاک ہو جائیں گے۔

مسلمان صرف خدا کے لیے جہاد کرنے آئے تھے دین اسلام کی حمایت مد نظر تھی۔ انہوں نے برف باری۔ بارش اور ہوا کے طوفانوں سے تنگ آ کر کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ ہم خدا کا کام کر رہے ہیں۔ خدا ہماری مدد کیوں نہیں کرتا۔ وہ چاہے تو برف نہ پڑے۔ بارش نہ ہو۔ ہوا نہ چلے۔ مسلمان جانتے تھے کہ خدا ان کی وجہ سے اپنا قانون نہ بدلے گا وقت پر برف بھی پڑے گی۔ سردی بھی ہو گی۔ بارش بھی ہو گی اور ہوا بھی چلے گی۔

اگر وہ آج کل کے ہم جیسے مسلمان ہوتے تو خدا کی شکایتیں کرنے لگتے کہ ہم اس کے دین کی حمایت کے لیے گھروں سے نکلے۔ وطن سے دور سرد مقام پر لڑنے آئے ہیں اور خدا اتنی مدد بھی نہیں کرتا کہ برف۔ سردی۔ بارش اور ہوا کو روک دے۔ ممکن تھا بعض لوگ غصہ میں آ کر اول فول بک کر گنہگار ہو جاتے۔ اور بعض لوگ ہمتیں ہار کر بھاگ نکلتے۔ لیکن وہ ایسے مسلمان تھے کہ ہر بات کو خدا کی طرف سے سمجھتے تھے کہتے تھے کہ خدا آزمائش کر رہا ہے ہم اس کے ہیں اسی نے زندگی دی ہے وہ جب چاہے لے لے۔ آرام سے رکھے یا تکلیف میں ہم شکایت کر کے گنہگار کیوں ہوں۔

صبح ہونے پر ہوا کا طوفان رکا۔ بارش کم ہوئی۔ لیکن مسلمان تر ہو گئے تھے۔ ہڈیاں

بھیگ کر اس قابل نہ رہی تھیں کہ انھیں جلایا جاتا۔ ہر لشکر میں صبح کی اذان ہوئی اس حالت میں بھی مسلمانوں نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ سورج نکلنے کی دعا مانگی۔

جب دن نکل آیا تو غلاموں کے گروہ کا پنتے ہوئے لکڑیاں کاٹنے کے لیے گئے۔ دوپہر کو لکڑیاں لائے وہ بھی گیلی تھی بڑی محنت اور کوشش کر کے لوگوں نے آگ جلائی۔ لکڑیاں گیلی ہونے کی وجہ سے دھواں زیادہ اٹھتا تھا اور شعلے کم لیکن پھر بھی کچھ گرمی تو تھی سب سے پہلے مسلمانوں نے اپنے کپڑے سکھائے پھر کھانا تیار کیا۔ ظہر کے وقت بادل پھٹا۔ دھوپ نکلی مسلمانوں نے خشک زمین دیکھ کر وہاں قیام کیا۔ خیموں کو سکھانے کے لیے پھیلا دیا۔ شام تک کمبل اور خیمے پھر ہرے ہو گئے۔ عصر کی نماز کے بعد پھر خیمے کھڑے کیے گئے کمبل تہانے گئے اور مغرب کے وقت تک کیمپ قائم ہو گیا۔

جب دھوپ نکلی تو عیسائیوں نے فصیل پر کھڑے ہو کر دیکھا وہ مسلمانوں کے خیمے گرے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ اب مسلمان ضرور بھاگ جائیں گے مگر جب مسلمان نہ بھاگے تو وہ ان کی سخت جانی پر تعجب کرنے لگے۔

اٹھارہواں باب

غزنہ اور کعب کی آمد

بارش اور برف باری کی وجہ سے قلعہ پر حملہ نہ ہو سکا۔ پندرہ بیس روز گذر گئے کبھی برف پڑتی کبھی ہوا اس زور سے چلتی تھی کہ تیر کام نہ کرتے تھے اکثر گھٹائیں امنڈتی رہتی تھیں کبھی کبھی بارش بھی ہو جاتی تھی۔ مسلمانوں کو آفریں ہے کہ انھوں نے یہ تمام سختیاں انگیز کیں مطلق نہیں گھبرائے۔ حالانکہ ان کے ساتھ جو رومی مترجم جاسوس اور راہبر تھے وہ گھبرا گئے اور انھوں نے مسلمانوں کو وہاں سے کوچ کر جانے کی ترغیب دی۔ ان سے کہا۔

"جاڑے کا موسم یہاں سخت اذیت رساں ہوتا ہے اکثر اس قدر برف پڑتی اور اتنی سردی ہوتی ہے کہ آدمیوں کا خون جم جاتا ہے اور وہ مر جاتے ہیں"

مسلمانوں نے انھیں تسلی دی اور کہا۔

"تم تو اس سرد ملک کے رہنے والے ہو۔ تم کیوں [illegible] سے گھبراتے ہو۔ ہمیں دیکھو ہم گرم ملک کے رہنے والے ہیں لیکن ہر قسم کی اذیت اور تکلیف برداشت کر رہے ہیں"

مسلمانوں کا تو یہ خیال تھا کہ عیسائی محاصرہ سے تنگ آ کر اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان ہوا اور بارش کے طوفان اور برف باری کی شدت سے بھی نہیں گھبرائے۔ صلح کا پیغام دیں گے اور عیسائی یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کو برف، ہوا اور بارش نے تنگ کر دیا ہے وہ عنقریب ضرور محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں گے"

لیکن نہ تو مسلمان ہی محاصرہ اٹھاتے تھے اور نہ عیسائی ہی مصالحت پر آمادہ ہوتے تھے۔ دونوں اپنی اپنی طرف تنے ہوئے تھے۔ چونکہ مسلمانوں نے حملے ملتوی کر دیئے تھے۔ اس لیے عیسائیوں کو بھی یہ خیال تھا کہ وہ تنگ آ چکے ہیں اور عنقریب ہی اپنا

راستہ لینے والے ہیں۔

مسلمانوں کو بھی یہ خیال ہو گیا تھا کہ کہیں بڑھی ہوئی سردی سے نمونیہ نہ ہیں جلائے لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ باوجودیکہ مسلمان سردی میں ٹھٹھرے، بارش میں بھیگے سرد ہواؤں نے جسموں کو کپکپا دیا۔ مگر بیمار کوئی نہیں ہوا۔ کسی کو بخار تک بھی نہ آیا۔ حتیٰ کہ زکام بھی نہ ہوا۔

ایک روز عین دوپہر کے وقت چند مسلمان لکڑیاں کاٹنے چلے۔ غلام اس قدر لکڑیاں کاٹ کر نہ لائے تھے جس سے تمام رات تمام فرودگاہ میں آگ روشن رہے۔ اور سارے مسلمان دونوں وقتوں کا کھانا بھی تیار کریں۔ اگرچہ یہ خدمت غلاموں کے سپرد تھی لیکن مسلمان ان کا ہاتھ بٹانے لگے تھے۔ شہابؓ کو یہ خیال ہوا کہ وہ بھی اوروں کی طرح تندرست ہیں غلاموں کے اوپر کیوں بیٹھے رہیں۔ کیوں نہ لکڑیاں کاٹ کر لایا کریں چنانچہ کلہاڑی، تلوار اور لکڑیاں باندھنے کے لیے چمڑہ کا تسمہ لے کر چلے۔ لشکر گاہ سے نکل کر سیدھے فلسطین کے راستہ پر ہوئے۔ غلاموں نے قرب و جوار کی تمام لکڑیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ اسی لیے انہوں نے گھوڑا لے لیا تھا۔ تاکہ دور بھی جانا پڑے تو بے تکلف چلے جائیں۔

وہ کئی میل آگے بڑھ گئے۔ سر راہ انہیں ایک درخت نظر آیا۔ اس پر کچھ خشک ڈالیں دیکھ وہ گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور درخت پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ مگر فوراً ہی خیال آیا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پہلے نماز ادا کر لوں۔ انہوں نے ادھر ادھر پانی کی تلاش کے لیے نگاہ ڈالی۔ دور پر پانی نظر آیا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ پانی کے پاس پہنچ کر وضو کیا۔ وہیں سبزے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

جب وہ نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی۔ انہوں نے کچھ خیال نہیں کیا۔ اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ جب فارغ ہو کر اٹھے اور گھوڑے کی طرف چلے تو دو سوار پاس ہی کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ ان میں سے ایک عزنہ ہے وہ اسے وہاں دیکھ کر سخت متحیر ہوئے

ہمہ تن اشتیاق بن کر اس کی ملاقات کو چلے۔ قریب جا کر کعب پر نظر پڑی۔ کچھ نادم اور کچھ ہراساں ہوئے۔ کعب نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر خیر و عافیت دریافت کی اور کہا "خیر ہے خلاف توقع کیسے آنا ہو گیا"۔

کعب نے جواب دیا" ضرورت ہی سے آئے ہیں"۔

شہابؓ۔ بڑی مہربانی کی چلیئے۔ فرودگاہ میں تشریف لے چلیئے۔ وہیں سنوں گا۔ آپ کو کیا ضرورت کھینچ کر لائی ہے۔

عزہ نے مسکرا کر کہا " آپ تو بھاگ ہی آئے تھے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ ہم یہاں تک بھی پیچھا نہ چھوڑیں گے"۔

شہابؓ: "ہم مسلمان جہاد سے بڑھ کر کوئی کام نہیں سمجھتے۔ اسی لیے آنا پڑا"۔

کعب۔ "سنا ہے تم عرصہ سے بیت المقدس کا محاصرہ کیئے پڑے ہو"۔

شہاب۔ "جی ہاں: آج پورے دو مہینے ہو چکے ہیں"۔

کعب۔ "مگر کامیابی کی کوئی اُمید نہیں"۔

شہابؓ۔ "ابھی تک کوئی اُمید نہیں لیکن ہمارا اعتماد خدا پر ہے۔ جب چاہے گا قلعہ فتح ہو جائے گا"۔

عزہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت ہوا۔ آپ ہی فتح کریں گے"۔

شہابؓ نے اس شوخ حسینہ کو دیکھتے ہوئے کہا" انشاء اللہ۔ کیوں تمھیں رشک کیوں ہے؟"

عزہ نے روح نواز نگاہوں سے دیکھ کر۔ اس لیئے کہ اس قسم کے لوگ دلیر نہیں ہوتے"۔

شہابؓ اس کی نگاہ سحر طراز سے مسحور ہو گئے۔ انہوں نے کہا کس قسم کے لوگ دلیر نہیں ہوتے"۔

عزہ۔ "جو ڈاکو کو بھاگ جانے کا موقعہ دے دیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ وہ اپنی جان ہی لے کر بھاگا ہے یا کچھ اور بھی لے گیا ہے"۔

کعب نے شہابؓ سے کہا۔ بھائی شہاب! عزرہ کو خاندانی تحریر کے چلے جانے کا بے حد ملال ہے۔ اس غم میں اس کی بشاشت وشادمانی رخصت ہو گئی ہے۔ اگر کوئی سخت بات اس کی زبان سے نکل جائے تو برا نہ ماننا۔"

چونکہ شہابؓ عزرہ کے مسکرانے اور نگاہ سحر طراز کے دیکھنے سے کچھ سرخ رو ہو گئے تھے اور اس بت طناز کو دیکھ کر ان کے جسم کا تمام خون سمٹ کر ان کے چہرہ اور پیشانی کی طرف چڑھ گیا تھا جس سے چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کعب نے یہ سمجھا کہ عزرہ کی گفتگو انہیں ناگوار گذری۔ اور انہیں غصہ آ گیا ہے۔ شہابؓ نے کہا۔
"کہنے دیجئے ان کے سن کا تقاضا ہی شوخی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھے معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ سفاک تحریر لئے جا رہا ہے ورنہ یا تو تحریر لاتا یا میں مارا جاتا۔"

عزرہ۔" آپ نے کہا تھا کہ عمرؓو بن العاص کو لکھیں گے۔ شاید لکھ دیا۔"

شہاب۔" افسوس میں بھول گیا تمہاری شکایتیں بجا ہیں انشاء اللہ اب جس طرح آپ کہیں گی میں کروں گا۔ چلیے خیمے پر چل کر باتیں کریں گے۔"

کعب۔" چلیئے۔"

شہابؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور تینوں وہاں سے چل کر لشکر میں آ گئے۔"

انیسواں باب

حسین ساحرہ

شہاب کو عزرہ کے آنے سے بڑی مسرت ہوئی انہوں نے اس کی اور کعب کی بڑی مدارات کی۔ کعب خاصے متمول تھے۔ امیرانہ شان سے رہتے تھے۔ عیسائی امیروں کی طرح تکلفات رکھتے تھے جب انھوں نے مسلمانوں کی سادگی اور سادہ معاشرت دیکھی تو بڑے متاثر ہوتے۔ ان کی ضروریات محدود تھیں، ہر شخص اپنا کام خود کرتا تھا جن لوگوں کے پاس غلام تھے وہ غلاموں کا کام خود بھی کر دیا کرتے تھے بڑے سے بڑے سردار حتی کہ سپہ سالار ابو عبیدہ کے پاس بھی فرش کے لیے عام آدمیوں کے مثل معمولی کمبل تھے۔ معمولی لباس تھا۔ تمام مسلمان ایک ہی قسم کے کپڑے پہنتے تھے ایک ہی طرح کا کھانا کھاتے تھے کوئی بھی امتیازی شان نہ رکھتا تھا۔ آپس میں بڑی محبت رکھتے تھے مساوات کا یہ عالم تھا کہ غلام اور آقا، امیر اور غریب، سردار اور سپاہی سب برابر تھے۔ جو زیادہ پرہیزگار اور عبادت گذار تھا اس کی زیادہ عزت تھی خواہ وہ غلام آدمی ہی کیوں نہ ہو۔

ایک ہم مسلمان ہیں کہ ہم نے تمول اور پیشوں کے لحاظ سے درجے اور طبقے مقرر کر لئے ہیں۔ ایک دولت مند کیسا ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو علانیہ گناہ کرتا ہو لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ اور ایک غریب مسلمان کتنا ہی پرہیزگار اور عبادت گذار ہو اسے تحقیر کی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ خدا نے یہ فرمایا ہے کہ تم میں معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے۔

دراصل گناہگار دولت مندوں کی عزت کر کے ہم انھیں انورشہ دیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں ڈوبتے چلے جائیں۔ اگر ہم ان کی عزت نہ کریں۔ ان سے علیک سلیک ختم کر دیں صاف کہہ دیں کہ جب تک تم نماز نہ پڑھو گے پرہیزگار نہ بنو گے ہم سے

تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے تو وہ گناہوں سے کنارہ کشی کریں گے۔ نمازی اور دیندار بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم متفق و متحد رہو ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ ہم نے اپنی قوم میں طبقے اور درجے مقرر کر کے نااتفاقی پیدا کر لی ہے۔ بڑے چھوٹوں کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ پیشوں کے لحاظ سے قومیں یا ذاتیں بن گئی ہیں۔ شریف اور رذیل کہلانے لگے۔ اس سے ہماری اجتماعی قوت منتشر ہو گئی ہے ہم میں نفاق پیدا ہو گیا ہے۔ ہماری ہوا اکھڑ گئی ہے اور ہم ذلیل و خوار ہو گئے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ادنیٰ و اعلیٰ شریف و رذیل کے احمقانہ خیالات چھوڑ دیں۔ ہر طبقہ کے مسلمان کو بھائی سمجھیں۔ اس کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ آپس میں میل اور محبت بڑھائیں۔ متحد و متفق ہو کر رہیں یقیناً پھر ہماری ہوا بندھ جائے گی۔ پھر ہم غیرت رفتہ کو حاصل کر لیں یاد رکھو اتفاق میں بڑی برکت ہے۔"

کعب مسلمانوں میں مساوات۔ اخوت۔ ہمدردی دیکھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھے۔

"خدا کی قسم، مذہب یہی سچا ہے اگر میرے باپ دادا یہودی نہ ہوتے تو میں یہی مذہب اختیار کر لیتا۔"

مسلمانوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ شہابؓ نے چاہا کہ غرنہ کو عورتوں میں بھیج دیں لیکن کعب نے کہہ دیا ہم کچھ زیادہ عرصہ ٹھہرنے کے لیے نہیں آئے ہیں اگر تمہارے خیمے میں ہم دونوں کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے تو ایک شب قیام کر کے واپس چلے جائیں گے۔

شہاب کے پاس خیمہ بڑا تھا۔ ابو عبیدہ نے انھیں خاصا وسیع خیمہ دے دیا تھا۔ انھوں نے کہا۔

خدا کے فضل سے میرا خیمہ کافی بڑا ہے ایک آدمی کیا اس میں دس بارہ آدمی آرام سے رہ سکتے ہیں۔ میں نے تو ترحم کی وجہ سے کہا تھا کہیں میری موجودگی کی

وجہ سے کوئی تکلیف نہ اٹھائیں۔ یا انھیں کوئی تکلیف نہ کرنا پڑے۔"
غزنہ نے کہا۔
"اطمینان رکھو نہ مجھے تکلیف ہو گی۔ اور نہ تکلف کروں گی۔"
کعب اور غزنہ وہیں مقیم ہو گئے۔ شہابؓ چاہتے تو یہ تھے کہ غزنہ کی مدارت خوب کریں۔ اچھی اچھی چیزیں پکائیں لیکن مسلمان سادہ کھانا کھاتے تھے۔ مہمانوں کو بھی سادہ ہی کھلاتے تھے۔ انھیں خیال ہوا کہ اگر انھوں نے ثرید (عربوں کا مرغوب کھانا ہے) یا اسی قسم کا کوئی اور کھانا تیار کرایا تو لوگ شک نہ کرنے لگیں۔ بعض میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بات بات میں افشائے راز کا اندیشہ ہونے لگتا ہے۔
پھر بھی انھوں نے اچھا ہی کھانا تیار کرایا اور کھانا کھلانے کے بعد غزنہ کے لیے نرم اور آرام دہ بستر کر دیا۔ دوسرے روز شہاب کعب کو اپنے ساتھ لے کر ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے۔ انھیں ان سے ملایا۔ ابو عبیدہؓ دیر تک اُن سے باتیں کرتے رہے۔ کعب نے اٹھنا چاہا سردار نے انھیں روک لیا۔ شہابؓ چلے آئے ان کے پاس بھی ایک غلام تھا انھوں نے اسے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود خیمے کے اندر پہنچے۔
غزنہ لباس تبدیل کر کے بیٹھی تھی۔ اس کا رنگ سفید گلابی مائل تھا۔ بڑی حسین تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرمگیں تھیں جب وہ اٹھا کر بات کرتی تھی تو دیکھنے والا مسحور ہو جاتا تھا۔ اس نے نگاہ ناز سے شہابؓ کو دیکھا۔ شہابؓ کھڑے ہو گئے۔
اس نے فردوسی تبسم کے ساتھ کہا۔
"بھائی جان کو کہاں چھوڑا؟"
شہاب۔ "سپہ سالار سے باتیں کر رہے ہیں۔"
غزنہ۔ "تمھیں ہمارے آنے سے تکلیف تو بہت ہوئی ہوگا"
شہاب۔ "اگر سچ پوچھو تو بڑی راحت ہوئی۔" غزنہ۔ "میں ان

کیا کرتا تھا۔"

غزنہ نے شوخی سے مسکرا کر ہوشربا نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "سچ ہے۔"

شہابؒ نے اس حور جمال ساحرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بالکل سچ۔"

غزنہ۔ "اگر سچ ہوتا تو اچھا ہوتا۔"

شہابؒ۔ "اگر بیت المقدس فتح ہو جاتا تو ضرور آتا۔"

غزنہ۔ "تم نہ آئے، میں آگئی۔"

شہابؒ۔ "بڑی مہربانی کی۔"

غزنہ کے گیسوؤں کی ایک خوبصورت لٹ بار بار جھک کر گالوں کو چوم لیتی تھیں۔ شہابؒ کو رشک ہوا۔ انھوں نے بغیر غزنہ کی اجازت کے عارض تاباں سے لٹ اٹھا کر پیچھے الٹ دی۔ اس جد وجہد میں ان کا ہاتھ اس پری پیکر کے رخسار سے چھو گیا اس نے شرمیلی سحر طراز نظروں سے شہابؒ کو دیکھا۔ مست آنکھیں ملنے سے شہاب پر ایسی بخودی طاری ہوئی جیسے انھوں نے کئی پیالے شراب کے پی لئے ہوں وہ اس بت طناز کو دیکھتے رہ گئے۔



بیسواں باب

پُرزور حملہ

کئی روز سے بارش بند ہو گئی تھی۔ دو روز سے برف بھی نہیں پڑی تھی۔ دھوپ خوب نکل چکی تھی زمین خشک ہو گئی تھی۔ کعب کے آنے کے تیسرے روز ابو عبیدہؓ نے قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ہر طرف کے سردار اپنا اپنا لشکر لے کر میدان میں نکل آئے۔ عیسائی شہر پناہ کی دیوار پر کھڑے تھے۔ وہ روزانہ مسلح اور کمربستہ ہو کر اس خیال سے فصیل پر آ کھڑے ہوتے تھے کہ مسلمان حملہ نہ کر دیں۔ آج بھی وہ اسی خیال سے آئے تھے جب انھوں نے مسلمانوں کو میدان میں نکل کر صف بستہ ہوتے دیکھا تو جنگ پر مستعد ہو گئے۔ انھوں نے منجنیقیں[1] ٹھیک کر لیں منجنیقوں کے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے تیر اندازوں کی جماعتیں آگے کھڑی ہوئیں۔

مسلمان صف بستہ ہو کر بڑھے۔ شہابؓ یزیدؓ بن ابی سفیان کے ساتھ تھے۔ ابن ابی سفیانؓ کا لشکر سیلاب کی طرح قلعہ کی طرف چلا۔ عیسائیوں نے تیروں کی بارش شروع کی مسلمانوں نے بھی تیر برسائے اس وقت ہر طرف سے مسلمان حملہ آور ہوئے۔ عیسائی ہر طرف تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مسلمان ڈھالوں پر روک رہے تھے۔ بعض تیر یا پتھر مسلمانوں کے آ کر لگتے ہیں وہ نہایت ضبط سے ان ضربوں کو برداشت کر لیتے تھے لیکن جب کسی عیسائی کے کوئی تیر لگتا تھا تو وہ چلا کر گرتا تھا اور گرتے ہی تڑپنے لگتا تھا۔

عیسائی قومی نعرے لگا رہے تھے مسلمان کبھی کبھی اللہ اکبر کے پرشور نعرے لگا دیتے تھے تیر چل رہے تھے پتھر برس رہے تھے شور سے تمام میدان اور قلعہ گونج

---

[1] منجنیقیں ایک قسم کی ایسی کلیں ہوتی ہیں جن سے بھاری بھاری پتھر پھینکے جاتے ہیں۔

رہے تھے۔

مسلمان بڑی جانبازی سے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ عیسائی انہیں پسپا کرنے کے لیے بڑی پھرتی اور پوری طاقت سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ جب کوئی مسلمان زخمی ہو جاتا تھا اور زخم شدید ہوتا تھا تو یا تو وہ خود ہٹ کر لشکر گاہ میں چلا جاتا تھا یا قریب کے مسلمان اٹھا کر لے جاتے تھے وہاں ان کی مرہم پٹی کر دی جاتی تھی۔

مسلمان ایسے سخت جان تھے کہ معمولی جراحتوں کا تو خیال ہی نہ کرتے تھے میدان جنگ سے ہٹتے ہی نہ تھے اگر ضرب شدید آتی تھی تو لشکر گاہ میں جا کر پٹی کسوا کر پھر چلے آتے اور لڑنے لگتے۔ لیکن اگر زخم ایسا ہوتا جس سے ہاتھ یا پیر کام نہ دیتے تو شفا خانے میں داخل ہو جاتے۔ یہ شفا خانے عورتوں کے کیمپ کے قریب ہوتے تھے۔

ایسے زخمیوں کی دیکھ بھال زیادہ تر عورتیں ہی کیا کرتی تھیں نرس پیشے کے کام سے تمام عربی لڑکیاں اور عورتیں واقف تھیں۔ اکثر و بیشتر ڈاکٹری کے فرائض بھی وہی انجام دے لیتی تھیں۔ زخموں کو دھونا۔ مرہم لگانا۔ پٹی کسنا یہ کام وہ کرتی ہی تھیں۔

اس زمانہ میں زیادہ تر تیر اور تلواریں زہر میں بجھائی جاتی تھیں ایسے حربوں سے جو زخم آتے تھے وہ بڑے مہلک اور خطرناک ہوتے تھے عام طور پر ایسے زخموں کا علاج اس جگہ کو جلا کر کیا جاتا تھا۔ یہ کام بھی بڑی ہوشیاری کا تھا۔ اس طریقے سے زخم جلایا جاتا تھا جس کا اثر جاتا رہتا تھا ایسے زخموں کو ماہر طب جلاتے تھے کبھی کبھی زخموں میں شگاف بھی لگاتے تھے اور شگاف لگانے کا کام جراح کرتے تھے۔

اس زمانے کے جراح آج کل کے ڈاکٹروں کی طرح ہوتے تھے۔ زخموں سے تیروں کا نکالنا ٹوٹی ہڈیوں کا جوڑنا یہ کام بھی جراح ہی کرتے تھے لیکن عورتیں اُن کی مددگار ہوتی تھیں۔ بڑی بڑی معزز عورتیں اور دوشیزہ لڑکیاں نرس ہوتی تھیں اور اپنی خوشی سے محض حصول ثواب کے لیے رات اور دن کام کرتی تھیں اور نہ انہیں ان کاموں کا معاوضہ دیا جاتا تھا نہ وہ کوئی معاوضہ لیتی تھیں۔

ہر سردار اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ فصیل کے نیچے پہنچ کر دیوار توڑنے یا اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو جائے۔ عیسائی بڑی سرگرمی سے انھیں پسپا کرنے کی جد وجہد کر رہے تھے۔ مگر مسلمان بھی بڑی سرفروشی سے بڑھ رہے تھے معلوم ایسا ہوتا تھا کہ اس روز مسلمانوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ قلعہ کے نیچے ہی جا کر دم لیں گے۔

عیسائی اس قدر شور کر رہے تھے کہ اور تمام آوازیں ان کے شور میں جذب ہو کر رہ جاتی تھیں۔ مسلمانوں کے تیر زیادہ تر فصیل سے ٹکرا کر نیچے گر پڑتے تھے مگر جو تیر اوپر پہنچ جاتے تھے وہ عیسائیوں کو ضرور نقصان پہنچاتے تھے۔

جب کہ ہر طرف حشر خیز جنگ ہو رہی تھی اس وقت یزیدؓ بن ابی سفیان نے اپنے ہمراہیوں کو جوش دلانے کے لیے کہا۔

"مسلمانو! کیا تم تیروں اور پتھروں سے ڈر رہے ہو کیا موت سے کانپتے ہو کیا نہیں جانتے کہ بہشتیں آراستہ کر دی گئی ہیں حوروں نے زینت کر لی ہے، وہ تمھاری منتظر ہیں۔ خدا تمھیں دیکھ رہا ہے فرشتے تمھاری مدد کے لیے کھڑے ہیں حملہ کرو۔ شہر پناہ کی دیوار کے نیچے پہنچ جاؤ اس مقدس شہر کو فتح کرنے کی نیک نامی حاصل کر لو۔"

مسلمانوں میں تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ وہ اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگا کر بڑھے۔ اگلے مسلمان اپنی اور اپنے پیچھے والوں کی حفاظت ڈھالوں سے کر رہے تھے۔ پچھلی صف والے مسلمان کچھ دیر تک ڈھالیں لیے بڑھتے رہے مگر جب وہ شہر پناہ کے کچھ قریب ہوئے تو انھوں نے ڈھالیں اپنے سروں سے باندھ لیں اور کمانیں سنبھال کر تیر رکھ کر ایک ساتھ چلائے۔ ان تیروں نے فصیل پر پہنچ کر عیسائیوں میں جنبش پیدا کر دی۔ بہت سے عیسائیوں کے تیر لگے۔ وہ زخم کھا کر اچھل پڑے۔ ان میں سے بڑی تعداد فصیل کے نیچے گر پڑی جو نیچے گرے ان کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ گئیں جو اوپر فصیل پر گرے وہ تڑپنے لگے۔

اس نواح کے عیسائیوں میں اضطراب پیدا ہو گیا مسلمان برابر بڑھتے چلے آ رہے تھے اور اس طرح تیر برسا رہے تھے کہ ان سے عیسائیوں میں ابتری پھیل گئی تھی۔

وگ ان تیروں سے بچنے کے لیے جھک گئے وہ تیر برسانے بھول گئے البتہ منجنیق بردار منجنیقوں کے ذریعہ سے پتھر پھینک رہے تھے مسلمان تاک تاک کر ان کے تیر مار رہے تھے مگر ایک تو وہ منجنیقوں کے پیچھے تھے دوسرے ان کے سامنے چمڑے کی قناتیں کھنچی ہوئی تھیں ان میں چھوٹے چھوٹے سوراخ دیکھنے کے لیے تھے مسلمانوں کے تیر چمڑے میں لگ کر سوراخ کر دیتے تھے۔

شام تک مسلمان لڑتے رہے۔ شہابؓ دوسری صف میں تھے وہ پھرتی سے تیر برساتے رہے تھے۔ ان کے تیروں نے کئی عیسائیوں کو زخمی کر دیا تھا ان کی خواہش تھی کہ وہ قلعہ کے پاس پہنچ کر اس پر چڑھ جائیں اور مسجد اقصیٰ میں جا کر نماز پڑھیں، لیکن دن چھپ گیا ابو عبیدہؓ نے واپسی کا حکم دیا ان کی یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہ گئی مسلمان واپس لوٹے اس روز مسلمانوں نے ہر محاذ پر بڑی سرفروشی کی لیکن جنگ کا فیصلہ اس روز بھی نہ ہو سکا۔



اکیسواں باب

بارگاہِ حسن کا فرمان

لشکر کی واپسی کے بعد ہی حضرت ابو عبیدہؓ نے ہر سردار کے پاس حکم بھیج دیا کہ "تا حکم ثانی حملہ نہ کیا جائے البتہ محاصرہ اور سخت کر دو۔ رات اور دن نگرانی رکھو لشکر کی حفاظت کرتے رہو۔"

دوسرے ہی روز مسلمانوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا لشکروں کو بیت المقدس کے گرد اس طرح پھیلا دیا کہ کسی فرد واحد کا بھی مسلمانوں کی نظروں سے بچ کر قلعہ سے باہر نکلنا یا قلعہ میں داخل ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہ شہر عیسائیوں کو بڑا محبوب و عزیز ہے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش گاہ ہے حضرت مریم کا مسکن ہے عیسائی دنیا اس کا بڑا احترام کرتی ہے مسلمانوں کے حملہ کی خبر سن کر عیسائیوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ امیر۔ غریب۔ بادشاہ۔ فقیر۔ قس اور راہب ہی اسے بچانے کے لیے دوڑ پڑیں گے۔ لیکن کسی عیسائی نے بھی حرکت نہ کی۔ ہرقل اعظم رومی شہنشاہ کی طاقت یرموک کے مقام پر مسلمانوں کے مقابلہ میں ٹوٹ چکی تھی۔ دوسرے بادشاہ اپنے اپنے دم کی خیر منا رہے تھے مگر خود بیت المقدس میں عیسائیوں کی کافی تعداد تھی۔ مسلمانوں سے لگنے تو لڑنے والے ہی تھے اور کئی لاکھ بغیر لڑنے والے تھے۔ یہ صرف بیت المقدس ہی کے باشندے نہ تھے بلکہ گرد و نواح کے عیسائی بھی قلعہ میں آ گئے تھے۔ جو لوگ باہر سے آئے تھے وہ اپنے ساتھ اس قدر غلہ لائے تھے کہ ان کے اور شہر والوں کے لیے ایک سال کے لیے کافی تھا۔ اور خود شہر میں اتنا غلہ تھا کہ شہر والوں کے لیے کئی سال کو کفایت کرے۔ غرض بیت المقدس کی حفاظت کے لیے کافی لشکر اور لڑائی کے لیے کافی سامانِ حرب تھا۔

مگر عیسائیوں کو میدان میں نکلنے اور جنگ کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی وہ فصیل پر چڑھ کر جنگ کرتے تھے اور بہادری اور شدت سے لڑتے تھے کہ مسلمانوں کو قلعہ تک نہ پھٹکنے دیتے تھے۔

کعب کو لشکر اسلام میں آئے کئی روز ہو گئے تھے انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمان آسانی سے قلعہ نہ فتح کر سکیں گے مگر یہ بھی جان گئے تھے کہ مسلمان ہٹنے والے نہیں جب تک قلعہ فتح نہ ہو جائے گا محاصرہ کئے پڑے رہیں گے خواہ کتنی ہی مدت کیوں نہ گذر جائے انھیں تعجب ہوتا کہ گرم ملک کے رہنے والے مسلمان سخت سردی کو بڑے تحمل سے برداشت کر رہے تھے۔

ایک روز صبح کے وقت جب شہابؓ تلاوت سے فارغ ہوئے تو غزنہ اُن کے پاس آئی۔ اس وقت وہ اونی خوشنما قبا اور اُس کے اوپر سمور کی تنگ واسکٹ پہنے تھی ایسی تنگ کہ اس سے اس کا سینہ اتنا کھنچ گیا تھا کہ بروج شباب نمایاں ہو گئے تھے اس نے سیاہ اونی چادر اوڑھ رکھی تھی اس سے اس کا حسن اور بھی دلکش ہو گیا تھا وہ نہایت اطمینان سے ان کے قریب بیٹھ گئی شہاب نے کہا۔ آج بھی کافی سردی ہے۔

غزنہ۔ "یہاں پانچ مہینے سے بھی زیادہ سردی رہتی ہے کئی مہینے تو اس غضب کی سردی پڑتی ہے اور ایسی برف باری ہوتی ہے کہ انسان اور جانور ٹھٹھر کر مر جاتے ہیں"۔

شہاب۔ "برا ملک ہے"۔

غزنہ۔ "عرب ہی کہاں کا اچھا ملک ہے وہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اس غضب کی باد سموم چلتی ہے کہ لوگ جھلس کر مر جاتے ہیں۔ رومی اس ملک کو برا کہتے ہیں"۔

شہابؓ۔ "ٹھیک ہے جو شخص جہاں رہتا ہے اسے وہیں کی آب و ہوا موافق آتی ہے"۔

غزنہ:۔ یہی بات ہے۔ اب جنگ تو غیر معینہ وقت تک کے لیے ملتوی ہو گئی ہے"؟

شہابؓ۔ "ایسا تو نہیں ہے۔ یہ التوا تو عارضی ہے۔ جب سردار چاہیں گے حملہ کا حکم دے دیں گے۔"

غزنہ۔ "اس طرح ہماری خاندانی تحریر کی واپسی ناممکن ہے۔"

شہابؓ۔ ناممکن نہیں ہے۔ میں نے کل سالارِ اعظم حضرت ابو عبیدہؓ سے ذکر کیا تھا۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آج حضرت عمروؓ بن العاص کو اس کے متعلق لکھیں گے۔"

غزنہ۔ "اس سے کیا ہو گا؟"

شہابؓ۔ عمروؓ بن العاص عاصم ڈاکو کے پاس اپنا سفیر بھیجیں گے یا تو وہ اس تحریر کو واپس کر دے گا۔ ورنہ اس کے مسکن پر حملہ کر کے زبردستی اس سے حاصل کر لیں گے۔"

غزنہ:۔ مگر میں یہ نہیں چاہتی۔"

شہابؓ نے اس شعلہ رو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور کیا چاہتی ہو؟"

غزنہ نے ہوشربا نگاہوں سے شہابؓ کو دیکھتے ہوتے کہا۔ "آپ چلیں۔

شہاب۔ "میں چلوں۔ کہاں؟"

غزنہ ہنس پڑی۔ شہابؓ نے حیرت سے اس گلفام کو دیکھتے ہوتے کہا۔ تم ہنس پڑیں۔ کیوں"؟

غزنہ:۔ "مجھے اس بات پر ہنسی آگئی کہ آپ عاصم سے ڈرتے ہیں۔"

شہاب:۔ "یہ تم نے کیسے سمجھا؟"

غزنہ۔ "آپ یہ سن کر کہ میں نے آپ سے فلسطین چلنے کے لیے کہا ہے۔ گھبرا گئے۔ یہ گھبراہٹ عاصم ہی کے خوف سے ہو سکتی ہے۔"

شہاب۔ "لیکن خدا کے فضل سے میں نہ کسی سے ڈرتا ہوں۔ اور نہ گھبراتا

ہوں۔"

غزنہ:"تب آپ کو فلسطین چلنے میں کیا عذر ہے"؟

شہاب:"جو تمنا فلسطین سے یہاں لائی تھی وہی آرزو یہاں سے وہاں لے جانے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔"

غزنہ:"وہ کیا تمنا ہے"؟

شہابؓ:"آرزوئے شہادت ہے"۔

غزنہ:"مسلمانوں کو کئی مہینے محاصرہ کئے ہوئے ہو گئے ہیں۔ ابھی معلوم نہیں اور کتنے عرصہ تک محاصرہ کئے رہنا پڑے اس عرصہ میں آپ فلسطین سے واپس آسکتے ہیں۔"

شہابؓ نے اس رخ روشن پر نظریں گاڑ کر کہا۔"تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ چلوں۔"

غزنہ نے ان کی آنکھوں میں اپنی خوبصورت آنکھوں کو ڈال کر کہا"ہاں"

شہابؓ۔"اور عاصم ڈاکو سے لڑوں۔"

غزنہ:"نہیں۔"

شہابؓ نے حیرت سے اس پری رو کو دیکھتے ہوئے کہا۔"پھر کس لیے چلوں"؟

غزنہ:"میری خاطر سے چلو"۔

یہ فقرہ غزنہ نے کچھ ایسے انداز سے کہا کہ شہابؓ انکار نہ کر سکے۔ انھوں نے کہا:"چلوں گا۔"

اس مست شباب نے نہایت ہی دلکش لہجہ میں کہا۔"شکریہ"

اسی روز عصر کی نماز پڑھ کر شہاب نے ابو عبیدہ سے کہا۔"کعب اور ان کی بہن کی خواہش یہی ہے کہ آپ کا خط لے کر میں خود فلسطین میں حضرت عمرو العاصؓ کے پاس جاؤں۔"

ابو عبیدہ:"بات تو مناسب ہے۔"

شہابؓ۔ لیکن میں اس کام سے زیادہ جہاد کو پسند کرتا ہوں۔"
ابوعبیدہؓ۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ سب کاموں سے زیادہ افضل جہاد ہے لیکن کوئی ایسا کام کرنا جس سے متاثر ہو کر کوئی غیر مسلم متاثر ہو جائے جہاد ہی کے برابر ہے عجب نہیں کہ ان کی خاندانی تحریر تمہاری کوشش سے مل جائے اور خدا ان کے دلوں کو پھیر دے اور یہ مسلمان ہو جائیں۔ اس کا تمہیں بڑا ثواب ہوگا۔"

شہابؓ۔" تو پھر آپ ابھی عمروؓ بن العاص کو خط لکھ دیں۔ میں صبح روانہ ہو جاؤں گا۔"

ابوعبیدہؓ نے اسی وقت خط لکھ دیا۔ شہابؓ لے کر آئے اور دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی کعب اور رغرنہ کے ہمراہ فلسطین روانہ ہو گئے۔

بائیسواں باب

مسلمانوں کی بہادری

مسلمانوں نے تقریباً پندرہ روز تک حملہ نہیں کیا۔ وہ اسی فکر میں رہے کہ عیسائی محاصرہ سے تنگ آکر کوئی پیام بھیجیں گے۔ لیکن عیسائیوں نے مطلق پرواہ نہیں کی۔ ان میں کوئی جنبش۔ کوئی گھبراہٹ اور کوئی ہراس پیدا نہ ہوا اور ادھر بارشیں شروع ہو گئیں۔ اس سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف پہنچی لیکن وہ بھی گھبرائے نہیں۔ بارشوں کے بعد کہر ایسا پڑنے لگا کہ صبح سے تیسرے پہر تک دھند چھایا رہتا۔ کچھ دیر کے لیے آفتاب نکلتا اور پھر غروب ہو جاتا اس سے ہر وقت سردی رہتی۔

چند روز میں کہر پڑنی بھی بند ہو گئی۔ دھوپ نکلنے لگی۔ سردی کچھ کم ہوئی۔ سردی خشک ہو گئی۔ ایک روز ابو عبیدہؓ نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ بیکار پڑا رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔

ہر طرف اسلامی لشکر جنبش میں آ گیا بڑے بڑے سردار اپنا اپنا لشکر لے کر بڑھے۔ یزید ابن ابی سفیان۔ شرجیل بن حسنہ۔ مرقال ہاشمؓ۔ مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری۔ قیسؓ بن ہبیرۃ المرادی۔ عروہؓ بن مہلہل۔ خالدؓ بن الولید۔ ضرارؓ بن ازور عبدالرحمٰن بن ابو بکر الصدیق۔ یہ سب لوگ قلعہ کے چاروں طرف سے ایک ہی ساتھ حملہ آور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی بقیہ تمام لشکر لے کر چڑھے مسلمانوں نے بڑی شدت سے حملہ کیا۔ رومی بھی ہر فصیل پر چڑھ گئے جونہی مسلمانوں نے تیر انگنی کی انھوں نے بھی تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ نیچے سے مسلمان اور اوپر سے رومی حرب پھینک رہے تھے۔ تیروں کی سنسناہٹ۔ پتھروں کی گھڑگھڑاہٹ مسلمانوں کے نعروں اور عیسائیوں کے غوغا سے اس قدر شور بلند تھا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

مسلمان قدم قدم پیش قدمی کر رہے تھے عیسائی ہر قدم پر روک رہے تھے۔ جو تیر یا پتھر ڈھالوں پر آکر پڑتے تھے ان سے جھنکار کی سی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ اکثر ڈھالیں لچک جاتی تھیں کبھی پتھروں کے جھٹکے سے ڈھالیں چھوٹ جاتی تھیں اور مسلمان زخمی ہو جاتے تھے ان پر ہراس یا گھبراہٹ طاری نہ ہوتی تھی بلکہ انھیں اور جوش آتا تھا۔ اور وہ جوش و غضب میں آگے بڑھتے تھے۔ زیادہ ہوشیاری سے اپنی حفاظت کرتے تھے اور زیادہ تیزی سے تیر برساتے تھے۔

مسلمانوں کے زیادہ تر تیر تو شہر پناہ کی دیواروں سے ٹکرا کر نیچے ہی گر پڑتے تھے مگر جو تیر فصیل پر پہنچے تھے وہ عیسائیوں کے سروں اور سینوں میں ترازو ہو جاتے تھے۔ تیر کھا کر عیسائی اچھل پڑتے تھے۔ زخم سے چلانے لگتے تھے اس سے شور میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ غصہ میں بھر کر عیسائی اور تیزی سے تیروں اور پتھروں کی بارش کرنے لگتے تھے۔

ہر سردار فصیل تک پہنچنے کے لیے پوری سرگرمی سے کوشش کر رہا تھا۔ ہر طرف مسلمانوں میں جوش و خروش تھا۔ ابو عبیدہؓ تیزی سے بڑھ رہے تھے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ کر ہر مسلمان جوش میں آکر بڑھ رہا تھا۔ ایک طرف سے خالدؓ بن الولید اور دوسری طرف سے ضرار ابن الازور اور عبدؓ الرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ نے شدت سے حملہ کیا۔ یہ تینوں بے تابی سے بڑھ رہے تھے ان کے ہمراہی لش کر ڈھالوں کی آڑ میں بڑھتے جا رہے تھے وہ دشمنوں کے حملوں کو روک رہے تھے خود حملے نہ کرتے تھے۔ جب وہ فصیل کے قریب پہنچ گئے تو انھوں نے پھرتی سے کمانیں ہاتھوں میں لے لیں۔ ترکشوں میں تیر نکال کر کمانوں پر چڑھائے چلّے کھینچے اور ایک ساتھ تیر چھوڑ دیئے یہ تمام تیر فصیل کے اوپر پہنچ کر آدمیوں کے جسموں میں پیوست ہو گئے رومی چلا اٹھے کچھ اس غضب کے تیر تھے کہ زرہوں کو توڑ کر گوشت اور ہڈیوں میں گھس گئے ابھی رومی سنبھلے بھی نہ تھے کہ مسلمانوں نے دوسری باڑھ ماری۔ اس باڑھ نے پہلے سے بھی زیادہ حشر خیزی کی بہت سے

آدمی زخمی ہو کر گرے۔ ان میں سے اکثر تو اچھل کر فصیل کے نیچے گر پڑے۔ گرتے ہی ان کی ہڈیوں پسلیوں کا چورا ہو گیا۔ کچھ فصیل پر تڑپ کر مر گئے۔

چونکہ مسلمانوں کے ان تیروں نے رومیوں میں اضطراب انتشار پیدا کر دیا اس لیے ان کی طرف سے تیروں اور پتھروں کی جو بارش ہو رہی تھی اس میں بڑی حد تک کمی واقع ہو گئی۔ مسلمانوں کو کچھ امن ملا اور وہ تیر برساتے ہوئے تیزی سے بڑھنے لگے۔

یہ کیفیت دیکھ کر رومیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ اس بات کو بھول گئے کہ کس طرح مدافعت کریں۔ مسلمانوں کے تیر جو حشر خیزی کر رہے تھے انھیں کیسے روکیں مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے کیا تدبیریں کریں۔

اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ مسلمانوں کے تیروں نے جب رومیوں کو نقصان پہنچانا شروع کیا۔ تو انھوں نے چمڑے اور نمدہ کی دیواریں سی کھینچ دی تھیں۔ لیکن اس مرتبہ یا تو وہ اس پر عمل نہ کر سکے۔ دیواریں کھینچنے کا موقع ہی نہ ملا یا اس قدر گھبرا گئے کہ اس بات کا خیال ہی نہ ہوا۔

مسلمان برابر پیش قدمی کرتے بڑھے چلے آ رہے تھے ان کی کمانوں سے نکلے ہوئے تیر رومیوں کو نقصان پہنچا رہے تھے آخر حضرت خالدؓ سب سے پہلے زیر دیوار پہنچے انھوں نے ایک ہزار تیر اندازوں کو الگ کھڑا کر دیا۔ اور انھیں ہدایت کر دی کہ وہ اس کثرت سے تیر برساتے رہیں جس سے رومی ان کے کاموں میں مداخلت نہ کر سکیں وہ تیر افگنی میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے دیوار کو توڑنا شروع کیا مگر دیوار ایسی مضبوط تھی کہ بہت کوشش کرنے پر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے کمندیں اور ریشمی ڈوریں پھینکی۔ چونکہ فصیل بہت کچھ اونچی تھی اس لیے کنگروں تک کمندیں نہ پہنچ سکیں۔

عین اس وقت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیقؓ بھی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ ضرارؓ بن الازور ان کے ساتھ تھے۔ وہ تیر اندازوں کو لے کر رومیوں پر تیر برسانے لگے اور عبدالرحمنؓ اور اُن کے ساتھی دیوار توڑنے میں مشغول ہوئے۔ انھیں بھی ناکامی ہوئی۔ بہت کچھ کوشش کرنے پر بھی دیوار نہ ٹوٹی۔ رومی دیکھ رہے تھے کھٹا کھٹ کی

آوازیں ان کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں وہ گھبرا رہے تھے کہیں دیوار ٹوٹ نہ جائے لیکن خوش قسمتی نے ان کا ساتھ دیا۔ دفعتاً ہوا تیز ہو گئی۔ بادل اُٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے گھٹا چھا گئی۔ سردی بڑھ گئی اور دن آخر ہو گیا۔ گھٹا کی وجہ سے قبل از وقت اندھیرا چھا گیا۔

ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ کہیں بارش شروع نہ ہو جائے۔ مسلمانوں کے پاس واپسی کا حکم بھیج دیا۔ ہر طرف مسلمانوں نے پر زور نعرے لگائے رومی سب سمجھے کہ مسلمانوں نے کسی طرف سے دیوار توڑ ڈالی۔ انھیں بڑا فکر ہوا وہ دعائیں مانگنے لگے کہ بارش ہو جائے تاکہ مسلمان واپس لوٹ جائیں تھوڑی ہی دیر میں انھوں نے مسلمانوں کو واپس لوٹتے ہوئے دیکھا انھوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور نعرے لگائے۔

تیسواں باب

قمامہ کی درخواست

دوسرے روز مطلع ابر آلود تھا مسلمان اس روز حملہ آور نہیں ہوئے۔ رومیوں نے اسے بہت غنیمت سمجھا کیونکہ وہ اس بات کو سمجھ گئے تھے کہ مسلمانوں نے وہ طریقہ اختیار کر لیا ہے جس سے وہ زیر فصیل آگر فصیل توڑنے کی تدبیریں کر سکتے ہیں انھیں یقین ہو گیا کہ چند روز کے دھاوے میں وہ ضرور فصیل توڑ کر ناحہ میں گھس آویں گے اس خوف نے انھیں مضطرب اور پریشان کر دیا۔

چنانچہ معززین شہر اور اکابر ملت وقوم جمع ہو کر ہیر کنیسہ قمامہ میں پہنچے اور بطریق کے روبرو حاضر ہوئے۔ بطریق نے ان کی بڑی عزت کی اور اُن سے دریافت کیا "کیا بات تم لوگوں کو میرے پاس لائی ہے؟"

ایک شخص نے عرض کیا آپ نے دیکھا مسلمانوں کو محاصرہ کیئے تقریباً چار ماہ ہو چلے ہیں اس عرصہ میں انھوں نے متعدد حملے کیئے۔ ہم نے پرزور مدافعت کی انھیں فصیل کے نیچے تک نہ آنے دیا۔ لیکن انھوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ ہم اسے نہ روک سکے۔ اور وہ فصیل کے نیچے آگئے۔ اگر خدا مدد نہ کرتا اور گھٹا نہ چھا جاتی تو ممکن تھا کہ وہ فصیل کو توڑ ڈالتے۔ ہم نے انھیں ناچیز جانا۔ یہ سمجھا کہ ان کی تعداد کم ہے ہماری تعداد زیادہ ہے پھر قلعہ بڑا مستحکم ہے۔ ادھر سردی کا موسم شروع ہو گیا وہ برف باری بارش اور سردی سے گھبرا کر بھاگ جاویں گے مگر وہ نہ بھاگے یہ بھی خیال تھا کہ شہنشاہ روم اور ہرقل اعظم ہماری مدد کریں گے لیکن وہ اپنے ہی حال میں گرفتار ہیں وہ بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور کوئی بادشاہ بھی مدد کو نہیں آیا۔ بیت المقدس جیسے پاک شہر کی حفاظت ہمارے ذمہ رہ گئی۔ عیسائیوں میں اسے مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اب ہم کب تک

مقابلہ کرتے رہیں گے طویل محاصرہ سے ہم تنگ آ گئے ہیں۔
تمامہ بطریق نہایت توجہ سے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ اس نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔ "کیا تم لڑائی سے تنگ آ گئے ہو؟"
ایک بطریق نے کہا۔ "سچ پوچھو تو ہم میں مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت ہی نہیں ہے اب تک ہم نے مدافعانہ جنگ کی ہے۔ ان لڑائیوں میں ان کے آدمی کم اور ہمارے زیادہ مارے گئے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد بھی ہماری ہی زیادہ ہے۔"
ایک اور معزز رومی نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ ہم میں لڑائی کا وہ جوش نہیں ہے جو مسلمانوں میں ہے۔ اگرچہ لڑائیوں میں ان کے آدمی بھی مارے جاتے ہیں لیکن وہ مرنے سے نہیں گھبراتے۔ لڑائی اُن کی عین خواہش اور موت ان کی عین تمنا ہے وہ موت پر جان دیتے ہیں اور ہم جینے پر مرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مرنے پر تیار ہوتے ہیں ان کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری قوم اُن سے ڈرنے لگی ہے۔
تمامہ۔ "پھر تم نے کیا ارادہ کیا ہے؟"
پہلا بطریق۔ "ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ چل کر ان سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اگر وہ کوئی ایسی بات کہیں گے جسے ہم قبول نہ کر سکیں تو پھر ہم سب قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلیں گے۔ ان سے لڑیں گے یا تو وہ ہمیں شکست دے کر بھگا دیں گے یا ہم مارے جائیں گے۔"
تمامہ۔ "اچھا چلو۔"
اس نے پھر پہلے جیسی تیاری کی۔ قس اور راہب اس کے سامنے ہو گئے۔ بعض راہبوں نے انجیلیں کھول لیں۔ بعض نے چاندی کی انگیٹھیاں لے لیں ان میں خوشبوئیں جلائیں۔ شہر کے تمام معزز لوگ۔ فوجی افسر اور مشہور بطارقہ اس کے ساتھ ہو گئے۔ وہ اس دروازہ پر آ کر کھڑا ہوا جس پر ابو عبیدہؓ تھے۔ ایک عربی دان اور فصیح اللسان رومی نے پکار کر کہا اے گروہ عرب۔ دنیا نصرانی کا

زبردست عالم تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

مسلمانوں ڈور کر حضرت ابو عبیدہؓ کو اطلاع دی۔ ابو عبیدہؓ اور مشہور مسلمانوں کو ساتھ ملا کر معہ اپنے مترجم کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے اور دروازے کے قریب جا کر ٹھہرے۔ ابو عبیدہؓ نے اپنے مترجم سے کہا۔" رومیوں سے کہو مسلمانوں کے سردار آ گئے۔"

مترجم نے پکار کر کہا۔" اے حاملان صلیب! مسلمانوں کے سردار آ گئے وہ دریافت کرتے ہیں کہ تم نے انھیں کس لیے بلایا ہے"؟

قمامہ نے کہا۔" اپنے سردار سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور یہ بھی کہہ دو کہ یہ سرزمین پاک اور مقدس ہے جس کسی نے اس کا ارادہ کیا خدا کا غضب اس پر نازل ہو گا اور وہ ہلاک ہو گیا۔"

اب مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی ابو عبیدہؓ نے کہا۔" یہ سچ ہے کہ یہ شہر مقدس ہے ہم اس شہر کی حرمت و عزت تم سے زیادہ کرتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب اوّل اسی شہر میں تشریف لائے انھوں نے مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کی اور پھر یہیں معراج ہوئی۔ آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور پروردگار کے اس قدر قریب پہنچے گئے کہ قاب قوسین اور ادنیٰ والوں کے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اسی وقت سے ہمیں اس شہر پر تم سے زیادہ استحقاق ہو گیا۔ ہم اس کا محاصرہ کے اس وقت تک پڑے رہیں گے جب تک یا تو اللہ اسے فتح نہ کرا دے یا ہم سب شہید نہ ہو جائیں۔

قمامہ۔" تم ہم سے کیا چاہتے ہو"؟

ابو عبیدہ۔" ہم تمھارے سامنے تین باتیں پیش کرتے ہیں اور ان میں سے جسے چاہو قبول کر لو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ بھائی بن جاؤ۔ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللہ۔ پڑھ لو۔"

قمامہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے کے ہم

قائل ہیں البتہ تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نبی نہیں مانتے۔"

ابو عبیدہؓ۔ سختی ہو تجھ پر خدا کی قسم تو جھوٹا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے ہم جنس نہیں تھے وہ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ خدا کے بیٹا بتانے والے وحدانیت کے قائل کہاں ہوئے"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ۔ یعنی مسیح بیٹے مریم کے پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے پیغمبر گذرے ہیں۔ ان کی صدیقہ یعنی ولیہ تھیں۔ دونوں کھاتے تھے۔ (سورہ مائدہ)

تمامہ تم کچھ کہو لیکن ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے۔ تمہاری یہ پہلی بات تو ہمیں منظور نہیں ہے۔ دوسری بات کیا ہے؟"

ابو عبیدہؓ۔ دوسری بات یہ ہے کہ تم ہماری ذمہ داری میں آجاؤ۔ ہمیں جزیہ دو ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

قامہ۔" یہ بات پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے محکوم ہو جائیں ہم اس بات کو ہرگز برداشت نہ کریں گے۔ تیسری بات کیا ہے؟"

ابو عبیدہؓ۔ تیسری بات لڑائی ہے تلوار ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کر دے گی کہ حق پر کون ہے۔ ہم انشاء اللہ ضرور فتح مند ہوں گے۔ تمہارے مردوں کو مار ڈالیں گے تمہاری عورتوں کو کنیزیں اور تمہارے بچوں کو غلام بنالیں گے۔"

تمامہ۔" تمھیں اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے بھی چار مہینے کے قریب ہو گئے ہیں اس عرصہ میں تم نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ ہم میں لڑنے والوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ رسد اور سامان حرب کی کمی نہیں ہے۔ اگر تم تیس برس تک بھی محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہو گے تو اس شہر کو فتح نہ کر سکو گے اور چونکہ یہ شہر عیسائیوں کو بڑا محبوب ہے اس لیے تمام دنیا کے عیسائی

تم سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور پھر تم مشکلات میں پھنس جاؤ گے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ تم خونریزی کو پسند کرتے ہو یا صلح دامن کو۔

ابو عبیدہؓ۔ ہم مجبوری کی حالت میں خونریزی کو پسند کرتے ہیں۔"

تمامہ۔" تب ایک بات سنو۔ ہماری کتابوں میں اس شخص کی صفتیں لکھی ہیں جو اس شہر کو فتح کر سکتے ہیں۔ ہم تم میں وہ صفتیں نہیں پاتے ہیں۔"

ابو عبیدہؓ۔" تم ان کی صفتیں بیان کرو۔"

تمامہ۔" ہم صفتیں بیان نہ کریں گے البتہ اتنا بتا دیتے ہیں کہ وہ دراز قد ہوں گے ان کا عدل وانصاف مشہور ہوگا۔ مسلموں اور غیر مسلموں سب پر ان کا رعب وخوف ہوگا۔ ان کی تلوار ان کا درہ ہوگا۔ تم میں یہ صفتیں نہیں ہیں کیا تم پر بھی کوئی اور سردار ہے؟"

ابو عبیدہؓ ہنسے اور انھوں نے کہا۔" خدا کی قسم وہی ہمارے سب سے بڑے سردار ہیں۔ جن کی کچھ باتیں تم نے بیان کیں ان کا نام عمرؓ ابن الخطاب ہے۔ فاروق کے لقب سے مشہور ہیں وہ نہایت سخت ہیں جو مسلمان شریعت اسلام سے ذرا بھی ہٹتا ہے دُرہ سے اس کی خبر لیتے ہیں۔ بڑے عادل و منصف ہیں کیا تم انھیں دیکھ کر پہچان لو گے؟"

تمامہ۔" کیسے نہ پہچان لیں گے ان کا حلیہ تک ہماری کتابوں میں لکھا ہے وہ کہاں ہیں؟"

ابو عبیدہؓ۔" مدینہ منورہ میں ہیں تمام مسلمان ان کی بزرگی کے قائل ہیں اور ان کی بڑی عزت وتکریم کرتے ہیں ان کی حکم عدولی کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔"

تمامہ۔" اگر یہ حقیقت ہے تو تم خلق اللہ کو خونریزی سے بچاؤ۔ انھیں یہاں بلا لو۔ اگر وہ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے تو ہم ان کی اطاعت کر لیں گے۔ ان کے لیے شہر کا دروازہ کھول دیں گے۔"

ابو عبیدہؓ۔" اے رومی برادر! ہم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ انھیں بلا لیں وہ

ہمارے خلیفہ ہیں۔ اس وقت مسلمان کئی ملکوں میں مصروف جنگ ہیں وہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے تمام اسلامی لشکروں کی نگرانی رکھتے ہیں۔ فتوحہ ممالک کا انتظام کرتے ہیں فوجیں فراہم کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبرگیری کرتے ہیں۔ غرض ان کے ذمہ بہت سے کام ہیں میں انھیں لکھوں گا اور یہاں آنے کی درخواست کروں گا اگر انھیں فرصت ہوگی تشریف لے آئیں گے مصروف ہوں گے نہ آسکیں گے۔"

تمامہ۔ "تم انھیں یہ بھی لکھ دینا کہ اس شہر کے نصرانی عیسائی کو آپ کی زیارت کا بڑا اشتیاق ہے۔

ابو عبیدہؓ۔ "یہ بھی لکھ دوں گا۔"

تمامہ۔ "اب تم سے میری یہ بھی درخواست ہے کہ جواب آنے تک تم جنگ ملتوی کردو۔"

ابو عبیدہؓ۔ "تمھاری یہ درخواست بھی منظور ہے۔"

ابو عبیدہؓ واپس لوٹ آئے۔ تمامہ بھی اپنے ہمراہیوں کو لے کر چلا گیا۔ ابو عبیدہؓ نے تمام لشکر میں اعلان کرادیا کہ عارضی طور پر جنگ ملتوی کردی گئی ہے۔



چھبیسواں باب

امیر المومنین سے درخواست

ابو عبیدہ بن الجراح نے تمامہ سے گفتگو کرنے کے دوسرے روز تمام سرداروں کو اپنے پاس جمع کیا۔ یزیدؓ بن ابی سفیان۔ شرجیلؓ بن حسنہ مرقال ہاشمؓ بن عتبہ مسیبؓ بن نجیتہ الفراری۔ قیسؓ بن ہبیرۃ المرادی۔ عروہؓ بن سلمٰن۔ خالدؓ بن ولید۔ ضرارؓ بن ملازور۔ عبدؓ الرحمٰن بن ابی بکر صدیق۔ عبدؓ اللہ بن عمرؓ بن الخطاب عبد اللہؓ بن جعفر طیار اور بھی کئی روسائے عرب ان کے خیمے میں جمع ہوئے۔ انھوں نے کہا۔ یَاأَیُّھَا النَّاس۔ یعنی اے لوگو! کل مجھے بیت المقدس کے بطریق نے بلایا تھا میں نے اس سے گفتگو کی۔ وہ اور بطریقوں اور راہبوں سے کچھ الگ ہی ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اسے جنگی تجربہ کیا ہے۔ اس کی بہادری کا کیا حال ہے مگر یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ اپنے دین کا زبردست عالم ہے اس نے ملاحمہ پڑھی ہیں۔ ان کتابوں میں اس نے یہ پڑھا ہے کہ اس مقدس شہر یعنی بیت المقدس کو فتح کرنے والے دراز قد، عادل اور شریعت کے بڑے پابند ہوں گے بعض باتیں جو اس نے فاتح بیت المقدس کی بتائیں وہ حضرت عمر فاروقؓ میں پائی جاتی ہیں اس نے یہ درخواست کی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو بلالو اگر وہ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے تو ہم شہر اُن کے حوالہ کر دیں گے اس باب میں تمھارا کیا مشورہ ہوگا؟"

خالدؓ بن الولید نے کہا "یہ کچھ نہیں وہ ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کی طرف سے غافل ہو جائیں اور وہ اچانک ہم پر کسی روز شب خون ماریں یا اس نے دوسرے بادشاہوں اور ہرقل اعظم سے مدد طلب کی ہو۔ اور کمک آنے کا انتظار کر رہا۔ ہمیں اس کی باتوں میں نہیں

آنا چاہیئے۔ ہمارے سخت محاصرہ سے اہل شہر تنگ آگئے ہیں وہ تھوڑے ہی دنوں میں ضرور اطاعت کرلیں گے۔ حضرت عمرؓ کو یہاں آنے کی کیوں تکلیف دی جائے۔"

شرجیلؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کے خون کو دنیا بھر کی دولت سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ اگر عمر بن الخطابؓ کے یہاں آنے سے شہر بغیر خونریزی کے فتح ہو جائے۔ تو نہایت ہی اچھا ہے انہیں اس کے متعلق لکھنا ضرور چاہیئے۔

قیسؓ۔ مسلمان خونریزی نہیں چاہتا۔ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ صلح اور امن کا علمبردار ہے۔ خونریزی مجبوری کی حالت میں جائز ہے جب اہل بیت المقدس مصالحت پر آمادہ ہیں تو عمر بن الخطابؓ کو تمام واقعات لکھ کر بلاؤ۔ وہ مناسب سمجھیں گے آجائیں۔ نہ مناسب سمجھیں نہ آئیں۔

خالدؓ۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ اضرور لکھ دو لیکن جنگ ملتوی نہ کرو۔"

ابو عبیدہؓ۔ "مگر میں نے بطریق سے جنگ ملتوی کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔"

خالدؓ۔ "وعدہ کرلیا ہے تو ضرور اس کا ایفا کرو۔"

عروہؓ۔ یہ ٹھیک ہے جب التوائے جنگ کا وعدہ کرلیا ہے تو ضرور اس کا ایفا کرو۔ بدعہدی بڑا گناہ ہے۔ البتہ اگر دشمن سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ دھوکا دے کر شب خون نہ مارے تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ تمام لشکر ہوشیار رہے اسے شبخون مارے کا موقعہ ہی کیوں دیا جائے۔

ابو عبیدہ۔" ٹھیک ہے۔ لشکر کی حفاظت کا بدستور انتظام رہے۔

قیسؓ۔ آپ ضرور امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہاں تشریف لانے کے لیے لکھیئے۔ ان کی زیارت کیئے عرصہ ہو گیا ہے۔ اسی وقت دیکھا تھا جب وہ خلیفہ نہیں تھے۔ دیکھیں گے آپ۔ خلیفہ ہو کر کیا بن گئے ہیں؟"

خالدؓ۔" عمرؓ جو کچھ بن گئے ہیں۔ ان کی تحریرات سے ظاہر ہے وہ شریعت کے مبلغ۔ سادگی کے علمبردار اور مسلمانوں کے ہمدرد بن گئے ہیں؟"

عروہؓ۔ حقیقت میں انھیں دیکھنے کی بڑی آرزو ہے۔

ابو عبیدہؓ۔ "میں! ضرور مفصل لکھتا ہوں"۔

اس زمانے میں کاغذ نہیں تھے۔ خط یا دستاویزیں کپڑوں پر یا باریک چمڑوں پر لکھی جایا کرتی تھیں۔ معمولی تحریریں ہڈیوں پر یا ایسے پتوں پر لکھی جاتی تھیں جو سوکھ کر چورا نہ ہو جائیں۔ ابو عبیدہؓ نے صاف سا چمڑا لیا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کو اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط[له] ابو عبیدہ بن الجراح حاکم شام کی جانب سے امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب خلیفہ دوم کے نام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور فخر بنی آدم حضرت محمد صلعم خاتم الانبیا پر درود بھیجتا ہوں۔

یا امیر المومنین میں مع مسلمانوں کے بیت المقدس میں آیا اس کا قلعہ نہایت مضبوط اور بڑا وسیع ہے ہم نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے یہاں سردی اس غضب کی ہوتی ہے کہ اکثر چرند، پرند اور آدمی ٹھٹھر کر مر جاتے ہیں۔ رات کو برف پڑتی ہے۔ زمین اور سبزہ پر سفید چادر سی بچھ پڑ جاتی ہے اس سردی میں بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں بھی چلتی ہیں۔ مسلمانوں نے برف، بارش اور سرد ہواؤں سے بڑی ایذا اٹھائی لیکن وہ بد دل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اللہ غالب کی مہربانی کی اُمید میں بڑے صبر سے کام لیا۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ ہم یہاں کی سردی برداشت نہ کر سکیں گے بھاگ جائیں گے لیکن جب ہم محاصرہ کئے پڑے رہے اور لڑتے

[له] یہ خط فتوح الشام میں عربی زبان میں موجود ہے۔ (صادق صدیقی)

بھی رہے تو وہ ہاں آ گئے۔ کل ان کا بطریق شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر آیا۔ مجھے بلایا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ مقدس شہر کوئی بھی فتح نہ کر سکے گا۔ لیکن ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دراز قد شخص جو بڑا عادل و منصف ہو گا اسے فتح کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ پرانی کتابوں میں اس شخص کی صفتیں اور حلیہ بھی لکھا ہے جو اسے فتح کرے گا۔ تم امیر المومنین کو بلا لو۔ ہم انھیں دیکھ لیں اگر وہ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے تو ہم بلا لڑے بھڑے قلعہ ان کے حوالے کر دیں گے۔ یہ بطریق ان کے مذہب کا بڑا عالم ہے آپ یہاں تشریف لے آئیں شاید اللہ تعالیٰ اس شہر کو آپ کے ہاتھوں سے فتح کرا دے یہ بڑی سعادت کی بات ہو گی اور اس سے مسلمانوں کے خون بچ جائیں گے۔

والسلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ علی اجمیع المومنین۔

یعنی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو تم پر اور تمام مسلمانوں پر۔"

ابو عبیدہؓ نے خط لکھ کر رکھ دیا اس پر مہر کی اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ خط کون لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا۔"

میسرہؓ بن مسروق العبسی نے جلدی سے کہا "میں لے جاؤں گا۔"

ابو عبیدہؓ۔ "خدا تمھیں اس کا صلہ دے اور تم پر اپنی رحمت و برکت نازل کرے۔ لو یہ خط۔"

میسرہؓ نے خط لیا وہ بڑے پائے کے بزرگ و رئیس قوم اور بہادر و مجاہد تھے خط لے کر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مسلمانوں کو سلام کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

پچیسواں باب

شوخ غزنہ

شہابؓ کعب۔ اور غزنہ کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہوئے تھے کعب دولت مند ہونے کی وجہ سے اس نواح میں کافی مشہور تھے۔ رومی ان کی بڑی قدر و عزت کرتے تھے۔ عیسائیوں میں پردے کا رواج نہ تھا ان کی عورتیں اور لڑکیاں بے جواب بے باگی سے پھرا کرتی تھیں بالکل اسی طرح جیسے اس زمانے میں غیر مسلموں کی لڑکیاں اور عورتیں اپنے لباس پہن کر حسن و جمال کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔

کعب جس بستی میں جا کر قیام کرتے وہاں کے مرد اور عورتیں ان کی بڑی مدارات کرتے کئی روز کے بعد وہ اجبار میں پہنچے۔ اسبار کی بستی والوں نے ان کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ چونکہ کعب بڑے ہر دلعزیز تھے اس لیے سب ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے غزنہ سے اس لیے اور بھی محبت کرتے تھے کہ وہ خوش خلق اور خوش جمال تھی جو کوئی اسے ایک نظر دیکھ لیتا ہے اور ایک مرتبہ اس سے بات کر لیتا اس کا گرویدہ ہو جاتا۔

اجبار میں پہنچ کر یوں تو کعب نے بھی شہابؓ کی بڑی تواضع کی لیکن ان سے زیادہ مدارات غزنہ نے کی ہر وقت ان کے آرام و راحت کی فکر میں رہتی۔ ان کے لیے اچھے اچھے کھانے اپنے اہتمام سے تیار کراتی اور خوب کھلاتی۔

کعب کے پاس بیسوں کنیزیں اور پچاس ساٹھ غلام تھے۔ غزنہ کے حکم پر یہ سب کام کرنے کے لیے دوڑ پڑتے تھے۔ لیکن شہابؓ کا کام خود غزنہ کرتی تھی اور کسی دوسرے کو نہیں کرنے دیتی تھی۔

اب غزنہ کی پژمردگی اور دل گرفتگی دور ہو چکی تھی۔ زندہ دلی آگئی تھی۔ شوخی عود کر آئی تھی۔ وہ ہنس ہنس کر دوسروں کو ہنسانے لگی جب وہ ہنستی تھی اس

کا چہرہ اور بھی دل آویز ہو جاتا تھا۔ چہرہ پر نور کی لہر دوڑ جاتی اور دلکش چمک پیدا ہو جاتی تھی۔ دانتوں کی سفید موتیوں جیسی ہموار لڑیاں نظر آکر بجلیاں گرانے لگتی تھیں۔

کعب اپنی عزیز از جان بہن عزنہ کو خوش وخرم دیکھ کر خوش ہوئے تھے وہ سیدھے آدمی تھے یہ سمجھتے تھے کہ عزنہ کو یہ امید ہو گئی ہے کہ وہ شہاب کے ذریعہ سے اپنی خاندانی تحریر حاصل کرے گی اس لیے خوش ہو رہی ہے اور شہابؓ کی مدارات کر رہی ہے۔

کعب کو بھی شہابؓ سے اپنے بھائی جیسی محبت ہو گئی تھی ان کی خوش اخلاقی نے انھیں گرویدہ کر لیا تھا جب شہابؓ نماز پڑھتے تھے تو وہ غور سے دیکھا کرتی تھی اور جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے تو وہ غور سے سنا کرتی تھی۔ شہابؓ خوش الحان تھے وہ ترنم سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی کعب بھی غور سے سنتے تھے کلام اللہ کی فصاحت و بلاغت کا ان کے دل پر بڑا اثر ہوتا تھا ایک روز انھوں نے شہابؓ سے کہا۔

"میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں کیا تم جواب دے کر میرا اطمینان کر دو گے۔"

شہاب۔" جو باتیں مجھے معلوم ہوں گی میں ضرور ان کا جواب دوں گا۔"

کعب۔" کیا تمہارے نبی حضرت (محمد صلعم) امی (ان پڑھ) تھے۔"

شہابؓ۔ ہاں۔ وہ امی تھے اس کا موقع ہی نہ آیا کہ وہ کچھ لکھ پڑھ لیتے۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے تو ان کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ساڑھے چار سال کی عمر تک حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس رہے جنھوں نے انھیں دودھ پلایا تھا۔ چھٹے سال ان کی والدہ حضرت آمنہ نے وفات پائی۔ آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے شروع کی آٹھ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کو آپ کے چچا ابو طالب نے اپنی کفالت میں لے لیا حضور جن کے پاس بھی رہے انھیں آپ سے اس قدر محبت رہی کہ ایک لمحہ کو بھی

آپ کو اپنے پاس سے جدا نہ کر سکے۔ اس ازدیاد محبت ہی کی وجہ سے کسی کو بھی آپ کو پڑھانے کی طرف توجہ نہ ہوئی اور آپ امی رہ گئے۔

کعب۔ "قرآن شریف کس کا کلام ہے"؟

شہابؓ۔ "خدا کا کلام ہے۔ آج عربوں کو اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز ہے۔ اکثر قادر الکلام اور شیریں بیان عربوں نے کہا تھا کہ ایسا کلام تو ہم بھی لکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے تم اس کے مقابلہ کا ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (سورہ بقرہ۔ آیت ۲۲) یعنی اگر تمہیں اس کے (قرآن شریف کے) اللہ کی طرف سے اس کے بندے پر نازل ہونے میں شک ہے تو اس کے مانند ایک صورت لے آؤ اور سوائے اللہ کے اپنے مددگار کو بلا لو۔ پس اگر نہ لاؤ تم اور ہرگز نہ لا سکو گے تم تو اس آگ (دوزخ) سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔) قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ایک چھوٹی سورت کے مانند بھی کوئی شخص سورت نہ لکھ سکے گا چنانچہ آج تک کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ سورت تو کیا ایک آیت بھی لکھ کر نہ لا۔ سچ یہ ہے کہ خدا کے کلام کا مقابلہ انسانی کلام کیسے کر سکتا ہے"؟

کعب۔ "ایک بات تو ضرور ہے کہ اس کلام میں بڑا اثر ہے"؟

شہابؓ۔ "خدا کے کلام میں بھی اثر نہ ہو"۔

کعب کسی کام سے اٹھ کر چلے گئے تھوڑی دیر میں عزہ آ گئی اس نے مسکرا کر کہا۔ "بھائی جان کو کیا پٹی پڑھا رہے تھے"۔

شہاب نے اس شوخ ادا کو دیکھ کر کہا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ عزہ بڑی شوخ ہے"۔

عزہ۔ انھوں نے کیا کہا"۔

شہابؔ۔ "انھیں یقین ہی نہیں آیا۔"

غزنہ۔ "اور کچھ کہیے"

شہاب۔ "اور کیا کہوں۔ ہاں ایک بات کہنی بھول گیا۔"

غزنہ۔ "کیا"؟

شہاب۔ "اب تم سے کہوں گا تو تم برا مان جاؤ گی۔"

غزنہ۔ "میں کیوں۔ برا مانوں گی۔

شہاب۔ "وہ بات ہی کچھ ایسی ہے۔"

غزنہ۔ "کیسی ہے۔"

شہاب۔ "تمھاری شادی کے متعلق۔"

یا تو غزنہ مسکرا رہی تھی۔ آنکھوں سے شرارت برس رہی تھی یا شرما گئی آنکھیں فرطِ حیا سے جھک گئیں۔

شہاب نے کہا "شرما گئیں تم"

غزنہ نے حیابار آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بڑے شریر ہو گئے ہیں آپ۔"

شہابؔ۔ "مجھے بھی اپنا ہی جیسا شریر بنا لو۔"

شریر غزنہ نے مسکرا کر کہا۔ "آہستہ آہستہ بن جاؤ گے۔"

شہابؔ۔ "تم بڑی بھولی تھیں، شرارت کس نے سکھا دی۔"؟

غزنہ۔ "آپ نے۔"

شہابؔ۔ "میں نے۔ میں بےچارہ شرارت کیا جانوں"؟

غزنہ۔ "جی بڑے بھولے۔ پھر کس نے سکھائی۔"

شہابؔ۔ تمھارے سن نے۔ یہ عمر ہی شوخ اور شرارت کی ہوتی ہے۔"

شہابؔ نے یہ کہہ کر کچھ ایسی گرم نگاہوں سے اس ماہ وش کو دیکھا کہ وہ شرما کر بھاگ گئی۔ اس کے جاتے ہی کعب آ گئے۔ انھوں نے کہا۔ "مجھے چند

کام انجام دینے تھے۔ جن کی وجہ سے یہاں قیام کرنے پر مجبور رہوا۔ ان کاموں سے اب چھٹکارا مل گیا ہے۔ میرے خیال میں کل فلسطین چلو۔"

شہابؓ۔ "میں ہر وقت چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

کعب۔ یہ بھی معلوم ہے کہ عمروؓ بن الواحق فلسطین ہی میں ہیں۔ یا کہیں گئے ہوئے ہیں۔"؟

شہابؓ۔ "وہ ابھی فلسطین ہی میں ہیں۔"

کعب۔ "تو پھر کل چلو۔"

شہابؓ۔ "بہت اچھا۔"

کعب نے اس روز تیاری کی اور اگلے روز وہ اور شہابؓ دونوں فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ عزرا اجارہ ہی میں رہ گئی۔

چھبیسواں باب

میسرہؓ کی مدینہ میں آمد

میسرہؓ بن مسروق العبسی تنہا اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ جب تک وہ ارض فلسطین میں سفر کرتے رہے اور اگر رات کے وقت کوئی بستی آجاتی تو وہاں ٹھہر جاتے بستی نہ آتی تو جنگل اور میدان ہی میں سو رہتے وہ ایسے ہی تھے کہ انھیں نہ دشمنوں کا خطرہ تھا نہ درندوں کا خوف تھا اور جب وہ سرزمین عرب میں داخل ہوئے تو عشار کی نماز پڑھ کر چل پڑتے۔ صبح کی نماز جہاں دن نکلنے کو ہوتا پڑھ لیتے اور نماز پڑھتے ہی پھر روانہ ہو جاتے جب تک دھوپ میں اتنی تپش نہ بڑھ جاتی کہ چلنا دشوار ہو جاتا برابر چلتے رہتے۔

چونکہ وہ عرصہ کے بعد مدینہ منورہ آ رہے تھے اس لیے انھیں وہاں پہنچنے کی بڑی خوشی تھی۔ جب منزل مقصود تین چار ہی منزل رہ گئی تو انھوں نے رات دن چلنا شروع کر دیا۔ آفتاب کی تمازت کی پرواہ نہ کی۔ جسم کو جھلسا دینے والی گرم ہوا کی نہ گرمی کا خیال کیا۔ نہ پیاس کا۔ نہ آرام کیا نہ سوئے۔ شب و روز چل کر عشار کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔

چونکہ رات زیادہ آگئی تھی اس لیے اہل مدینہ سو گئے تھے۔ راستوں اور سڑکوں پر سناٹا طاری تھا۔ اس سناٹے کو دور کرنے کے لیے کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آواز آجاتی تھی۔

میسرہؓ مسجد نبوی میں پہنچے۔ مسجد میں چبوترے سے ملا ہوا اس قدر صحن تھا کہ اس میں کئی خیمے کھڑے کئے جا سکتے تھے۔ ایک طرف ایک کچا چبوترہ تھا۔ کہ اس چبوترہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وہ نادار مسلمان رہا کرتے تھے جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا انھیں اہل صفہ کہتے تھے۔ اس چبوترہ

ئے قریب میسرہؓ نے اپنی اونٹنی باندھی۔ مسجد میں جاکر وضو کیا اور سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس میں داخل ہوئے۔

آنحضور صلعم کا مزار مبارک حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تھا یہ حجرہ مختصر سا تھا اس میں چراغ روشن تھا اس وقت تک اس میں دو قبریں تھیں ایک رسول اللہ صلعم کی اور دوسری حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کی۔

رات کے وقت بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں قبروں کے درمیان بیٹھی ہوئی تلاوت کر رہی تھیں۔ میسرہؓ نے حجرہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے آنحضور صلعم کی قبر مبارک کو اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قبر کو سلام کیا درود فاتحہ پڑھی اور پھر نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے میسرہؓ کے حجرہ میں داخل ہوتے ہی پردہ کر لیا تھا وہ انھیں پہچان گئی تھیں اور دیکھ رہی تھیں۔ میسرہؓ نے بھی انھیں دیکھ کر پہچان لیا۔ انھوں نے بڑے ادب سے سلام کیا حضرت عائشہؓ نے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا۔

"میسرہؓ۔ کیا تم ملک شام سے آرہے ہو۔"

میسرہؓ۔ "جی ہاں ام المومنین۔"

حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چھوٹی صاحبزادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی تھیں چونکہ رسول اللہ علیہ وسلم کی بیویاں امت کی مائیں تھیں۔ اس لیے حضرت عائشہ کو بھی سب ام المومنین کہتے تھے۔

حضرت عائشہ کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۰ نبوی میں اس وقت ہوا تھا جب وہ بہت کم سن تھیں۔ یعنی ان کی عمر سات سال کی تھی گیارہ سال کی عمر میں ۱ھ میں رخصتی ہوئی اور اکیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور وہ بیوہ ہوگئیں۔ ہم ۱۵ھ کے واقعات قلم بند کر رہے ہیں ان کی عمر چھبیس سال کی تھی شباب کا زمانہ تھا وہ اپنا تمام وقت

عبادت الٰہی میں صرف کر رہی تھیں۔ اکثر راتیں اپنے باپ اور شوہر کی مقدس قبروں کے درمیان نوافل اور درود شریف پڑھتے اور کلام اللہ کی تلاوۃ کر دیتے گزار دیتی تھیں تمام مسلمان ان کی بڑی عزت اور عظمت کرتے تھے ان سے بیشمار حدیثیں منقول ہیں وہ زبردست عالم اور بڑی نکتہ رس تھیں۔ انھوں نے دریافت کیا" مسلمانوں کا کیا حال ہے "؟

یسرہؓ نے جواب دیا" خدا کے فضل سے بخیریت ہیں"۔

حضرت عائشہؓ" اس وقت عمرؓ سو گئے۔ انھیں اُٹھانا نہیں۔ رات دن خلافت کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں زیادہ کام کرنے سے ان کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ تم بھی آرام کرو"۔

یسرہؓ سلام کر کے چلے آئے اور مسجد کے ایک گوشہ میں پڑ گئے۔ چونکہ کئی روز کے جاگے ہوئے تھے اس لیے پڑتے ہی نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو سنا حضرت عمرؓ خلیفہ دوم صبح کی اذان دے رہے تھے جب انھوں نے کہا۔

الصلوۃ خیر من النوم۔ یعنی بیدار ہو کر نماز کے لیے آؤ۔ تو یسرہؓ جلدی سے اُٹھے مسجد سے باہر جا کر ضروریات سے فراغت کی مسجد میں آ کر وضو کیا اور سنتیں پڑھنے لگے۔ صبح کی سنتیں موکدہ ہیں اس لیے ان کا پڑھنا اور حتی الامکان جماعت سے پہلے پڑھنا ضروری ہے۔ اگر جماعت کے قضا ہونے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر سورج نکلنے پر پڑھنے کا حکم ہے۔

جب یسرہؓ سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے تو تمام مسجد نمازیوں سے بھر گئی تھیں۔ حضرت عمر نے جماعت سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر یسرہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر انھیں سلام کیا۔ انھوں نے خوش ہو کر سلام کا جواب دیا۔ مصافحہ کیا اور کہا۔" پروردگار کعبہ کی قسم تم یسرہؓ ہو"۔

اس وقت کچھ دھندلا سا تھا صورتیں صاف نظر نہ آتی تھیں یسرہؓ نے عرض کیا۔" جی ہاں۔ میں یسرہؓ ہی ہوں"۔

حضرت عمرؓ۔ "اے بیٹے مسروق کے تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔"؟
یسرہؓ۔ "یا امیر المؤمنین بہتری اور سلامتی ہے۔"

یسرہؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کا خط حضرت عمرؓ کو دیا انھوں نے خط لے کر بوسہ دیا اور اس کی مہر دیکھ کر توڑا۔ انھوں نے خط پڑھنے سے پہلے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ابھی کوئی نہ جائے سب بیٹھے رہیں۔ تمہارے بھائی ابو عبیدہؓ کا خط آیا ہے اسے سن کر جانا۔"

تمام مسلمان بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے خط کھول کر اول خود پڑھا۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے کہا۔ مسلمانو! یہ خط ملک شام کے عامل ابو عبیدہؓ کا بیت المقدس سے آیا ہے انھوں نے اس مقدس شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔"

اس کے بعد انھوں نے خط پڑھ کر سنایا مسلمان سن کر بہت خوش ہوئے انھوں نے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے حضرت عمرؓ منبر سے اتر کر مسلمانوں کے درمیان آبیٹھے۔ انھوں نے ہاتھ اٹھا کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا سب چپ ہو گئے۔



ستائیسواں باب

اسلامی پارلیمنٹ کا اجلاس

جب سب مسلمان خاموش ہو گئے تب حضرت عمر نے فرمایا۔ "مسلمانو! تم نے ابو عبیدہؓ کا خط سن لیا انھوں نے مجھے بلایا ہے اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ اللہ تم پر رحمت کرے۔"

اس وقت حضرت عمر کے داہنی طرف حضرت عثمان غنیؓ بیٹھے تھے بائیں طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے سامنے عبدالرحمٰن بن عوف حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عبادہؓ بن صامت اور مہاجرین و انصار کے دوسرے سربرآوردہ ذی فہم اور مدبر تھے یہی خلیفۂ دوم کی پارلیمنٹ تھی اور مسجد نبوی گورنمنٹ ہاؤس تھا۔

اگرچہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے حکومت و سلطنت کے جملہ اختیارات ان کے ہاتھ میں تھے لیکن وہ شخصی حکومت کے سخت خلاف تھے۔ جمہوریت کے حامی تھے اکثر فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے خلیفہ یا فرمانروا کو مسلمانان جمہور سے مشورہ کرنا ضروری ہے اس سے ایک تو غلطی کا امکان نہیں رہتا جب کسی معاملہ پر بحث ہوتی ہے تو اس کی بھلائیاں اور برائیاں سب ظاہر ہو جاتی ہیں۔ دوسرے فرمانروا کے دل میں خود رائی پیدا نہیں ہوتی وہ معزور نہیں ہو جاتا۔ جانتا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اپنے افعال کا جواب دہ ہے غلط راستہ پر چلے گا تو مسلمان اسے حکومت سے برطرف کر دیں گے۔"

حضرت عمرؓ نے جمہوریت کی تعلیم دی تھی۔ وہ شخصی حکومت کے سخت خلاف تھے جب تک مسلمانوں میں جمہوریت رہی وہ ترقی کرتے رہے جب شخصی حکومت کی لعنت میں گرفتار ہوئے انحطاط ہوتا چلا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب حکومت شخصی ہوتی ہے تو فرمانروا کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ قوم کے سامنے اپنے افعال و اعمال کا جواب دہ ہے اس لئے اکثر ایسی حرکتیں کر گزرتا ہے جس سے سلطنت اور قوم کو نقصان پہنچ جاتا ہے حکومت تباہ اور قوم برباد ہو جاتی ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ لیا تو سب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ نے کہا۔ یا امیرالمومنین۔ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو حقیر و ذلیل کر دیا ہے ملک شام کا زیادہ حصہ ان کے قبضہ سے نکل گیا ہے خدا نے مسلمانوں کو غلبہ دیا ہے اب مجاہدین اسلام نے شہر ایلیا (بیت المقدس) کا محاصرہ کر لیا ہے رومی اس محاصرہ سے تنگ آ گئے ہیں انھوں نے زچ آ کر یہ درخواست کی ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ یہاں آ جائیں تو ہم شہر اُن کے حوالہ کر دیں گے۔ میری رائے میں آپ کو وہاں جانا نہیں چاہیے۔ ابوعبیدؓ کو لکھ دیجئے کہ وہ رومیوں سے کہہ دیں کہ اگر انھیں شہر حوالہ کرنا ہے تو کر دیں خلیفہ یہاں نہیں آ سکتے۔ اگر وہ شہر حوالہ نہ کریں تو محاصرہ اور تنگ کر دیا جائے۔"

حضرت عمرؓ۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے اپنی رائے کے مطابق خوب مشورہ دیا لیکن اگر رومی لڑنے پر آمادہ ہو گئے تب کیا ہوگا"؟

عثمان غنیؓ۔ میرا خیال ہے کہ جب آپ تشریف نہ لے جائیں گے تو رومی یہ سمجھ لیں گے کہ آپ نے انھیں سبک اور حقیر جانا اول تو وہ اسی وقت قلعہ مسلمانوں کے حوالہ کر دیں گے۔ اور اگر لڑیں گے بھی تو بہت تھوڑی مدت تک پھر مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے اور ادائے جزیہ پر مصالحت کر لیں گے"۔

حضرت عمرؓ۔ میں نے اور مسلمانوں نے تمہاری رائے سن لی۔ خدا تمھیں جزائے نیک دے تم نے اچھا مشورہ دیا۔ اب میں سب مسلمانوں سے دریافت کرتا ہوں کیا تم سب اس رائے سے متفق ہو یا کسی کی اور کچھ رائے بھی ہے"۔

حضرت طلحہؓ نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت فارس (ایران) اور شام دو ملکوں میں لڑائیاں ہو رہی ہیں ایسے وقت خلیفہ کو اپنی جگہ سے نقل و حرکت نہیں کرنا

چاہیے۔"

حضرت عمرؓ۔ "تم نے عثمان کی رائے کی تائید کی۔

حضرت علیؓ۔ "میری رائے ان کے خلاف ہے"۔

حضرت عمرؓ۔" تم بھی اپنی رائے کا اظہار کرو اللہ تم پر اپنی رحمت کرے"۔

حضرت علیؓ۔" رومیوں نے آپ کو بلانے کی درخواست کی ہے اس درخواست ہی میں ان کی ذلت ہے میرا خیال ہے کہ انھوں نے محاصرہ سے تنگ آکر ہی یہ درخواست کی ہے اور چونکہ شہر بیت المقدس ان کے نزدیک بڑا متبرک اور مقدس ہے اس لیے انھوں نے یہ شرط قائم کی ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ آجائیں تو وہ شہر ان کے حوالہ کردیں اس سے وہ اپنے لوگوں میں فخر سے یہ کہہ سکیں گے کہ انھوں نے عام مسلمانوں کے سپرد اپنا شہر نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں کے خلیفہ کے سپرد کیا۔"

حضرت عمرؓ۔" گویا تمھارا یہ خیال ہے کہ وہ شہر میرے سپرد کردیں گے۔"

حضرت علیؓ۔" میرا یہی خیال ہے۔"

حضرت عثمانؓ۔" مگر تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ رومیوں کی درخواست میں یہ بھی ہے کہ وہ اگر خلیفہ میں وہ صفتیں دیکھ لیں گے جو ان کی کتابوں میں تحریر ہیں تب وہ شہر ان کے حوالہ کردیں گے۔ فرض کرو خلیفہ یہاں سے تشریف بھی لے گئے سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور انھوں نے کہہ دیا کہ ان میں وہ صفتیں نہیں ہیں شہر سپرد نہ کیا تب کیا ہوگا۔"

حضرت علیؓ۔" تب مجبوراً جنگ کی جائے گی لیکن دنیا تو اس بات کو دیکھ لے گی کہ ہم نے ان کی درخواست منظور کی لیکن انھوں نے ہٹ دھرمی کی"۔

حضرت عثمانؓ۔" میرا تو خیال یہ ہے کہ رومیوں نے ہرقل اعظم اور دوسرے بادشاہوں سے مدد طلب کی ہے وہ مدد کا انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے فریب دینے کے لیے خلیفہ کے آنے کی شرط قائم کی ہے تاکہ اس عرصہ میں مسلمان حملہ نہ کریں اور وہ اطمینان سے مدد آنے کا انتظار کرتے رہیں۔

حضرت علیؓ۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن غیب کا حال سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ خلیفہ کے وہاں جانے سے اگر رومی شہر سپرد نہ کریں گے تو یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ مسلمان خلیفہ کی موجودگی کی وجہ سے جان توڑ کر لڑیں گے۔ عجب نہیں کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے لیکن اگر خلیفہ تشریف نہ لے گئے تو رومیوں کو غیرت آئے گی کہ ان کی درخواست کی کوئی وقعت نہیں کی گئی وہ جان توڑ کر لڑیں گے بادشاہوں سے مدد طلب کریں گے اور چونکہ بیت المقدس کا عیسائی حج کرتے ہیں اس لیے قرب و جوار کے بطارقہ اور طاغیہ ان کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے اس حالت میں مسلمانوں کو زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔"

عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ "حضرت علیؓ کی رائے مناسب ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ اگر خلیفہ تشریف لے جائیں گے تو عجب نہیں کہ خدا شہر کو فتح کرا دے نہ گئے تو احتمال ہے کہ کہیں رومی جوش اور غصہ میں آکر دم آخر تک لڑیں اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے۔

حضرت عمرؓ۔ "حقیقت یہ ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں بزرگ اپنی اپنی رائے میں حق پر ہیں۔ عثمانؓ نے دشمنوں کے مکر و فریب پر نظر کی اور علی نے مسلمانوں پر شفقت کی نگاہ کی۔ میری رائے بھی علیؓ کی رائے سے متفق ہے شاید میرے جانے سے مسلمان جنگ کی زحمت سے بچ جائیں اور قلعہ بغیر لڑے ہی فتح ہو جائے۔

سب نے حضرت عمرؓ کی تائید کی چنانچہ حضرت عمرؓ نے سفر کی تیاری کا حکم دے دیا

اٹھائیسواں باب

شہنشاہ اسلامؓ کا سفر

حضرت عمر فاروقؓ کی بیت المقدس جانے کی خبر بجلی کی طرح مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ اس خبر سے لوگ خوش نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض کو تو بے حد ملال ہوا خصوصاً ان عورتوں کو زیادہ رنج ہوا جو بیوہ یا لاوارث تھیں اور ان عورتوں کو بھی صدمہ ہوا جن کے خاوند، بھائی یا بیٹے جنگ میں گئے ہوئے تھے حضرت عمرؓ ان کے تمام کاموں کی خبر گیری کرتے تھے بازار سے چیزیں خرید کر لا دیتے تھے اور ایندھن مول لے دیتے تھے اور ضرورت کے وقت پانی تک بھر کر لا دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ تھے دنیائے اسلام کے شہنشاہ لیکن وہ اپنا ہی نہیں بلکہ لاوارثوں کا کام بھی خود ہی کرتے تھے ادھر لشکروں کی فراہمی ان کی روانگی اہل عرب کے لیے دوسرے ممالک سے غلہ کی بہم رسانی ان قاصدوں کی مدارات جو ان کے عاملوں کی طرف سے یا ہمسایہ فرمانرواؤں کی جانب سے آتے تھے یہ سب کام بھی ان کے ذمہ تھے پھر عام مسلمانوں کی دیکھ بھال شریعت اسلامیہ کی ترویج راتوں کو مدینہ والوں کی حفاظت یہ کام بھی وہی کرتے تھے باوجود اس قدر کاموں میں مصروف رہنے کے نماز ایک وقت بھی قضا نہ ہونے دیتے تھے دن اور رات میں چند ہی گھنٹے اس وقت سوتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہی ہو جاتا تھا ان کے عہد میں ان کے ممالک محروسہ میں چوری وغیرہ کی وارداتیں بالکل بند ہو گئیں تھیں کوئی زبردست زیردست پر ظلم نہیں کر سکتا تھا عدل و انصاف کے معاملہ میں وہ کسی کا مطلق لحاظ نہ کرتے تھے۔ یہ کہنے کی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ان کے زمانے میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے ان کی سیاست سے سب لرزتے تھے ان کے ہاتھ ہر وقت دُرہ رہتا تھا۔

لوگ اس دُرّے سے کانپتے تھے کیا مجال تھی کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا بھی رئیس اور معزز ہو کوئی کام خلاف شرع کر سکے۔

وہ نہایت سادہ مزاج تھے۔ سادگی کو پسند کرتے تھے۔ سادہ کھانا کھاتے۔ معمولی موٹے کپڑے پہنتے۔ ان معمولی کپڑوں کا یہ عالم تھا کہ اس میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے۔ اور پیوند بھی کپڑے ہی کے نہیں بلکہ چمڑے ہی کے لگا لیتے۔ غذا محض کھجور اور ستو تھی۔ کبھی کبھی جو کی روٹی بھی کھا لیتے۔ جو کی روٹی بھی زیادہ تر بغیر نمک کے روکھی کھاتے۔ کہتے تھے کہ دنیا کے ذائقہ سے بہشت کا ذائقہ اچھا ہے۔

ایک مرتبہ ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں ان سے کہا تھا۔ "یا اَبٌ (اے باپ) پہلے ہم مفلس و محتاج تھے اب خدا نے فضل کیا ہمیں زیادہ رزق دیا آپ پیٹ بھر کر خوش ذائقہ کھانا کھاتے کیوں نہیں" ؟

سیدنا عمرؓ نے برہم ہو کر ان کی طرف دیکھا اور کہا "بیٹی اگر سوائے تمہارے کوئی اور بات کہتا تو میں اسے بڑی ملامت کرتا۔ کیا میں بھول گیا کہ خدا کے اس رسول نے جس کے لیے دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں پیدا ہوئیں۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ کیا میں اپنے دوست ابوبکر صدیقؓ کو بھول گیا انھوں نے مسلمان ہونے کے بعد کبھی شکم سیر ہو کر کوئی خوش ذائقہ چیز نہیں کھائی۔ وہ دونوں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ میں بھی رخصت ہونے والا ہوں میں کیسے ان کی پیروی نہ کروں۔

غور کریں وہ مولوی صاحبان جو عالم دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوتے ہوئے لذیذ غذائیں کھاتے اور نفیس کپڑے پہنتے ہیں افسوس بعض علماء کا تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی اُن کی دعوت کرتا ہے تو وہ اس خیال سے منظور نہیں کرتے کہ خوش ذائقہ کھانا نہ ملے گا۔ مجھے بہت سے ایسے مولوی صاحبان سے سابقہ پڑا ہے جو فرمائشیں کر کر کے اچھے سے اچھا کھانا

اس سے تیار کراتے تھے جس کے مہمان ہوتے تھے۔ کیا عالموں کو ایسا ہی ہونا چاہیے عالم وہ ہے جو باعمل بھی ہو۔ رسول اللہ صلعم ہی کے طریقہ پر نہیں بلکہ کھانے پینے میں بھی ان ہی کی تقلید کرتا ہو۔ مسلمان دیکھیں کہ ایسے عالم کتنے ہیں یہ بات عامۃ المسلمین کے ہاتھ میں ہے کہ وہ علما کو مجبور کریں کہ ہر کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید خلفائے راشدین کی پیروی کریں۔

حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ جن عورتوں اور مردوں کے وہ کام کرتے ہیں انہیں ان کے جانے کا زیادہ ملال ہے انھوں نے انھیں سمجھا دیا کہ میں اپنا قائم مقام ایسے شخص کو کر جاؤں گا جو میری طرح تمھارے تمام کام انجام دیتے رہیں گے۔

لیکن عام طور پر لوگوں کو حضرت عمرؓ سے بڑی محبت تھی جب وہ حج کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے تو ایک ہجوم ان کے ساتھ ہو جاتا تھا اور جو لوگ نہ جا سکتے تھے انھیں افسوس ہوا کرتا تھا۔ جب تک وہ واپس نہ آتے تھے لوگوں کو بے چینی سی رہتی تھی۔ اور ان کا انتظار کرتے رہتے تھے۔

اب بھی بہت سے لوگوں نے ان کے ساتھ چلنے کی تیاری کی۔ انھوں نے انھیں سمجھایا کہ مدینہ منورہ میں ان کے رہنے کی زیادہ ضرورت ہے نہ معلوم ان کی عدم موجودگی میں کیا واقعہ پیش آئے چنانچہ زیادہ تر لوگ باز رہ گئے۔ پھر بھی کئی سو آدمی تیار ہو گئے۔ کچھ وہ لوگ تیار ہوئے جو معرکہ یرموک کے بعد ملک شام سے مدینہ منورہ میں آ گئے تھے۔ ان میں زبیر بن العوامؓ اور عبادہؓ بن صامت بھی تھے۔ یہ دونوں بڑے پائے کے بزرگ تھے۔

اگلے روز حضرت عمرؓ تیار ہو گئے۔ ان کے ساتھ جانے والے بھی مستعد ہو گئے سب مسجد نبوی کے سامنے جمع ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے مسجد میں جا کر چار رکعت نماز پڑھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کی قبروں کو سلام کیا وہاں سے نکل کر انھوں نے حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور ان سے درخواست کی کہ جن لوگوں اور عورتوں کے سب کام خود وہ کیا کرتے تھے۔ ان کے سب کام اب

وہ انجام دیا کریں۔

اس کے بعد وہ مسجد سے باہر آئے کئی سو آدمی تو وہ تھے جو ان کے ساتھ جانے پر آمادہ تھے اور کئی ہزار آدمی انھیں رخصت کرنے کے لیے آئے تھے۔

حضرت عمرؓ لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے پاپیادہ روانہ ہوئے۔ سب لوگ ان کی معیت میں پیادہ ہی ساتھ چلے۔ سواریاں شامل ہیں۔

مدینہ منورہ سے نکل کر حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو جو انھیں رخصت کرنے آئے تھے واپس جانے کے لیے کہا۔ وہ لوگ بڑے غمگین اور محزون ہو کر واپس لوٹے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا اونٹ طلب کیا۔ ان کا غلام اونٹ لے کر آیا سرخ رنگ کا اونٹ تھا اس پر دو شیلتے بارھے۔ ان میں سے ایک میں جو کا ستو تھا۔ دوسرے میں کھجوریں تھیں۔ ایک طرف ایک بڑا لکڑی کا پیالہ لٹک رہا تھا۔ مسلمانوں کے خلیفہ یعنی شہنشاہ اسلام کا یہ شاہانہ ساز و سامان ساتھ تھا۔ آپ اس سادگی اور زادراہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے۔



انتیسواں باب

فاروقؓ اعظم کی تنبیہ

شہنشاہ اسلام حضرت فاروق نہایت سادگی کے ساتھ سفر کر رہے تھے ان کے ساتھ نہ حشم و خدام تھے نہ خیمہ خرگاہ تھے۔ نہ غلام اور خادم تھے نہ گھوڑے اور بیرقیں۔ نہ پر تکلف لباس تھا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ اگر کچھ تھا تو اسلامی علم۔ اور وہ مجاہدین ہمرکاب تھے۔ جنھوں نے اپنی زندگیوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا تھا۔ ایک غلام تھا لباس مرقع تھا۔ کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ کئی پیوند تو چمڑے کے تھے۔ ہاتھ میں درہ تھا۔

درس مساوات تقریر سے نہیں عمل سے دینے جاتے تھے۔ ان کے پاس صرف ایک اونٹ سواری کے لیے تھا وہ اور ان کا غلام دو آدمی تھے۔ انھیں یہ گوارا نہ تھا۔ ایک جانور دو آدمیوں کا بوجھ اٹھائے۔ ایک منزل تک خود سوار ہو کر چلتے اور غلام مہار پکڑ کر چلتا دوسری منزل پر غلام سوار ہوتا اور خود اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتے۔

کیا کوئی ملک اور قوم ایسی مثالیں مساوات کی پیش کر سکتا ہے۔ غلام اور آقا ایک صف میں تھے۔ غلاموں کے ساتھ بھائیوں اور بیٹوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ مہذب ممالک میں بھی غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ جس مقام پر قیام کرتے وہاں سے صبح کی نماز پڑھ کر روانہ ہوتے۔ طریقہ یہ تھا کہ نماز پڑھ کر وعظ فرماتے اور پھر ناشتہ کر کے سفر شروع کر دیتے۔ ناشتہ میں ستو ہوتا۔ بڑے پیالہ میں ستو گھول لیتے۔ اور مسلمانوں کو بلا کر فرماتے۔ کھاؤ۔ اگر گوارا ہو تمھیں اور رحمت کرے اللہ تم پر۔ مسلمان کھاتے جو بچ رہتا

خود کھا لیتے "

ایک منزل پہنچ کر انھوں نے قیام کیا۔ صبح کی نماز پڑھ کر بطور وعظ کے کہا۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی ۔ یعنی ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے سزادار ہیں جو واحد ہے۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ مددگار ہے۔ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا کر کے عزت دی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو بنایا۔ گمراہی سے نکالا۔ پراگندگی سے بچایا۔ پرہیزگاری پر لا ڈالا ہمارے دلوں میں محبت، اخوت اور ہمدردی پیدا کی۔ ہمیں بھائی بھائی بنایا۔ دشمنوں پر فتح دی اور ان کے شہروں پر قائم کر دیا۔

اے بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرو۔ اس کا شکر کرو۔ اور اس سے زیادہ مانگو۔ وہ شکر کرنے والوں سے خوش ہوتا اور زیادہ مانگنے والوں کو زیادہ عطا کرتا ہے"۔

وعظ فرما کر انھوں نے حسب معمول اپنے بڑے کاسہ میں ستو گھولا مسلمانوں کو بلا کر انھیں کھلایا خود بھی کچھ کھایا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

وہ سرزمین عرب سے نکل کر ملک شام میں داخل ہو گئے۔ ایام جاہلیت میں حضرت عمرؓ تجارت کیا کرتے تھے اس تجارت کے سلسلہ میں وہ اکثر عراق۔ فارس۔ فلسطین مصر اور شام جاتے تھے۔ وہ راستوں سے بھی واقف تھے۔ اور ان ملکوں کی سرسبزی اور شادابی کو بھی جانتے تھے عرب کا ریگستانی علاقہ ختم ہو گیا تھا اور ملک شام کا فرحت بخش خطہ شروع ہو گیا تھا۔

ایک روز انھوں نے ایک چشمہ پر قیام کیا اس چشمہ کا نام ذات المنار تھا اس کے کنارے پر عربوں کی ایک قوم جذام رہتی تھی اس قبیلہ کے لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے۔

۱؎ از تاریخ جہاں ۱۲۔

۲؎ از فتوح الشام جلد دوم ۱۲۔

لیکن انھیں شریعت اسلامیہ سے پوری واقفیت نہیں ہوئی تھی امر و نواہی سے ناواقف تھے۔

دوسرے روز صبح کو اس قبیلہ کے چند لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور ان سے عرض کیا یا امیر المومنین ہمارے قبیلہ میں ایک شخص ایسا ہے جس کی دو۲ بیویاں ہیں اور وہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔

شریعت اسلامیہ نے ایک وقت میں حقیقی دو بہنوں کو بیویاں بنا کر رکھنے کی ممانعت کی ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ وہ بیویاں خواہ کیسی بھی نیک مزاج ہوں پھر بھی ان میں کسی نہ کسی بات پر مناقشہ ہو ہی جاتا ہے۔ حقیقی بہنوں میں تنازعہ ہونا ٹھیک نہیں حضرت عمرؓ کو جو شریعت اسلامیہ کے ایک ایک جزو پر عمل کرنا اور کرانا چاہتے تھے۔ سن کر بڑا غصہ آیا۔ انھوں نے اس عرب کو اپنے روبرو طلب کر کے دریافت کیا۔ "تمھاری کتنی بیویاں ہیں۔"؟

اس عرب نے عرض کیا۔ "دو۲ ہیں۔"

حضرت عمرؓ۔ "ان دونوں میں کوئی قرابت تو نہیں ہے۔"

عرب۔ "وہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔"

حضرت عمرؓ۔ "تمھارا کیا مذہب ہے"؟

عرب۔ "میں مسلمان ہوں۔"

حضرت عمر نے برہم ہو کر فرمایا۔ "کیا تمھیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام نے ایک وقت میں دو حقیقی بہنوں کو بیویاں بنا کر رکھنا حرام قرار دیا ہے۔"

عرب انھیں برہم دیکھ کر سہم گیا۔ اس نے کہا۔ "بخدا مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔"

حضرت عمرؓ۔ کیا تم قرآن شریف نہیں پڑھتے۔"؟

عرب۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔"

حضرت عمرؓ۔ "کیا تم نے کسی سے پوچھا بھی نہیں کہ تمھارا یہ فعل حلال ہے یا

عرب۔ "میں نے کسی سے دریافت نہیں کیا۔"

حضرت عمرؓ۔ "سختی ہو تجھ پر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ یعنی اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں مگر جو آگے ہو چکا۔"

عرب۔ "واللہ میں اس بات کو نہیں جانتا تھا۔"

حضرت عمرؓ۔ "قسم خدا کی تو جھوٹا ہے۔ تجھے لوگوں نے بتایا مگر تو نے التفات نہ کی۔ دونوں تجھ پر حرام ہیں۔ تو ان دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔"

عرب کو یہ بات گوارا نہیں تھی۔ اس نے کہا۔ کیا تم اس مسئلہ کا آغاز مجھ سے ہی کرتے ہو۔ میری دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دلانا چاہتے ہو۔ دین اسلام ایسا دین ہے کہ میں اسے اختیار کر کے کسی فلاح کو نہ پہنچا۔

حضرت عمرؓ کو اس کی یہ گفتگو بڑی ناگوار گذری۔ انھوں نے اس کے سر پر چند دُرے مار کر کہا۔ "بدبخت تو اسلام کو بُرا کہتا ہے حالانکہ یہ وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں پیغمبروں اور بہترین لوگوں کے لیے پسند کیا ہے اے دشمنِ خدا اور دشمن اپنی جان کے یا تو تو ان دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دے ورنہ میں تجھ پر افترا کی حد جاری کر دوں گا۔"

عرب نے کہا۔ "یا امیر المؤمنین میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں خود ان میں سے کسی کو علیحدہ نہیں کر سکتا۔ البتہ آپ قرعہ ڈالیں جس کے نام نکلے میں اسے طلاق دے دوں گا۔"

حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ایک عورت کے نام نکلا اس عرب نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا۔ "سن اے بدو۔ اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر کے مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تو مرتد ہو گیا یا تو نے اپنی مطلقہ بیوی سے

ہم بستری کی تو میں تجھے سنگسار کرا دوں گا۔"

عرب نے کہا۔ اطمینان رکھو تمہارے ہوتے یہ دونوں باتیں ممکن نہیں ہیں۔ وہ کون ہے جو آج تمہاری سطوت علالت سے نہیں ڈرتا۔ کسے تمہاری عدول حکمی کی جرات ہے۔"

اس روز حضرت عمرؓ وہیں مقیم رہے۔ اگلے روز صبح کے وقت پر زور وعظ کہا امر و نواہی بیان کئے اور ناشتہ کر کے آگے روانہ ہوئے۔

تیسواں باب

خوشخبری

کعب اور شہابؓ دونوں فلسطین روانہ ہوئے۔ قلعہ اجبار سے فلسطین صرف دو منزل تھا۔ ایک روز انھوں نے راستہ میں قیام کیا اور دوسرے روز فلسطین میں جا داخل ہوئے۔

فلسطین میں جو اسلامی لشکر تھا اس کے سردار عمرؓ بن العاص تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب خلیفہ تھے تو انھوں نے سُنا کہ ہرقل اعظم نے عرب پر حملہ کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی وہ ہوشیار ہو گئے اور انھوں نے اعلان جہاد کر دیا۔ مسلمان جوق جوق اسلامی جھنڈے کے نیچے آ کر جمع ہو گئے جب مسلمانوں کی کافی جمعیت ہو گئی تب خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس لشکر کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ جس میں نو ہزار مجاہدین اسلام تھے حضرت عمروؓ بن العاص کو دیکر ارض فلسطین کی طرف روانہ کیا اور باقی لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کی معیت میں ملک شام کی طرف بھیجا۔ لیکن حضرت عمرؓ بن العاص اور ان کے لشکر پر بھی حضرت ابو عبیدہؓ ہی کو سالار مقرر کیا۔ انھیں حکم دیا کہ جب ابو عبیدہؓ کو مدد کی ضرورت ہو اور وہ انھیں بلائیں تو وہ فوراً ان کی مدد کریں۔

حضرت عمروؓ بن العاص جب فلسطین میں داخل ہوئے تو ہرقل اعظم نے نوّے ہزار فوج ان کے مقابلہ میں بھیجی۔ ایک زبردست معرکہ کے بعد عمرؓ بن العاص نے انھیں ہزیمت دے کر فلسطین پر قبضہ کر لیا چونکہ انھیں آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا اس لیے وہ وہیں فروکش ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے انھوں نے بھی عمروؓ بن العاص کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں ٹھہرے رہنے کا حکم

دیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ جب ابو عبیدہ نے انھیں طلب کریں۔ تو وہ اُن کی جا کر مدد کریں۔ چنانچہ جب ابو عبیدہ نے انھیں بلایا۔ وہ معہ لشکر کے گئے اور جس مہم کے لیے بلائے گئے تھے اِسے فتح کر کے واپس آ گئے۔

اس وقت بھی وہ فلسطین ہی میں مقیم تھے۔ شہابؓ کعب کو لے کر ان کی خدمت میں پہنچے۔ سلام اور مزاج پرسی کے بعد شہابؓ نے کعب سے ان کا تعارف کرا لیا

عمرؓو بن العاص نے کہا " میں نے ان کا نام سنا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انھیں ہرقل اعظم سے کوئی لگاؤ نہیں ہے "۔

کعب نے عرض کیا " میں اس جنگ کو قومی لڑائی سمجھتا ہوں۔ ایک طرف عرب ہیں۔ دوسری طرف رومی۔ میں عرب ہوں قدرتاً میرا رجحان طبع عربوں کی طرف ہے یہ دوسری بات ہے کہ میں مذہباً یہودی ہوں "۔

عمرؓو۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں کو ہمارا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ جبلہ والی ہمدان عیسائی ہو کر ہمارے مقابلہ پر آ رہا ہے سب سے زیادہ ہرقل اعظم کی مدد اس نے کی ہے "۔

کعب " وہ غلطی پر ہے سمجھتا ہے رومی عربوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے اُسے ہرقل اعظم کی قوت پر بڑا ناز ہے لیکن وہ اس وقت پچھتائے گا جب رومی شہنشاہ کو ہزیمت فاش ہو گی "۔

عمرؓو۔ انشاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے۔ " تم کیسے آئے "۔؟

شہابؓ نے کہا۔ یہ عاصم ڈاکو کے ستائے ہوئے فریادی بن کر تمھارے پاس آئے ہیں "۔

عمرؓو بن العاص نے چونک کر کہا۔ " عاصم ڈاکو کے ستائے ہوئے "۔

شہابؓ " جی ہاں "۔

عمرؓو۔ اس نے ان کے ساتھ کیا زیادتی کی۔

شہابؓ۔ اس نے ان کے قلعہ میں جا کر ڈاکہ ڈالا۔ انھیں زخمی کیا۔ ان کی

خاندانی تحریر چھین لی۔ اور ان کی بہن کو جس کا نام غزنہ ہے زبردستی اٹھا کرلے بھاگا۔"

عمرو بن العاص اس قصہ کو نہایت توجہ سے سن رہے تھے انھوں نے قطع کلام کرکے کہا "میں نے سنا ہے غزنہ بہت حسین لڑکی ہے۔"

شہاب۔ "جی ہاں بہت زیادہ خوبصورت ہے۔"

عمرو۔ "کیا غزنہ ابھی اس کے پاس ہے۔"؟

شہاب۔ "نہیں میں عرض کرتا ہوں۔ میں ادھر سے جارہا تھا عاصم غزنہ کو لیے اس طرف سے آرہا تھا راستہ میں میری اس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ غزنہ نے فریاد کی میں اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ عاصم میرے مقابلہ میں آگیا مگر وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ غزنہ اس کے پنجہ سے چھڑالی گئی۔

عمرو۔ تم نے خوب کہا۔ اب غزنہ کہاں ہے"؟

شہاب۔ میں نے غزنہ کو قلعہ احبار میں کعب کے پاس پہنچادیا۔"

عمرو۔ شاید کعب عاصم سے اپنی توہین کا بدلہ لینا چاہتے ہیں"؟

کعب نے کہا۔ نہیں۔ میں بدلہ لینا نہیں چاہتا۔ بلکہ اپنی خاندانی تحریر اس سے واپس لینا چاہتا ہوں۔"

شہاب۔ بات یہ ہے کہ یہ مشہور ہے کہ اس تحریر میں خاندانی احبار کی دولت کا ذکر ہے۔ یا کوئی ایسا راز ہے جس کے انکشاف پر کعب اور ان کے خاندان کی بہبودی اور فلاح ہوسکتی ہے۔ یہ میرے پاس بیت المقدس میں گئے تھے میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ عمرو بن العاص کے ذریعہ سے ڈاکو سے ان کی تحریر واپس دلانے کی کوشش کروں گا۔ انھوں نے مجھ سے یہاں آنے کی درخواست کی۔ میں نے سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ سے ذکر کیا۔ انھوں نے مجھے اجازت دی اور ایک خط آپ کے نام دیا۔ یہ خط ملاحظہ ہو۔"

عمرو بن العاص نے خط کو چوما۔ مہر توڑی اور کھول کر پڑھا۔ پڑھ کر مسکرا کر اور

کہا۔ تمہیں سالار اعظم سے سفارش کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میں تمہارے کہنے سے یہ کام نہ کرتا۔"

شہابؓ۔ ضرور کرتے لیکن مجھے تو حضرت ابو عبیدہؓ سے اجازت لے کر ہی آنا تھا۔"

عمروؓ۔ مژدہ ہو کر عاصم مسلمان ہو چکا ہے اس نے تمام کاموں سے توبہ کر لی ہے۔"

شہابؓ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ مسلمان ہو گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

عمروؓ۔ وہ پرسوں آیا تھا۔ کل مسلمان ہوا آج اپنی فرودگاہ پر اپنے ساتھیوں اور سازوسامان لینے گیا ہے۔ کل آجائے گا۔ انشاءاللہ اس سے ان کی (کعب) کی خاندانی تحریر واپس دلا دی جائے گی۔ تم اپنے اور ان کے لیے ایک خیمہ لے لو اور اس میں فروکش ہو جاؤ۔"

عمروؓ بن العاص نے ایک خیمہ خالی کرا دیا۔ کعب اور شہابؓ دونوں اس میں فروکش ہو گئے۔

اکتیسواں باب

سختی نہ کرنے کا حکم

حضرت عمرؓ کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے ہی تمام اسلامی قلمرو اور وہاں سے غیر اسلامی ممالک میں یہ خبر پہنچ گئی مسلمان اپنی اپنی جگہ ہوشیار ہو گئے انھوں نے یہ سمجھا کہ خلیفہ دوم نے ممالک محروسہ کے دورہ کے لیے یہ سفر کیا ہے چونکہ ان کے دبدبے سے سب واقف اور ان کی سختی سے سب ڈرتے تھے اس لیے سب کو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی بات ان تک نہ پہنچ جائے جس سے وہ ملامت کریں اور زحمت اٹھانی پڑے۔

حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ شام عراق اور ایران کا دورہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہاں جاکر معلوم کریں کہ مسلمانوں کا کیسا طرز عمل ہے وہ ذاتی رعایا پر کسی قسم کی سختی تو نہیں کرتے عراق یا ایران کے لوگ ان سے ناخوش تو نہیں ہیں۔

مگر خلافت کے کاروبار کی وجہ سے دورہ نہ کر سکے۔ ادھر ایران و شام میں زبردست لڑائیاں شروع ہو گئیں وہ مجاہدین کی فراہمی اور ان کی روانگی میں کچھ ایسے مشغول ہوئے کہ کسی بات کا خیال ہی نہ رہا۔

اب جب کہ بیت المقدس والوں نے قلعہ سپرد کرنے میں یہ شرط قائم کی کہ خلیفہ خود تشریف لائیں تو وہ چل پڑے انھوں نے سوچا ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے بیت المقدس والوں کی آرزو بھی پوری ہو جاوے گی اور دورہ بھی ہو جائے گا۔

ذات المناد سے کوچ کر کے حضرت عمرؓ اگلی منزل میں ایک خوش قطعہ میں مقیم ہوئے۔ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے پاس ایک خیمہ بھی نہ تھا جب وہ کہیں صحرا میں ٹھہرتے اگر درخت وہاں ہوتے تو ان کے سایہ میں قیام کرتے درخت

اگر گنجان نہ ہوتے اور دھوپ چھن چھن کر آتی تو درختوں پر چادریں تان لیتے۔ رات کو شبنم سے بھی یہی چادریں بچاتی تھیں اور اگر درخت نہ ہوتے تو اونٹوں کو پاس پاس بٹھا کر ان پر چادریں یا کمبل تان لیتے۔

کچھ بات یہ نہیں تھی کہ خیموں کی کمی تھی، خیمے بہت تھے لیکن خیموں میں ٹھہرنے سے چونکہ شان ظاہر ہوتی تھی اور اظہار شان کو حضرت عمرؓ پسند نہ کرتے تھے اس لیے انھوں نے اپنے ساتھ خیمے نہیں لیے تھے پھر انھیں تو سادگی کا عملی درس دینا تھا وہ خیمہ و خرگاہ ساتھ ہی لے کر نہیں چلتے تھے۔

انھوں نے اپنے ساتھ تکیہ تک نہیں لیا تھا۔ اکثر سنگریزے جمع کر کے ان پر کمبل ڈال لیتے اور ان کا تکیہ بنا لیتے۔

حضرت عمرؓ کو یہ خوش وار قطعہ زمین بہت پسند آئی۔ اس میں سبزہ بھی تھا اور خود رو پھول بھی تھے۔ انھوں نے وہاں سے ملک شام کے تمام والیوں کلکٹروں کے نام فرمان لکھے کہ وہ جابیہ میں آ جائیں، وہیں ان کا معائنہ کیا جائے گا کئی قاصد یہ فرمان لے کر روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے مختلف محکمے قائم کر دیئے تھے عامل یا کلکٹر لگان اور زر جزیہ وصول کرتے تھے، باقاعدہ وصولی کا حساب رکھتے اور وصول کرنے کے بعد دربار خلافت میں زر موصولہ اور فہرست بھیج دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کوچ و قیام کرتے ہوئے وادی القریٰ کے قریب ایک عیسائی بستی میں جا پہنچے وہاں کچھ مسلمان مقیم تھے۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ خلیفہ آ پہنچے تو سب کے سب ان کے استقبال کو نکل آئے۔ اللہ اکبر کے پرجوش نعرے لگا کر پرتپاک خیر مقدم کیا۔ انھیں دیکھتے ہی حضرت عمرؓ اور ان کے تمام ہمراہی سواریوں سے اتر پڑے۔ استقبال کرنے والے مسلمان دوڑ کر حضرت عمرؓ کے سامنے پہنچے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا، خیر و عافیت پوچھی اور باتیں کرتے ہوئے بستی کی طرف چلے۔

بستی کے عیسائیوں کو بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے شہنشاہ آئے ہیں وہ انھیں دیکھنے کے لیے امنڈ پڑے۔ مرد عورتیں اور بچے راستہ کے سروں پر آ کھڑے ہوئے تھے ان کا خیال تھا کہ شاہ اسلام بڑے شان و تجمل سے آتے ہوں گے۔ مگر جب انھیں دیکھا تو حیران رہ گئے۔ شان کی کوئی بات بھی نہیں تھی پیوند لگے۔ میلے سے کپڑے پہنے تھے۔ معمولی سا عمامہ باندھے تھے لیکن چہرہ سے اس غضب کا رعب و جلال ظاہر تھا کہ نظر بھر کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ نہایت بے تکلفی کے ساتھ مسلمانوں سے باتیں کرتے چلے آ رہے تھے۔

حضرت عمرؓ اس جگہ پہنچے جہاں وہ مسلمان بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چند خیمے استادہ تھے۔ اس وقت دھوپ کافی پڑ رہی تھی۔ خاصی گرمی تھی۔ قریب ہی بہت سے درخت تھے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہی درختوں کے سایہ میں جا کر فروکش ہو گئے۔ جو عیسائی مرد عورتیں، بچے انھیں دیکھنے کے لیے آئے تھے وہ واپس چلے گئے۔ لیکن چند رومی دھوپ میں کیوں کھڑے ہیں"؟

کچھ مسلمان ان رومیوں پر تعینات تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔

"ان لوگوں کے ذمہ زر جزیہ باقی ہے اب تک ادا نہیں کیا۔ ازراہ تادیب انھیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے"۔

حضرت عمرؓ۔ "ادائیگی میں ان کا کیا عذر ہے"؟

مسلمان "کہتے ہیں ہم نادار ہیں۔ ہمارے پاس ادا کرنے کو کچھ نہیں ہے"۔

حضرت عمرؓ "یہ ان کا بہانہ ہے یا واقعی ناداری کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتے"۔

مسلمان "تحقیقات سے یہی بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ لوگ نادار ہیں"۔

حضرت عمرؓ "تب قیامت کے روز خدا کے روبرو تمہارا کیا جواب ہوگا۔ جب پوچھا جائے گا کہ تم نے میرے نادار بندوں کو اذیت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لا تعذب الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامہ"

یعنی لوگوں پر سختی نہ کرو جو لوگوں پر دنیا میں سختی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر سختی کرے گا۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو اور آئندہ خیال رکھو کہ جو لوگ نادار ہوں ان پر سختی نہ کیا کرو۔"

مسلمانوں نے رومیوں کو چھوڑ دیا۔ وہ حضرت عمرؓ کو دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔ دوسرے روز حضرت عمرؓ نے وہاں سے کوچ کیا۔

بتیسواں باب

تحریر کی واپسی

دوسرے روز حضرت عمرؓو بن العاص نے شہابؓ اور کعب کو اپنے پاس طلب کیا دونوں یہ سمجھے کہ شاید عاصم ڈاکو آگیا ہے اسی وقت دونوں ان کی خدمت میں پہنچے۔

اس وقت دھوپ پڑ رہی تھی۔ عمرؓو بن العاص خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ یہ دونوں بھی خیمہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عمرؓو بن العاص تنہا بیٹھے ہیں دونوں نے انہیں سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے۔

عمرو بن العاص نے سلام کا جواب دے کر شہابؓ سے کہا: "تمہیں معلوم ہے کہ فلسطین کے عیسائیوں نے یہ درخواست کی ہے کہ اگر خلیفہ تشریف لائیں تو وہ قلعہ ان کے سپرد کر دیں۔

شہابؓ کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ اس وقت اخبارات بھی نہ تھے جن کے مطالعہ سے حالات معلوم ہوتے رہتے انہوں نے کہا "میرے سامنے تک تو قلعہ والوں نے کوئی بات بھی نہ کی تھی۔

عمرؓو۔ ابو عبیدہ بن الجراح کا خط آیا ہے۔ انہوں نے اس میں یہ بات لکھی ہے۔

شہابؓ: "ممکن ہے میرے وہاں سے چلے آنے کے بعد رومیوں نے یہ درخواست کی ہو"۔

عمرؓو۔ "ایسا ہی معلوم ہوتا ہے میں نے چند آدمی سرحد پر روانہ کئے ہیں تاکہ اگر وہ حضرت عمرؓ کے آنے کی خبر سنیں تو فوراً مجھے اطلاع دیں۔

شہابؓ۔ خدا کرے کہ وہ آجائیں ان کی زیارت کی تمنا ہر مسلمان کو ہے۔

عمرؓ۔"تم سچ کہتے ہو میرا دل گواہی دیتا ہے وہ ضرور آدیں گے۔ ہمیں ان سے ملاقات کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ عاصم ڈاکو آگیا ہے اس کے گروہ میں عیسائی اور عرب دونوں شامل ہیں۔ خوشی کی یہ بات ہے۔ کہ سب تائب ہو گئے ہیں اور مسلمان ہونے کو آئے ہیں"۔

شہابؓ۔ خدا انھیں ہدایت دے۔ کیا آپ نے عاصم سے کعب کا کچھ ذکر کیا ہے؟

عمرؓ۔ ابھی نہیں کیا۔ وہ خود مجھ سے نہیں ملا۔ بلکہ اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع مجھے کرائی ہے۔

شہابؓ۔ تو آپ اسے طلب کریں۔

عمرو۔ ذرا صبر کرو میں نے اسے کہلا دیا تھا کہ وہ دوپہر کو آجائے کعب کو یہ معلوم نہیں کہ اس تحریر میں کیا ہے"؟

کعب۔ مجھے کیا کسی کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے بخیال یہ ہے کہ اس میں خزانہ کا ذکر ہے۔

عمرؓو۔ اگر اس میں خزانہ کا ذکر ہوتا تو تمہارے والد مرتے وقت اشارۃً کچھ کہہ دیتے۔

کعب۔" وہ کچھ کہنا چاہتے مگر مرض نے غلبہ کیا اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو آخری وقت آپہنچا تھا بات نہ کر سکے اور فوت ہو گئے"۔

عمرو۔" تم نے اسی وقت وہ تحریر کھول کر کیوں نہ دیکھ لی۔

کعب۔" انھوں نے وصیت کی تھی کہ جب کوئی انقلاب ہو تب اس تحریر کو دات کے وقت اپنی بہن عزنہ کے روبرو کھول کر دیکھنا۔

عمرؓو۔" تب میرا خیال ہے اس میں کوئی نصیحت اور آئندہ واقعات کی پیشن گوئی درج ہے۔

عمروؓ بن العاص بڑے ذی فہم۔ نکتہ رس اور سمجھ بوجھ کے آدمی تھے۔

کعب کچھ کہنا چاہتے تھے کہ عمرؓو بن العاص کے خادم نے خیمہ میں داخل ہو کر کہا۔" عاصم معہ اپنے ہمراہیوں کے آیا ہے۔"

عمرؓو۔ "آنے دو۔"

خادم چلا گیا تھوڑی ہی دیر میں عاصم چالیس پچاس آدمیوں کے ساتھ خیمہ میں داخل ہؤا۔ اس نے عمرؓو بن العاص کو سلام کیا۔ شہاب اور کعب کو وہاں دیکھ کر کچھ حیران ہؤا۔ وہ اس کے ساتھی عمرؓو بن العاص کے سامنے بیٹھ گئے عمرو بنؓ العاص نے دریافت کیا۔ "کیا تمھارے سب ساتھی یہیں ہیں"؟

عاصم نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ کئی سو کی جمعیت تھی۔ مگر ان میں زیادہ تر عیسائی تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان ہونے کے لیے آئے ہیں۔ جن لوگوں نے مسلمان ہونا نہ چاہا میں نے انھیں رخصت کر دیا۔"

عمرؓو۔ "مگر یہ تو برا ہوا۔ وہ کوئی اور مامن تلاش کر کے ڈاکہ زنی کریں گے"

عاصم۔ "نہیں۔ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ انھوں نے حلف اٹھا لیا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جس سے مردم آزادی ہو۔ ان لوگوں کو مسلمان کر لیجیے۔"

عمرؓو بن العاص نے انھیں سب کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ عاصم نے عمرؓو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا کعب بھی مسلمان ہونے کے لیے آئے ہیں"؟

عمرؓو۔ "نہیں۔ یہ اس تحریر کی واپسی کا مطالبہ کرنے آئے ہیں جو تم نے ان سے چھین لی تھی۔"

عاصم۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے انھیں اذیت دی۔ لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ وہ اذیت رسانی ہی میری خوش بختی کا ذریعہ ہو گئی۔ میں ضلالت اور گمراہی سے ان ہی کے طفیل سے نکلا۔"

عمرؓو۔ "یہ تو عجیب بات ہے۔"

عاصم۔ "جی ہاں نہایت ہی عجیب بات ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ کعب مجھے معاف کردیں گے"؟

عمرؓ۔ "معافی کا سوال تو اس وقت ہوگا جب تم ان کی تحریر واپس دو گے"۔

عاصم۔ "میں ابھی واپس کئے دیتا ہوں"۔

عمرؓ۔ "تم نے اس تحریر کو پڑھا ہے"؟

عاصم۔ "جی ہاں۔ اس تحریر ہی نے میرے دل پر یہ اثر کیا کہ میں مسلمان ہو گیا"!

عمرؓ۔ "کیا اس میں کسی خزانے کا ذکر ہے"؟

عاصم۔ "اس میں جو کچھ بھی ہے۔ یہ خود ہی پڑھ لیں گے۔ خدا ان کے باپ کو بخشے۔ بڑے ہی بزرگ تھے۔ میں عرصے سے اس تحریر کو اڑانے کی فکر میں تھا بڑی کد و کاوش سے ہاتھ لگی۔ مگر اس مسلمان (شہابؓ کی طرف اشارہ کر کے) نے ایسا کاری زخم لگایا کہ عرصہ تک میں علاج کراتا رہا۔ خدا خدا کر کے آرام ہوا۔ سب سے پہلے میں نے اس تحریر کو کھول کر پڑھا۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے اسے پھر مہر لگادی۔ اور آپ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ دوبارہ یہاں آکر اخبار میں جاؤں گا۔ اور وہ تحریر ان کے حوالے کر دوں گا۔ اتفاق سے یہ خود ہی یہاں آگئے۔ لو اپنی امانت سنبھالو"۔

یہ کہہ کر عاصم نے خریطہ نکال کر کعب کو دیا۔

کعبؓ نے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ ان کے چہرے سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی انھوں نے خریطہ کو دیکھ بھال کر یہ اطمینان کر لیا کہ وہی ہے۔ انھوں نے عاصم کا شکریہ ادا کیا۔ انھیں معاف کر دیا اور عمروؓ بن العاص سے کہا۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔ اب میں اس تحریر کو اپنے والد کی وصیت کے بموجب اپنی بہن عزہ کی موجودگی میں پڑھوں گا۔

کعب، شہابؓ، عاصم اور ان کے ساتھی سب وہاں سے اُٹھ کر چلے

آئے۔ سب کو یہ حیرت تھی کہ ایسا اس تحریر میں کیا لکھا ہے۔ جسے پڑھ کر ایک سفاک ڈاکو پر یہ اثر ہوا کہ وہ زشت اعمال سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

اسی روز کعب اور شہابؓ نے عمروؓ بن العاص۔ سے رخصت ہونے کی اجازت حاصل کر لی اور دوسرے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی دونوں اخبار کی طرف روانہ ہو گئے۔

تنتیسواں باب

عجیب انعام

کعب کو اپنی خاندانی تحریر کے ملنے کی بڑی خوشی ہوئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے پر لگ جائیں اور وہ اُڑ کر غرنہ کے پاس پہنچ کر خوش خبری سنا دیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کوئی ایسا موقعہ پیش آتا ہے تو وہ سب سے پہلے مسرت ناک خبر اسے سنانا چاہتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔

کعب کو اپنی بہن غرنہ سے بڑی محبت تھی انہیں یہ بھی خیال تھا کہ اسے اس تحریر کی گمشدگی کا بڑا ملال ہے۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد اس حور وش کو یہ مژدہ پہنچا دیں۔ اسی وجہ سے وہ تیزی سے چل رہے تھے ان کے کانوں میں عاصم کے یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ "اس تحریر نے میرے دل پر یہ اثر کیا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔" انہیں تعجب تھا کہ اس تحریر سے مذہب اسلام کو کیا تعلق۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ عاصم نے کسی خزانہ کا اس میں تذکرہ دیکھا ہو اور اس خزانہ پر قبضہ کر لیا ہو۔ اور میرے دعوے سے بچنے کے لیے مسلمان ہوگیا ہو۔

مگر وہ جانتے تھے کہ مسلمان عادل و منصف ہیں اگر وہ خزانہ اڑا کر مسلمان بھی ہوگیا ہے تو دعویٰ کرنے پر مسلمان ضرور اس سے میری دولت واپس دلا دیں گے۔

غرض عجیب عجیب قسم کے خیالات میں غلطاں ہوتے چلے جا رہے تھے۔

شہابؓ اس لیے خوش تھے کہ ان کی سعی سے بلا کسی جھنجھٹ اور دشواری کے وہ تحریر مل گئی تھی جس کی کعب اور غرنہ کو تلاش تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس کی واپسی سے دونوں ان کے مشکور ہوں گے۔

فلسطین سے روانہ ہونے کے دوسرے دن دونوں قلعہ اجار میں پہنچے شہابؓ اپنے اس کمرے میں چلے گئے جو ان کے قیام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا تو غرنہ نے

کعب سے دریافت کیا۔" کیا رہا بھائی جان" ؟

کعب نے جواب دیا۔" وہ تحریر واپس مل گئی ہے غزنہ" !

غزنہ۔ خدا کا شکر ہے۔ مگر اس قدر جلد تحریر کیسے مل گئی۔

کعب۔ عجیب واقعہ ہوا۔ ہم دونوں کے فلسطین پہنچنے سے پہلے عامر وہاں پہنچ کر عمرو بن العاص کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔"

غزنہ نے دونوں کا خوش ہو کر استقبال کیا جب کعب اپنے کمرہ میں جا کر بیٹھے اور غزنہ۔ حیرت ہے وہ تو پکا عیسائی تھا مسلمان کیسے ہو گیا۔

کعب۔ مجھے خود تعجب ہے جب شہابؓ کی سفارش پر عمروؓ بن العاص نے اس سے تحریر کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کے دینے میں کسی قسم کا پس و پیش نہیں کیا۔

غزنہ۔ پس و پیش کیسے کرتا جانتا نہیں تھا کہ اسلام کے انصاف کی تلوار اس کا گلا کاٹ دے گی۔

کعب۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس نے تحریر دیتے وقت ایک عجیب بات کہی۔

غزنہ۔" کیا" ؟

کعب۔" اس نے کہا میں نے تم سے یہ تحریر لے کر ایذا پہنچائی میں معافی چاہتا ہوں۔ مگر یہ ایذا رسی ہی میری خوش بختی کا ذریعہ ہو گی۔ میں ضلالت و گمراہی سے نکل آیا۔ اس تحریر کا میرے دل پر یہ اثر ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا۔"

غزنہ" عجیب بات ہے یہ تو۔"

کعب۔" نہایت عجیب۔"

غزنہ" تم نے اس تحریر کو پڑھا۔"

کعب۔" تمہاری موجودگی کے بغیر کیسے پڑھ سکتا تھا۔ آج رات کو ہم اپنے طریق پر عبادت کریں گے اور کل پڑھیں گے۔ تم شہابؓ کا شکریہ ادا کرو حقیقت یہ

ہے کہ انہوں نے ہمارے لیے بڑی تکلیف برداشت کی۔

غزنہ۔ خود شہابؒ سے مل کر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے بے چین تھی۔ بھائی کے کہتے ہی وہ اٹھ کر شہابؒ کے پاس پہنچی۔ اس وقت شہابؒ اپنے ہتھیاروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے وہ اس شوخ حور کو دیکھنے لگے۔ اس نے پاس جا کر کہا۔

اوہو، ہتھیاروں کی دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ کیا کسی سے لڑنے کا ارادہ ہے"!

شہابؒ لڑائی کا نہیں بلکہ اپنے بچاؤ کا سامان کر رہا ہوں۔

غزنہ۔ نے شوخی سے ہنس کر کہا اطمینان رکھو یہاں تم پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا"!

شہابؒ۔ اطمینان رخصت ہو گیا حملہ کرنے والا ابھی پہنچا۔

غزنہ۔ نے حیرت زدہ ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔" کہاں ہے"؟

شہابؒ۔ تم ہی تو ہو تمہارے پاس اتنے حربے ہیں کہ کوئی بہادر اور جنگجو ان میں سے کسی ایک کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

غزنہ۔ شرما گئی۔ اس نے شرمیلی مے پاش نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔" اب تو آپ شاعر ہو چلے ہیں"۔

شہاب۔ تمہاری ہم نشینی ایک سپاہی کو شاعر ہی بنا سکتی تھی سو بنا دیا۔ کہاں میں حملہ کرنے کے لیے داؤ گھات سوچا کرتا تھا کہاں اب مدافعت کی تدبیریں سوچا کرتا ہوں۔

غزنہ۔"ہو گا میں اس وقت آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں"۔

شہابؒ۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ خالی خولی شکریہ ہی ادا کیا جائے گا۔

غزنہ۔ نہیں بھائی صاحب آپ کو انعام بھی دیں گے۔

شہابؒ۔" انعام۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ میں کیا انعام چاہتا ہوں"۔

میں بھی انھوں نے زبردست تقریر کی جب وہ تقریر سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے ان سے کہا۔ یا امیرالمومنین ایک بیوی کے دو خاوند ہو سکتے ہیں ؟

حضرت عمرؓ۔ نہیں اسلام نے اس فعل کو حرام قرار دیا ہے اس میں یہ مصلحت ہے کہ اگر کسی عورت کے دو خاوند ہوں اور اس کے اولاد ہو تو یہ نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اولاد کس کی ہے اور اسے کس مرد کا ترکہ پہنچنا چاہیئے ۔

اس شخص نے کہا۔ مگر یہاں ایک ضعیف مسلمان کی ایک نوجوان بیوی ہے اس بوڑھے کا ایک جوان دوست ہے وہ بوڑھا اس قدر ضعیف ہو گیا ہے کہ اپنے اونٹوں کو بھی نہیں چرا سکتا ہے۔ اس نے اپنے دوست سے یہ معاملہ کر رکھا ہے کہ وہ اس کے اونٹ چرایا کرے ۔ اس صلہ میں اس کی بیوی ایک دن اور ایک رات اس کے پاس رہے گی اور ایک دن ایک رات بوڑھے کے پاس ۔

حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا انھوں نے کہا۔ یہ تو کھلی ہوئی وثوقی ہے قطعی حرام ہے اس بوڑھے کو بلاؤ۔"

چنانچہ بوڑھا طلب کیا گیا۔ جب وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا۔ تیرا دین کیا ہے"۔؟

بوڑھے نے جواب دیا۔" یا امیرالمومنین میں مسلمان ہوں"۔

حضرت عمرؓ۔ اور تیرے دوست اور تیری بیوی کا کیا مذہب ہے"۔ ؟

بوڑھا۔ "وہ دونوں بھی مسلمان ہیں"۔

حضرت عمرؓ۔ کیا تو نے اپنے دوست کو اپنی بیوی میں شریک کر لیا ہے"۔

بوڑھا۔ جی ہاں میں بوڑھا ہو گیا ہوں نہ میرے اولاد ہے نہ کوئی اور ایسا شخص ہے جو میرے اونٹ چرا سکے۔ اس لیے میں نے اپنے دوست سے یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ وہ میرے اونٹ چرا دیا کرے اور اس صلہ میں میری بیوی میں شریک ہو جائے"۔

حضرت عمرؓ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام میں یہ بات حرام ہے"۔

بوڑھا۔" خدا کی قسم مجھے یہ بات معلوم نہ تھی"۔

حضرت عمرؓ۔ "سختی ہو تجھ پر تو نے کسی جاننے والے سے کیوں نہ پوچھا"؟

بوڑھا۔ "غلطی ہو گئی۔ اب میں توبہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ اپنے دوست کو آج ہی اونٹ چرانے کی خدمت سے علیحدہ کر دوں گا"۔

حضرت عمرؓ۔ "اپنے دوست کو بلا"۔

بوڑھا اپنے دوست کو بلا کر لایا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس جواب دہی کے لیے بلایا گیا ہے۔ ڈرتا ڈرتا آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا "سختی ہو تجھ پر تو زنا کا مرتکب ہوا ہے"۔

جوان نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ امیر المومنین مجھے اس بات کا علم نہیں تھا توبہ کرتا اور اقرار کرتا ہوں کہ اب کبھی اس عورت کے پاس نہ جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ۔ "خدا تیری توبہ قبول کرے سُن اور اس بات کا خیال رکھ کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تو اس عورت سے کچھ بھی سرکار رکھتا ہے تو خدا کی قسم تیری گردن مار دوں گا"۔

جوان۔ "میں ہرگز اس سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا"۔

حضرت عمرؓ نے وہاں کے عامل کو بلا کر سخت سرزنش کی اور بڑی ملامت کی اسی وقت حکم دیا کہ ہر عامل خیال رکھے کہ مسلمان خلاف شریعت کوئی کام نہ کرے۔ اور اگر کوئی ایسا کام کرتا ہو تو اسے اول منع کرے نہ مانے تو سخت سزا دے۔

پھر حضرت عمرؓ نے اس بوڑھے کا وظیفہ مقرر کر دیا اس کے اونٹ قیمت دے کر بیت المال میں جمع کر لیئے اسے معاش سے بے نیاز کر دیا۔ وہاں سے آگے روانہ ہوئے اب جابیہ قریب رہ گیا تھا کچھ دور چل کر انہوں نے غبار اڑتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی غبار کی طرف دیکھنے لگے۔ ادھر سے یہ بڑھ رہے تھے ادھر سے غبار بڑھتا آ رہا تھا جب غبار کا دامن چاک ہوا تو دھوپ میں ہتھیاروں کی چمک نظر آئی۔

حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے غلام اسلمؓ بن برتا تھے۔ اسلمؓ سے حضرت عمرؓ نے کہا۔ "زبیرؓ کو بلا کر لاؤ"۔

اسلمؓ۔ زبیر بن العوامؓ کو بلا لائے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ اے ابا عبداللہ (حضرت زبیرؓ کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا ان کی وجہ سے ان کی کنیت ابا عبداللہ تھی۔ ذرا جاکر دیکھو تو یہ گروہ کیسا ہے۔ کون لوگ ہیں"۔؟

زبیر بن العوام گھوڑے پر دوڑکر چلے اور اس گروہ کے پاس پہنچ کر ان سے دریافت کیا تم کون لوگ ہو"۔؟

انھوں نے کہا۔"ہم مسلمان ہیں"۔

زبیرؓ۔ کہاں جارہے ہو"۔؟

وہ زبیر سے ناواقف تھے ان میں سے ان کے سرگروہ نے کہا"ہمیں حضرت ابو عبیدہؓ نے امیرالمومنین کی خبر لانے کے لیے بھیجا ہے۔ تم کہاں سے آرہے ہو"؟

زبیرؓ۔ مدینہ منورہ سے"۔

وہی عرب۔ جانتے ہو امیرالمومنین کہاں ہیں"۔؟

زبیرؓ۔ وہ سامنے وہی تشریف فرما ہیں"۔

مسلمانوں نے خوش ہوکر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ زبیر انھیں ساتھ لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے۔ وہ نعرے لگاتے چلے آرہے تھے۔ انھوں نے خلیفہ کو سلام کیا اور کہا۔ یا امیرالمومنین جب آپ کے آنے میں توقف ہوا تو امین الملۃ نے ہمیں آپ کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ مسلمان شدت سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔

حضرت عمرؓ۔ ہاں مجھے آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ میں جانتا ہوں کہ انتظار میں تکلیف ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو تکلیف ہوئی تم جاکر خبر کردو کہ میں آرہا ہوں"۔

آنے والے لوگوں نے سلام کیا اور گھوڑے دوڑاکر ہوا سے باتیں کرتے ہوئے واپس پھرے۔ وہ سرورِ خوشی سے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے جارہے تھے۔ اب حضرت عمرؓ نے اپنے اونٹ کی بھی رفتار تیز کردی اور جابیہ کی طرف چلے۔

پنتیسواں باب

شمعرو

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کعب اور اس کی بہن عزنہ دونوں مذہباً یہودی تھے۔ حضرت موسیٰ کو رسول مانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی رسالت کے قائل نہ تھے کعب نے اعلان کر دیا تھا رات کو وہ عبادت کرے گا چنانچہ عبادت کا سامان کیا گیا خاندانی پیشوا کو اطلاع دے دی گئی مکان خوب آراستہ کیا گیا۔ کعب عزنہ اور ان کے ملازموں غلاموں اور لونڈیوں نے نفیس قسم کے لباس پہنے خصوصاً عزنہ نے ایسا ریشمی لباس اور ایسے سونے اور جواہرات کے زیورات پہنے اور اپنی کچھ ایسی تزیین کی کہ رشک حور معلوم ہونے لگی۔ اس کا سرخی مائل سپید رنگ دمکنے لگا۔ صورت میں ایسی دلکشی آگئی کہ نظر بھر کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ سرمگیں آنکھوں میں غضب کی چمک آگئی تھی۔

رات کا وقت عبادت کے لیے مقرر ہوا تھا۔ اسی شب کو چراغاں کیا گیا تمام قصر روشنی سے جگمگا اٹھا کچھ رات گئے پیشوا آیا اس نے حسب قاعدہ عبادت کرائی عبادت کے بعد تبرک تقسیم ہوا۔ اس کے بعد کھانا کھانے کا انتظام کیا گیا۔ ایک بڑے کمرے میں میز لگا دی گئی۔ اس پر زرد رنگ کا میز پوش ڈالا گیا۔ کنیزوں نے کھانا چنا جب سب کچھ تیار ہو گیا تو کعب عزنہ۔ پیشوا۔ مہال۔ اور چند معزز لوگ اس کمرے میں پہنچے۔ سب کے بعد شہابؓ کو بلایا گیا۔ اتفاق سے انھیں جگہ عزنہ کے قریب ملی۔ وہ اس شمع رو کو دیکھ کر دیکھتے رہ گئے۔ اس کے چہرہ سے حسن کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ آنکھوں سے بجلیاں خارج ہو رہی تھیں۔ جب وہ مسکراتی تھی تو در دنداں نظر آجاتے تھے اور نہ بجلی سی چمک جاتی تھی۔

شہابؒ ہی نہیں سب اس حور وش کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ پیشوا بھی اپنے زہد و تقدس کو بالائے طاق رکھ کر بے تحاشا گھور رہا تھا۔ جہال تو اس شکر لب کو نگاہوں ہی نگاہوں میں گھول کر گویا پی جانا چاہتا تھا۔

شہابؒ کے آتے ہی کھانا شروع ہو گیا۔ عزہ اچھی اچھی چیزیں پیشوا اور شہاب کی طرف بڑھاتی جاتی تھی۔ پیشوا کے سامنے تو وہ اس لیے پیش کر رہی تھی کہ کوئی شک نہ کرے ورنہ مطلب اس کا یہ تھا کہ شہابؒ کو اچھی سے اچھی چیزیں کھلائے۔ جہال کو اس سے رشک ہو رہا تھا لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ کھانا کیا کھا رہا تھا کہ رشک رقابت سے جلا جاتا تھا۔ سچ پوچھو تو کھانا اسے کھا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد سب شکم سیر ہو گئے۔ کھانا بڑھایا گیا مہمان رخصت ہو کر جانے لگے۔ جی تو کسی کا بھی اس ماہ جبین کے پاس سے جانے کو نہ چاہتا تھا لیکن وہ کھانا کھانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اور کھانا کھایا جا چکا تھا۔ اب کوئی بہانہ وہاں بیٹھے رہنے کا نہ تھا۔ مجبوراً دل برداشتہ اٹھ اٹھ کر عزہ پر نگاہ حسرت ڈال ڈال کر رخصت ہو رہے تھے۔ پھر بھی ڈھٹائی کر کے جہال بیٹھا رہا۔ شہابؒ بیٹھے تھے اور وہ ان سے پہلے جانا نہ چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شہابؒ بھی اٹھ کر چلے گئے۔ اب جہال کے لیے بھی کوئی وجہ وہاں بیٹھے رہنے کی نہ رہی وہ اٹھا اور کعب سے کہا۔ "مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔"

کعب جہال کے ساتھ دوسرے کمرہ میں چلے گئے وہاں پہنچ کر جہال نے کہا۔ "آج بڑی نیک ساعت ہے میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

کعب نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہو۔"؟

جہال۔ میرے دامن پر بیوفائی کا ایک دھبہ لگ گیا تھا لیکن میں نے اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا ثبوت دے کر اسے مٹا ڈالا ہے میں ہمیشہ سے وفادار رہا ہوں میرے خاندان سے بھی آپ خوب واقف ہیں۔ میں آپ سے

عزنہ کے لیے درخواست کرتا ہوں۔"

کعب۔ "تمھیں معلوم ہے کہ میں نے عزنہ کو اس کی شادی کا اختیار دے دیا ہے تم اس کا استمزاج لو۔"

جہال۔ "مجھے یہ معلوم ہے لیکن آپ سے اجازت لینی ضروری تھی۔ آپ کی اجازت ہے کہ میں عزنہ سے درخواست کروں۔"

کعب۔ "میری طرف سے اجازت ہے لیکن اس وقت نہیں۔ کل کسی وقت۔"

جہال۔ "آپ کی ذرہ نوازی کا شکریہ۔"

جہال سلام کر کے چلا گیا۔ جب کعب بڑھے تو عزنہ جو ملحقہ کمرے کے دروازے سے لگی ہوئی دونوں کی باتیں سن رہی تھی پیچھے ہٹ کر اسی کرسی پر آ بیٹھی جس پر وہ پہلے بیٹھی تھی۔ چند ہی لمحہ میں کعب بھی آ گئے۔ انھوں نے کہا۔ "او ہو تم ابھی تک بیٹھی ہو عزنہ۔"

عزنہ۔ "آپ کا انتظار کر رہی تھی۔"

کعب۔ "تم نے شہابؓ سے کہہ دیا ہے کہ وہ صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ کریں۔ اسی وقت ہم اپنی خاندانی تحریر پڑھیں گے۔ ان کے سامنے پڑھنا ٹھیک ہو گا۔"

عزنہ۔ "میں نے نہیں کہا۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا۔"

کعب۔ "اچھا اب کہہ آؤ۔"

عزنہ خرام ناز سے چل کر شہابؓ کے کمرے میں پہنچی۔ اس کمرے میں ابھی تک بہت تیز روشنی ہو رہی تھی۔ شہابؓ ایک شمع کی طرف بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ کافوری شمع تھی نہایت دلفریب روشنی دے رہی تھی۔

عزنہ۔ کمرے میں دبے قدموں داخل ہوئی۔ اور انھیں اس طرح بیٹھے دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دی۔ ان کے پاس جا کر کہا۔ "کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟"

شہابؓ نے چونک کر اس شمع رو کو دیکھا اور کہا۔ "سچ یہ ہے کہ میں اس بڑی

کافوری شمع کو دیکھ کر یہ موازنہ کر رہا تھا کہ اس کی لو تیز ہے یا تمھارے حسن کی شعاعیں تیز ہیں۔"

غزنہ پہلے تو شرما گئی۔ پھر اس کے چہرے پر سرخی بکھر گئی۔ اس نے دلنواز لہجہ میں کہا۔ "شاعر ہی جو ٹھہرے۔ میں اس لیے آئی ہوں۔۔۔۔۔"

شہاب نے قطع کلام کر کے کہا۔ "تم یہ دیکھنے آئی ہو کہ تمھارے شکار کا کیا حال ہے بخدا سینہ کے اندر تڑپ رہا ہے۔"

غزنہ نے ایسی تیز نگہ ہوشربا نگاہوں سے جن میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہا۔ "نہ میں شکاری ہوں نہ شکار کو دیکھنے آئی ہوں۔ مجھے بھائی صاحب نے صرف اس لیے بھیجا ہے۔ کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ صبح کا ناشتہ آپ ہمارے ساتھ کریں۔"

شہاب۔ "زہے نصیب۔ بسروچشم قبول۔ کاش تمہارے گداز اور نرم سینہ میں پتھر کا دل نہ ہوتا۔"

غزنہ نے شوخی سے کہا۔ "انسانوں کے سینہ میں پتھر کا دل نہیں ہوا کرتا اب ان شمعوں کو گل کر دو اور سو جاؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ بجلی کی طرح کمرے سے باہر نکل گئی۔ شہاب دیکھتے ہی رہ گئے دیر تک اس دروازے کی طرف دیکھتے رہے جس سے وہ رشک قمر واپس گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ ٹھنڈا سانس لے کر اٹھے اور روشنی گل کر کے پڑ رہے۔

چھتیسواں باب

تحریر کا راز

شہابؒ نے مشکل سے رات بسر کی کئی مرتبہ خواب میں انھیں عزہ نظر آئی۔ ایک مرتبہ تو انھیں ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ اور وہ برق دش بجلی کی طرح کبھی اس طرف کبھی اس طرف چمک جاتی ہو جب بھی انھوں نے خواب دیکھا ان کی آنکھ کھل گئی۔ اور جب آنکھ کھلی بہت دیر میں لگی۔ انھوں نے تہیہ کر لیا کہ صبح ہوتے ہی وہ کعب سے اجازت لے کر بیت المقدس میں چلے جائیں گے کیونکہ عزہ کا قرب انھیں ان کے فرائض سے دور لے جا رہا تھا۔ عزہ ان کے دل و دماغ پر چھائی جا رہی تھی اس کی یاد میں وہ بے چین رہنے لگے تھے۔

صبح ہوتے ہی انھوں نے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوئے تو انھیں ایک کنیز بلانے آئی۔ وہ اس کے ساتھ چل کر اس کمرے میں پہنچے جس میں کعب اور عزہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے میز پر ناشتہ چنا ہوا تھا۔

شہابؒ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اس وقت عزہ نے بالکل سادہ اور سفید لباس پہن رکھا تھا۔ ایک تو وہ تھی سیم تن۔ اس سفید لباس میں اور بھی اس کی رنگت چاندنی کے پھول کی طرح سفید معلوم ہو رہی تھی۔ جس میں کچھ کچھ سرخی کی جھلک تھی۔

اس سادہ لباس میں وہ اور بھی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ شہابؒ نے آج تک اسے مختلف رنگین لباسوں میں دیکھا تھا۔ انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ حسین ہر عالم میں حسین ہی معلوم ہوتے ہیں۔

کعب کے آتے ہی ناشتہ شروع ہوا ناشتہ کے دوران میں شہابؒ نے

کہا: "مجھے بیت المقدس سے آئے کئی روز ہو گئے ہیں۔ آج میں رخصت کی اجازت چاہتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی عزرہ کے ہاتھ سے ایک دم نوالہ چھٹ کر پلیٹ میں گرا۔ اس نے کچھ عجیب نگاہوں سے شہابؒ کو دیکھا۔ اس وقت ان کی نگاہ کعب کے چہرے پر تھی۔

کعب نے کہا۔ "کیا آپ کو یہاں کوئی تکلیف ہے"؟

شہابؒ۔ "مجھے یہاں بڑا آرام ہے لیکن ...."

عزرہ نے شرارت سے کہا: "کھٹمل کاٹتے ہیں"

شہابؒ نے اس سیم تن کو دیکھا۔ کعب نے ہنس کر کہا: خیال نہ کیجئے۔ یہ بڑی شوخ ہے۔"

عزرہ نے کعب سے کہا۔ بھائی جان! کیا انسانوں کے سینوں میں پتھر کے دل ہوتے ہیں!

کعب۔ "نہیں"

عزرہ۔ "میں نے سنا تھا۔"

شہابؒ سمجھ گئے کہ وہ ان پر طعن کر رہی ہے اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ یہی سمجھ کر وہ یہاں سے جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: "میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا۔ اب بھی عرض کرتا ہوں کہ مسلمان جہاد سے بڑھ کر کوئی کام نہیں سمجھتا۔ میں وطن سے دور عرب کو چھوڑ کر یہاں جہاد کرنے آیا ہوں میرے لیے یہ مشکل ہے کہ یہاں پڑا رہوں۔"

کعب "ہم بھی آپ کو زیادہ نہ روکیں گے۔ ناشتہ کے بعد ہم اپنی خاندانی تحریر آپ کی موجودگی میں پڑھیں گے۔ اس کے بعد اور باتیں ہوں گی۔"

تینوں نے تھوڑی دیر میں ناشتہ ختم کیا۔ ہاتھ دھو کر صاف کیے کعب

سر پر رکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور کھولا۔ دیکھا تو اس میں چھوٹے دو ورق تھے۔ جو عربی میں لکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ"۔ یعنی سوائے خدا کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ ان کے بعد کوئی نہ ہوگا۔ ان کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوگی۔ لیکن قوم کے ہاتھوں سے تنگ آ کر مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔ اور وہیں رہائش اختیار کریں گے۔ نہ وہ خلق اللہ کے بدخواہ ہوں گے نہ درشت مزاج اور لغوگو ہوں گے۔ ان کی امت اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرنے والی ہوگی وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں گے۔ ان کی زبانوں پر تکبیر و تہلیل ہوگی۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں پر غالب ہوں گے۔ ان کا دین مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک پھیل جائے گا۔ ان کے امتی دنیا بھر میں پھیل جائیں گے۔ ان میں آپس میں بڑی محبت ہوگی۔ ایسی ہی محبت جیسی نبیوں میں باہم ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قیامت کے روز سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ وہ ایمان میں سبقت کرنے والے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ اُن کی شفاعت قبول کی گئی ہے۔ تمام پرانی کتابوں میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ میرے بچو! دینِ حق اختیار کرنے میں جلدی کرنا"۔

جب کعب پڑھ کر فارغ ہوئے تو انھیں سخت تعجب ہوا۔ عزنہ بھی حیران بھی اور شہابؓ بھی متعجب تھے۔

کعب نے کہا۔ "واہ واہ ہم کیا سمجھ رہے تھے اور نکلا کیا"۔

شہابؓ۔ "اس تحریر کو پڑھ کر ہی عاصم مسلمان ہوا ہے"۔

عزنہ۔ "ہم سمجھ رہے تھے کہ خزانہ کا ذکر ہوگا"۔

شہابؓ۔ اس میں اس خزانہ کا ذکر ہے جو عاقبت تک کام دے گا۔ دولت کوئی ساتھ نہیں لے جاتا۔ یہیں رہ جاتی ہے لیکن دولت ایمانی انسان کیساتھ جاتی ہے۔"

کعب: "تم نے سچ کہا۔ خدا ہمارے باپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے انھوں نے بہترین ہمارے لیے خزانہ چھوڑا ہے۔"

شہاب: "کیا تم ایمان لاتے ہو۔ اسلام قبول کرنے پر تیار ہو۔"؟

کعب۔ ابھی نہیں۔ ابھی مجھے بہت کچھ تحقیقات کرنی ہے۔ اپنا آبائی مذہب چھوڑنا آسان کام نہیں۔"

شہابؓ "آپ کو جو پوچھنا ہو پوچھیے۔ انشاءاللہ میں جواب دوں گا۔"

کعب پہلے مجھے غور کرنے دو۔ سوچنے دو۔ اگر کچھ ایسی باتیں ذہن میں آئیں جن کے متعلق پوچھنا ضروری ہوگا۔ تو پوچھ لوں گا۔"

شہاب: "اب نہ معلوم آپ کب تک غور کریں گے۔ کب تک سوچیں گے۔ میں آج جانا چاہتا تھا۔"

کعب۔ ابھی جانے کی جلدی نہ کرو۔ میں نے جب سنا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو مجھے اس وجہ سے خوشی ہوئی تھی کہ وہ بھی عرب تھے۔ اور میں بھی عرب ہوں۔ میں ان کے متعلق واقعات معلوم کرتا رہا۔ آج دن بھر اور رات بھر سوچوں گا۔ تم ابھی ٹھہرو۔"

شہابؓ غزنہ سے بچ کر جانا چاہتے تھے مگر انھیں مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔

سینتیسواں باب

حسن برہم

شہاب نے غزنہ کی موجودگی میں وہاں سے چلے جانے کی دو مرتبہ اجازت چاہی تھی۔ غزنہ کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوا تھا وہ ان کی بڑی مدارات کرتی تھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ چلے جائیں۔ اسے خیال ہوا کہ شاید انھیں یہاں کوئی تکلیف ہے اس نے سوچا کہ وہ ان سے مل کر معلوم کرے گی کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور انھیں کیا تکلیف ہے۔

اسی روز عصر کے وقت غزنہ شہاب کے کمرے میں پہنچی۔ شہابؒ وہاں نہ تھے معلوم ہوا کہ وہ باغیچہ میں چلے گئے ہیں۔ وہ باغیچہ میں پہنچی تو شہابؒ عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو غزنہ نے ان کے قریب جاکر کہا۔ پڑھ لی آپ نے نماز۔

شہابؒ نے اس پریرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہاں پڑھ لی تم کب آئیں۔؟

غزنہ۔" دیر ہوئی۔ شاید اس وقت آپ نے نماز شروع ہی کی تھی۔"

غزنہ ان کے پاس ہی بالکل ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔"کب تک جائیں گے آپ"؟

شہاب۔ جب تمہارے بھائی اجازت دیں۔"

غزنہ۔" آپ کو یہاں کچھ تکلیف ہے۔"

شہاب۔" بالکل نہیں۔"

غزنہ۔" شاید یہ بستی پسند نہیں۔"

شہاب۔" میں بستی میں گیا ہی نہیں۔ اس وقت تو میری دنیا ہی تمہارا قصر ہے۔"

غزنہ۔" اور اس دنیا سے آپ گھبرا رہے ہیں۔"

شہابؔ۔ "تم نے سچ کہا۔"

غزنہ۔ "شاید تنہائی کی وجہ سے۔"

شہابؔ۔ "نہیں۔"

غزنہ۔ "اور کیا وجہ ہے۔"؟

شہابؔ۔ "سچ پوچھتی ہو غزنہ۔"

غزنہ۔ "نہیں جھوٹ پوچھتی ہوں۔"

شہابؔ۔ "تم بڑی شوخ ہو۔"

غزنہ۔ "آپ بہت سیدھے ہیں۔"

شہابؔ۔ "کس بات پر غصہ ہے۔"

غزنہ۔ "غصہ مجھے آتا ہی نہیں۔"

شہابؔ۔ "رحم آتا ہے۔"

غزنہ۔ "رحم کسے کہتے ہیں"؟

شہابؔ۔ "اسی لیے میں نے کہا تھا کہ تمہارا دل پتھر کا ہے۔"

غزنہ۔ "اسی لیے میں نے کہا تھا کہ انسان کا دل پتھر کا نہیں ہوا کرتا ہے۔ بھائی جان سے بھی تصدیق کرا دی۔"

شہابؔ۔ "جو دل رحم سے واقف نہ ہو وہ بھی کوئی دل ہے"۔

غزنہ۔ "جو دل بے حس ہو وہ بھی کوئی دل ہے۔"

شہابؔ۔ "تم سے جیتنا مشکل ہے"۔

غزنہ۔ "آپ کی باتوں کو سمجھنا مشکل ہے۔

شہاب۔ "میں سیدھا آدمی ہوں میری باتیں بھی سیدھی ہیں۔"

غزنہ۔ "اگر دنیا میں آپ ہی جیسے سیدھے انسان ہوں، تو ایک نئی دنیا بدل جائے۔"

شہابؔ۔ "اگر دنیا میں ساری لڑکیاں تمہاری طرح شوخ ہوں تو سیدھے

مردوں کو اپنی دنیا الگ بنانی پڑے "

غزنہ۔ کیا میں شوخ ہوں" ؟

شہاب نے سر جھکا کر کہا ؎

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔

غزنہ۔" کس سے پوچھ رہے ہیں آپ" ؟

شہابؔ۔" انسان اس کا جواب دے نہیں سکتے۔ شاید فرشتے کچھ جواب دے سکیں۔"

غزنہ۔" آپ تو سیدھے بنتے تھے۔"

شہابؔ۔" میں تو کچھ نہیں بنتا۔ تم جو کچھ بنا دیتی ہو۔ بن جاتا ہوں۔"

غزنہ۔" بھائی صاحب کہا کرتے ہیں آپ بہت سیدھے ہیں۔"

شہابؔ۔" وہ اپنے آئینہ میں مجھے دیکھتے ہیں۔"

غزنہ۔" مجھ سے پوچھیں تو بتاؤں۔"

شہابؔ۔" تم اپنے آئینہ میں دیکھتی ہو۔"

غزنہ۔" میرا آئینہ خراب ہے۔"

شہابؔ۔ میری کیا مجال جو اس کا جواب دے سکوں۔"

غزنہ۔" جی بھر کے برا کہئے۔"

وہ اٹھنے لگی۔ شہاب ڈر گئے۔ سمجھے کہ وہ خفا ہو کر جا رہی ہے انھوں نے کہا۔" خفا ہو کر نہ جاؤ غزنہ۔"

غزنہ۔" ہم برے ہیں۔"

شہابؔ۔" کون کہتا ہے۔" ؟

غزنہ۔" جو سچ بولنے والے ہیں۔"

شہابؔ۔" اب ذرا سی بات منھ سے اگر نکل گئی تو تم خفا ہو گئیں۔ اگر کچھ اور کہہ دوں تو بالکل بیزار ہو جاؤ۔"

غزنہ خاموش رہی۔ شہاب نے کہا۔ "غصہ تھوک دو"۔

غزنہ۔ "اب ہم جا رہے ہیں"۔

شہاب۔ "شوق سے جاؤ مگر اقرار کرتی جاؤ کہ خفا نہیں ہو"؟

غزنہ۔ "اگر نہ اقرار کروں"۔

شہاب۔ "تو ہرگز نہ جانے پاؤ گی"۔

غزنہ۔ "کچھ زبردستی ہے"۔

شہاب۔ "اس کی تو مجال نہیں"۔

غزنہ۔ "پھر کیسے روکو گے"؟

شہاب۔ "بہت سے طریقے ہیں"۔

غزنہ مسکرا دی۔ شہاب نے خوش ہو کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم خوش ہو گئیں"۔

غزنہ۔ "ہاں بتایئے آپ کیوں جا رہے ہیں"؟

شہاب۔ "سچ بات یہ ہے کہ غزنہ تم میرے دل میں سما گئی ہو۔ میرے حواسوں پر چھائی جا رہی ہو۔ دن میں تمھیں دیکھتا ہوں۔ رات کو تمھارے تصور میں ڈوبا رہتا ہوں مجھے خوف ہے کہ کہیں میں دیوانہ ہو جاؤں"۔

غزنہ۔ "خوب بات بنائی"۔

شہاب۔ "اب تم یقین کرو یا نہ کرو بات یہی ہے"۔

غزنہ۔ "اچھا میں آپ کے پاس نہ آیا کروں گی"۔

شہاب۔ "تب تو ایک منٹ بھی یہاں رہنا محال ہو جائے گا"۔

غزنہ۔ "آخر آپ چاہتے کیا ہے"۔

شہاب۔ "میں وہی چاہتا ہوں جو پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں"۔

اس وقت کسی کے قدموں کی چاپ ہوئی دونوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا سامنے سے جمال آ رہا تھا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ جمال کو بڑا ملال ہوا دہ

شہابؓ پر غضب آلود نگاہیں ڈالتا ہوا چلا گیا۔

عزرہ نے کہا۔" اس کی آنکھوں میں شرارت گھوم رہی تھی۔

شہابؓ۔" یہ شخص قابل اطمینان نہیں ہے"۔

عزرہ۔" کل میرے متعلق بھائی جان سے کچھ کہہ رہا تھا"۔

شہابؓ۔" تمہارے متعلق۔ شاید شادی کا ذکر ہوگا"۔

عزرہ۔ نے شرما کر کہا "ہاں"۔

شہابؓ۔" کعب نے کیا جواب دیا"۔

عزرہ۔" انہوں نے مجھ پر ڈال دیا"۔

شہاب۔" تمہارا کیا ارادہ ہے"۔

عزرہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کعب آ گئے انہوں نے کہا۔" شہابؓ ابھی ایک قاصد نے آکر اطلاع دی ہے کہ عمروؓ بن العاص آ رہے ہیں"۔

شہابؓ۔" کب آدیں۔"؟

کعب۔" شاید کل آجائیں۔ بیت المقدس جا رہے ہیں۔

شہابؓ اور عزرہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور کعب سے باتیں کرتے ہوئے چل دیئے۔



اڑتیسواں باب

مہال کی گستاخی

شہابؓ اس قاصد سے ملے جو عمرؓو بن العاص کے پاس سے آیا تھا انھیں اس کی زبانی معلوم ہوا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق تشریف لا رہے ہیں۔ عمرؓو بن العاص ان کی ملاقات کے لیے بیت المقدس جانے کے لیے آ رہے ہیں شہابؓ کو بڑی خوشی ہوئی حضرت عمرؓ سے سب کو ملنے کی خواہش بھی تھی لیکن سب ان سے ڈرتے بھی تھے۔

کعب نے عمرؓو بن العاص کی مہمانداری کا انتظام شروع کیا۔ صبح ہی سے تمام قلعہ کی صفائی کرائی جانے لگی۔ ایک اسلامی گورنر (عمرؓو بن العاص) کے آنے کی خبر تھی۔ بڑی خوشی سی ہو رہی تھی۔

کعب اور ان کے فوجی افسر، سپاہی، خادم، اور غلام سب کاموں میں مصروف تھے۔ عزنہ خوبصورت تتلی کی طرح اڑتی پھر رہی تھی۔ کنیزوں اور خادماؤں کے ساتھ مکان کی صفائی کرا رہی تھی۔ دوپہر سے پہلے اس کے پاس مہال آیا اس نے کہا عزنہ! تمھیں معلوم ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں میں نے تمھارے بھائی سے تمھاری درخواست کی تھی۔ انہوں نے تمھاری مرضی پر چھوڑا ہے مجھے امید ہے تم میری شریک حیات بن کر اپنی ناز برداری کا موقعہ دو گی۔

عزنہ نے گھور کر اسے دیکھتے ہوئے کہا "کیا اس گفتگو کا یہی موقع ہے"

مہال:- میں کل سے موقعہ کی تلاش میں تھا۔ اب ملا ہے۔

عزنہ۔ میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔

یہ کہہ کر وہ جانے لگی۔ مہال نے راستہ روک کر کہا "ایک ذرا ٹھہرو۔ عزنہ! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تم ایک مسلمان سے بڑی گھل

مل کر باتیں کرتی ہو۔ اور ایک ہم قوم سے ملتفت نہیں ہوتی ہو۔

غزنہ۔ مجھے آزادی ہے جس سے چاہوں بات کروں جس سے نہ چاہوں نہ کروں۔

جہال۔ یہ ٹھیک ہے تم خود مختار ہو، آزاد ہو۔ لیکن تمہارے بھائی کب کہتے تھے۔ تم غلط راستہ پر جارہی ہو۔

غزنہ نے جہال کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کا کیا مطلب ہے "؟

جہال۔ یہی کہ تمہیں شہابؒ سے ربط و ضبط نہیں بڑھانا چاہیئے۔ وہ مسلمان ہے ہماری قوم کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا۔

غزنہ۔ "میں ان میں کوئی برائی نہیں پاتی"۔

جہال۔ "یہ مسلمان بڑی بس کی گانٹھ ہوتے ہیں جس سے ملتے ہیں اسے اپنے مذہب میں کھینچ لیتے ہیں"۔

غزنہ۔ "کیا زبردستی کرتے ہیں"۔

جہال۔ زبردستی تو نہیں کرتے مگر ان کا طرز عمل ایسا ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ آدمی ان کے فریب میں آکر اُن کا مذہب اختیار کر لیتا ہے"۔

غزنہ۔ مسلمان کسی کو فریب نہیں دیتے کسی کو زبردستی نہیں کرتے۔ لوگ اسلام کی خوبیوں کو دیکھ کر خود بخود مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اس میں اُن کا کیا قصور۔؟

جہال۔ میں نہیں چاہتا غزنہ کہ تم شہابؒ سے ربط و ضبط رکھو"۔

غزنہ۔ "یہ اختیار تمہیں کب سے حاصل ہوا"۔

جہال۔ "جب سے مجھے تم سے محبت ہوئی"۔

غزنہ کو طرارہ آگیا اس نے کہا "تمہیں مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں"۔

جہال۔ "میری درخواست کا کیا جواب ہے"؟

غزنہ :"میں انکار کرتی ہوں۔"

جہال۔"پچھتاؤ گی۔"

غزنہ۔"تمہاری یہ مجال۔راستہ چھوڑ دو۔اور کبھی مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا۔"

غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔جہال ڈر گیا۔وہ الگ ہٹ گیا۔

غزنہ چلی گئی۔جہال نے آہستہ سے کہا "میں سمجھ گیا ہوں جب تک شہاب بن زندہ ہیں تم میری نہیں ہو سکتیں "خیر دیدہ خواہد شد۔"

وہ بھی چلا گیا۔غزنہ اپنے کمرہ میں پہنچی۔ایک کنیز نے اس کے پاس آکر کہا آپ کے بھائی صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

غزنہ۔اچھا دیکھو ابھی مکان کی آراستگی ختم ہوئی ہے۔مجھے غسل کرنا ہے لباس بدلنا ہے۔ابھی بہت کام باقی ہیں۔"

کنیز۔بہت تھوڑا کام باقی رہا ہے۔اب ختم ہوا جاتا ہے۔"

غزنہ۔وہاں سے چل کر اصبغ کے پاس پہنچی کعب نے کہا "آج تم بہت مصروف ہو غزنہ!"

غزنہ۔عرصہ سے قصر کی آراستگی نہ ہوئی تھی اس لیے مصروف رہنا پڑا۔

کعب "تم نے زیادہ کام کیا ہے تمہارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اس قدر کام نہ کرو۔"

کعب بے چارے کو کیا خبر تھی کہ محنت کرنے کی وجہ سے غزنہ کے چہرے پر سرخی نہیں ہے بلکہ ابن تاب جہال پر غصہ ہے۔

غزنہ نے کہا۔"میں نے زیادہ محنت نہیں کی ہے۔"

کعب :"غزنہ تم نے وہ تحریر سنی ہے جس کی تلاش میں ہم سرگرداں تھے۔ اس کے متعلق کچھ غور کیا ہے؟

غزنہ۔میں نے غور کیا ہے بھائی جان! مرحوم باپ کی تحریر سے واضح

ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کو دین حق سمجھتے تھے۔

کعب۔ ہاں اور ہمیں اس مذہب کو قبول کرنے کی ہدایت کی ہے۔"

عزرنہ۔ "آپ نے کیا طے کیا ہے؟"

کعب۔ "ابھی کچھ نہیں۔ جب تک یہ تحریر ہاتھ نہیں آئی تھی اس وقت تک تو اس کی دستیابی کی فکر تھی۔ اب ہاتھ آئی اور پڑھی تو نئے مخمصہ میں گرفتار ہو گئے۔"

عزرنہ۔ تعجب ہے ہمارے باپ نے تحریر بھی چھوڑی تو یہ۔"

کعب۔ "وہ مذہبی آدمی تھے زبردست عالم تھے۔ ان کی تمام عمر تحصیل علم اور عبادت ہی میں گزاری۔ انھوں نے بڑی تحقیق کے بعد یہ تحریر لکھ کر چھوڑی ہے۔

عزرنہ نے کہا۔ "گویا آپ مسلمان ہونے کے لیے تیار ہیں۔"

کعب۔ "عجب کشمکش و پیچ میں مبتلا ہوں۔ آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اسلام قبول نہ کروں تو باپ کی نافرمانی ہوتی ہے۔"

عزرنہ۔ "باپ کی نافرمانی کے خیال سے تو مذہب تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ یہ یقین آجائے کہ اسلام سچا اور قابل مذہب ہے تو اسے بغیر کسی جھجک اور شرم کے اختیار کر لینا چاہیے۔"

کعب۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے بھی باپ کی لائبریری میں چند ایسی کتابیں دیکھی ہیں جن میں رسول عربی کا ذکر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن نبی کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئیاں توریت اور انجیل میں درج ہیں وہ یہی تھے۔ مسلمان ان کے پیرو ہیں۔

ابھی عزرنہ کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ نقاروں پر چوب پڑی یہ اس بات کی نشانی تھی کہ عمرو بن العاص آگئے۔ کعب اٹھ کر چلے گئے۔ عزرنہ جلدی سے غسل خانہ میں جا داخل ہوئی۔

انتالیسواں باب

غزنہ کی آرزو

کعب اور شہابؓ دونوں کعب کے سپاہیوں کو ساتھ لے کر اجبار سے باہر نکلے۔ کسی قدر فاصلہ پر اسلامی علم لہراتا ہوا نظر آیا۔ دھوپ میں آنے والوں کے ہتھیار چمک رہے تھے۔ یہ لوگ ان کے استقبال کے لیے بڑھے جب آنے والے قریب آ گئے تو شہابؓ نے دیکھا کہ زیر علم عمروؓ بن العاص تھے۔ ان کے پیچھے ایک ہزار سوار تھے۔ کعب اور شہاب نے جا کر عمروؓ بن العاص کو سلام کیا اور ان کے جلوہ میں ہو کر واپس آئے۔ اجبار کے پاس آ کر عمروؓ بن العاص نے قیام کر دیا۔ کعب نے ان کے لیے ایک بڑا خیمہ پہلے ہی نصب کرا کر اس میں پر تکلف فرش بچھوا دیا تھا۔

عمروؓ بن العاص نے اس خیمہ میں اترنے سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ مسلمان ایسے پر تکلف خیموں میں نہیں رہ سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ کو خبر ہو گئی تو وہ برہم ہوں گے۔ انھوں نے اپنا خیمہ نصب کر دیا۔ اور اسی میں ٹھہرے عاصم بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ بھی حضرت عمرؓ کی زیارت کے لیے جا رہا تھا۔

عمروؓ بن العاص نے شہابؓ سے کہا کہ انھیں ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اطلاع دی تھی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس والوں کی درخواست منظور کر لی ہے اور وہ عنقریب آنے والے ہیں۔ میں بیت المقدس چلنے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ امیر المومنین کا فرمان میری طلبی کے لیے پہنچا۔ میں نے عجلت کی اور چل پڑا۔ جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ جابیہ کے قریب پہنچ چکے ہیں چنانچہ مجھے تیز روی سے چلنا پڑا۔ میں نے کعب کو اطلاع کی انھوں نے جواب میں اصرار کیا کہ میں ایک شب یہاں قیام کروں میں ان کی درخواست کو رد نہ کر سکا۔ ایک رات یہاں ٹھہرنے کا قصد کیا ورنہ

میرا ارادہ ٹھہرنے کا نہ تھا۔"

کعب "مگر میں یہ چاہتا تھا کہ آپ چند دن قیام کرتے۔"

عمروؓ۔" یہ اس وقت ناممکن ہے خلیفہ جابیہ کے قریب پہنچ گئے ہیں مجھے ان سے پہلے بیت المقدس میں پہنچ جانا ضروری ہے"۔

شہابؓ۔" میں بھی آپ کے ساتھ امیرالمومنین کی زیارت کرنے کے لیے چلوں گا"۔

عمروؓ۔" ضرور چلو غالباً تم نے تیاری کر لی ہو گی۔

شہابؓ۔ مجھے تیاری بھی کیا کرنی ہے آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

عمروبن العاص نے کعب نے کہا "اچھا ہوتا آپ بھی خلیفہ سے مل لیتے"۔

کعب۔ میں نے عمرؓ بن الخطاب کی بڑی تعریف سنی ہے اُن سے ملنے کا اشتیاق بھی ہے۔ لیکن ابھی یہ میں نے طے نہیں کیا کہ یہیں ملوں یا ان کی واپسی کے بعد مدینہ جا کر ملاقات کروں"۔

عمروؓ۔ "جب ملنا ہی ہے تو لمبے سفر کی زحمت کیوں برداشت کرو بیت المقدس ہی میں جا کر مل لو"۔

کعب:۔"میرا ارادہ عرب کی سیاحت کرنے کا ہے"۔

عمروؓ۔ تمہاری مرضی کہو تمہارا خزانہ مل گیا۔

کعب۔" جو تحریر آپ کی کوشش سے مجھے ملی اس میں خزانہ کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کا تذکرہ ہے۔

عمروؓ۔" عجیب بات ہے"۔

عاصم بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا "میں اور کعب دونوں اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اس تحریر میں کسی خزانہ کا ذکر ہے لیکن اس میں دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اس تحریر کو دیکھ کر ہی مجھ پر یہ اثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

عمروؓ۔ میں نے سنا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس بعض ایسی کتابیں موجود ہیں جس میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا ذکر ہے۔

کعب:" سچ ہے خود میں نے ایسی کئی کتابیں دیکھی ہیں۔

عمروؓ:" تم نے ان کتابوں سے کوئی سبق نہیں لیا۔

کعب:" آبائی مذہب کا چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اور باتیں ہوتی رہیں۔ کعب نے کھانے کے لیے کہا۔ عمروؓ بن العاص نے کہا:" میرے ساتھ ایک ہزار مسلمان ہیں۔ اگر تم نے سب کی دعوت کا انتظام کیا ہے۔ تو مجھے منظور ہے اور اگر تم نے تنہا میری دعوت کرنا چاہتے ہو تو مجھے گوارا نہیں۔"

کعب نے سب کا انتظام نہیں کیا تھا وہ خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد کعب اور شہابؓ اٹھ کر احبار میں چلے آئے۔ شہابؓ اپنے کمرہ میں پہنچے کھانا کھایا اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ انہیں تیاری ہی کیا کرنی تھی چند جوڑے کپڑوں کے تھے، چند ہتھیار تھے انہیں ہی سنبھال کر رکھ لیا۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے تو عزنہ آ گئی۔

عزنہ نے اس وقت عجیب قسم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا، تمام لباس ہلکے گلابی رنگ کا تھا۔ اس لباس کے عکس سے اس کا چہرہ شہابی رنگ میں ڈوب گیا تھا۔ بالکل گلاب کا پھول معلوم ہو رہا تھا۔ لباس کچھ ایسا چست تھا کہ سینہ کا ابھار نمایاں طور پر نظر آ رہا تھا وہ اس وقت بہت ہی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔

شہابؓ اس پیکر حسن کو دیکھ کر کچھ کھو سے گئے۔ عزنہ نے کہا" بھائی جان کہتے تھے تم بیت المقدس جا رہے ہو۔

شہاب تمہیں معلوم ہے عزنہ امیر المومنین آ رہے ہیں، مسلمانوں کو ان سے بڑی عقیدت و محبت ہے مجھے ان کی زیارت کا بڑا شوق۔

عزنہ:" گویا آپ جائیں گے ضرور"!

شہاب: مجبوری ہے۔

غزنہ: "اور پھر وہیں رہ جائیں گے"۔

شہاب: "امیرالمومنین جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کروں گا"۔

غزنہ: "تم مسلمان بڑے ہی بے مروت ہوتے ہو"۔

شہاب: "یہ بات نہیں ہے، غزنہ! البتہ ہم مذہب اور اپنے اصولوں کے بڑے پابند ہوتے ہیں"۔

غزنہ: "جمال سچ کہتا تھا تم مسلمان یہودیوں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے"۔

شہاب: "اس نے غلط کہا۔ ہم ہر ایک یہودی کی اس کے رتبہ کے موافق عزت کرتے ہیں"۔

غزنہ: "تم جا رہے ہو کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے"۔

شہاب: "میں تمہارے کہنے سے رک گیا تھا لیکن اب امیرالمومنین سے ملنے کے لیے جانا ضروری ہے، تم بھی چلو غزنہ!

غزنہ: "اگر بھائی جان چلتے تو میں چلتی"۔

شہاب: "انہیں آمادہ کرو"۔

غزنہ: "کوشش کروں گی"۔

اس وقت کعب آ گئے انھوں نے کہا شہابؓ تم جا کر عمرو بن العاص کو قصر میں لاؤ۔

شہاب: "بہتر ہے"۔

وہ اٹھ کر چل دیئے کعب اور غزنہ بھی چلے گئے۔

چالیسواں باب

درسِ مساوات

حضرت ابو عبیدہ نے ایک جماعت کو حضرت عمرؓ فاروق کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ جماعت امیر المومنین سے راستہ میں مل کر آئی۔ اور ان کی آمد کی خوشخبری پہنچانے کے لیے سرپٹ گھوڑے دوڑا کر چلی۔ اس جماعت کے لوگ راستہ بھر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے چلے آئے۔ جب بیت المقدس کے سامنے اسلامی لشکر میں پہنچے تو پُر شور نعرے لگائے انھوں نے جاتے ہی پکار کر کہا۔ "مبارک ہو امیر المومنین آ رہے ہیں"

مسلمان اس نوید روح پرور کو سن کر ان کی طرف دوڑے بعض نے ان سے دریافت کیا۔ "کہاں ہیں امیر المومنین"

انھوں نے جواب دیا۔ "جابیہ کے قریب پہنچ گئے ہیں"

یہ خبر بیت المقدس کے چاروں طرف تمام اسلامی لشکر میں ایک ہی ساتھ پہنچ گئی۔ مسلمانوں کو جیسے کوئی سلطنت ہاتھ آ گئی۔ بے حد خوش ہوئے۔ خوش ہو ہو کر اس زور سے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے کہ تمام سرزمین قدس دہل گئی۔

ہر جانب کے مسلمان امیر المومنینؓ کے استقبال کے لیے تیار ہو گئے۔ گویا تمام لشکر خیر مقدم پر آمادہ ہو گیا حضرت ابو عبیدہؓ کو خبر ہوئی انھوں نے ہر طرف حکم بھیج دیا کہ کوئی سردار اور کوئی لشکر اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ بدستور محاصرہ کئے اپنی اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ مجبور ہو کر مسلمان رُک گئے۔

اس کے بعد فوراً ہی حضرت ابو عبیدہ نے ایک دوسرا حکم یزیدؓ بن ابی سفیانؓ اور خالدؓ بن الولید کے نام بھیجا۔ ان دونوں بزرگوں کو ہدایت کی کہ وہ

اپنا اپنا آدھا آدھا لشکر محاصرہ پر چھوڑیں اور آدھا آدھا لشکر امیر المومنین کے استقبال کے لئے جابیہ میں چنانچہ پھر دونوں آدھا آدھا لشکر لے کر آ گئے۔ یہ لشکر ابو عبیدہؓ نے اپنے ساتھ لیا اور یہ تینوں حضرت عمرؓ کے استقبال کے لیے چلے، روانگی کے وقت مسلمانوں نے پھر اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگائے۔

بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب انہیں پیہم نعرے لگاتے ہوئے سنا تو شہر پناہ کی دیوار پر آکر دیکھنے لگے۔ ان میں سے بعض نے چلا کر پوچھا۔ "آج کیا نئی بات ہوئی ہے تم لوگ کیوں خوش ہو رہے ہو"؟

یہ انہوں نے عربی زبان میں دریافت کیا تھا مسلمانوں نے جواب دیا ہمارے خلیفہ آ رہے ہیں جابیہ کے قریب پہنچ گئے ہیں پھر مسلمان ان کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں۔

عیسائیوں نے اس امر کی اطلاع بیت المقدس کے والی کو جس کا نام باطلیق تھا دی۔ باطلیق نے رملہ کے بطریق کو خبر پہنچا دی، بطریق نے کہا چند قسوں اور راہبوں کو تم بھی بھیجو وہ ان کے پاس جا کر ان کے عادات و اطوار دیکھیں اور ان کے یہاں آنے سے پہلے آکر جملہ حالات سے اطلاع دیں۔

باطلیق نے فوراً چند قسوں اور راہبوں کو جو زبردست عالم تھے بھیجا۔ یہ لوگ خچروں پر سوار ہو کر شہر کا بڑا پھاٹک کھلوا کر نکلے اور جب اس طرف کے مسلمانوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا ہم تمہارے خلیفہ سے ملنے جا رہے ہیں۔" مسلمانوں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا وہ جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ یزیدؓ بن ابی سفیان اور خالدؓ بن الولید اور مہاجرین و انصار کے ساتھ تیزی سے جا رہے وہ جابیہ میں پہنچے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ابھی امیر المومنین نہیں آئے۔ وہ آگے بڑھ گئے کچھ دور چل کر انہوں نے سامنے

سے ایک گروہ کو آتے ہوئے دیکھا اسلامی پرچم بڑی شان سے لہراتا آ رہا تھا۔ جب یہ لوگ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق اور ان کے ساتھی آ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے دور ہی سے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

جب امیرؓ المومنین کی سواری اور قریب آئی تو مسلمانوں نے مساوات کا یہ بے نظیر منظر دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے غلام اسلمؓ بن بر فا اونٹ پر سوار ہیں اور عمرؓ فاروق اونٹ کی مہار پکڑے آگے آگے چلے آ رہے ہیں۔

بات یہ ہوئی کہ ایک روز اسلم سوار ہوتے تھے اور حضرت عمرؓ مہار پکڑ کر چلتے تھے اس روز اسلم کی باری تھی وہ اونٹ پر سوار تھے جب اسلم نے استقبال کرنے والے مسلمانوں کو آتے دیکھا تو انہوں نے اس خیال سے کہ امیر المومنینؓ کی امتیازی شان نمایاں ہو جائے خود اونٹ سے اتر کر حضرت عمرؓ کو سوار کرانا چاہا حضرت عمرؓ نے کہا تم ہرگز نہ اترو آج تمہاری باری ہے میں تمہارا حق چھین کر خدا کو قیامت کے روز کیا جواب دوں گا۔

اسلمؓ نے عرض کیا "لیکن یہ بات آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ مہار پکڑ کر پیدل چلیں۔"

عمرؓ "یاد رکھو مسلمان کی شان زہد و تقویٰ اور عبادت و پرہیز گاری سے ہے۔"

مجبوراً اسلمؓ سوار رہے حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ وہ قس اور راہب بھی ہو گئے تھے جو بیت المقدس سے بطریق کے بھیجے ہوئے آئے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی رومی سردار بڑی شان و شوکت رکھتا ہے اور بادشاہ تو نہایت شان تجمل سے سفر کرتے ہیں۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے بادشاہ بھی بڑے تزک و احتشام سے آ رہے ہوں گے مگر جب ان کی سواری دیکھی تو مسلمانوں کی یکرنگی دیکھ کر یہ شناخت کرنا بھی مشکل ہو گیا کہ ان میں خلیفہ

کون ہے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ اونٹ کی مہار پکڑے آ رہے ہیں اور ان کا غلام اونٹ پر سوار ہے تو بہت متعجب ہوئے اور بیساختہ کہا انھوں نے دنیا کو چھوڑ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا ان کے قدموں پر پڑی ہے۔

ابو عبیدہؓ اور دوسرے تمام مسلمان سواریوں سے اتر پڑے انھوں نے حضرت عمرؓ کے پاس گئے انھیں سلام کیا معانقے کئے مسلمان مصافحے کے لیے پروانوں کی طرح ٹوٹ رہے تھے حضرت عمرؓ خنداں پیشانی کے ساتھ سب سے مصافحہ کرتے جاتے تھے۔ سلام و مصافحہ کے بعد سب جابیہ کی طرف اس شان سے روانہ ہوئے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ابو عبیدہؓ یزیدؓ اور خالدؓ باتیں کرتے جاتے تھے جابیہ میں پہنچ کر انھوں نے قیام کیا۔



اکتالیسواں باب

ارادہ کی تبدیلی

شہابؓ کوشش کر کے عمروؓ بن العاص کو اجبار میں لائے تھے انھوں نے اول بستی کو دیکھا۔ آج پہلا موقع تھا کہ ان کے ساتھ شہابؓ نے بھی بستی کی سیر کی اگرچہ یہ قصبہ کچھ بڑا نہ تھا مگر نہایت قرینے سے آباد تھا بازار مختصر لیکن خاصا بارونق تھا۔ قصبہ کو دیکھنے کے بعد وہ قصر میں پہنچے۔ قصر نہایت دلکشا تھا۔ کعب نسلاً عرب تھے۔ اس لیے اس میں عربی مذاق کی باتیں بھی موجود تھیں اور چونکہ وہ مذہباً یہودی تھے۔ اس لیے یہودیوں کی شان و شوکت بھی ظاہر تھی۔

قصر میں انھوں نے عزینہ کو دیکھا کعب نے خود ان سے یہ کہہ کر اس کا تعارف کرایا۔ "یہ میری بہن عزینہ ہے"۔

عمروؓ بن العاص اس پیکر تنویر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور جب اس کی باتیں سنیں تو اس کی شیریں بیانی سے اور بھی متعجب ہوئے انھوں نے شہابؓ سے آہستہ سے کہا۔

"کہیں تم اس یہودی ساحرہ کے فریب حسن میں نہ آجانا"۔

شہابؓ کیا جواب دیتے وہ اس ساحرہ کے فریب میں پہلے ہی آچکے تھے۔ تھوڑی دیر قصر میں رہ کر عمروؓ بن العاص اپنی قیام گاہ پر واپس لوٹ آئے"۔

شام کے وقت عزینہ نے کعب سے کہا "مسلمانوں کے بادشاہ آرہے ہیں"۔

کعب۔ "ہاں"۔

عزینہ۔ "اس سرزمین سے رومی سلطنت ختم ہوئی سمجھو"۔

کعب۔ "میرا بھی یہی خیال ہے اور اب تو یہ خیال اس وجہ سے اور بھی پختہ ہوگیا ہے کہ ہمارے باپ کو بعض کتابوں سے یہ ضرور پتہ چل گیا تھا کہ

امت محمدی فتح یاب ہو گی۔"

عزنہ۔" اب ہمارا سابقہ مسلمان بادشاہی سے پڑے گا۔"

کعب۔" بے شک۔"

عزنہ۔" پھر آپ بھی چل کر ان سے کیوں نہ ملاقات کر لیں۔

کعب۔" چاہتا میں بھی ہوں لیکن معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کے بادشاہ بڑے تیز مزاج ہیں۔"

عزنہ۔" کیا وہ آپ سے ملاقات نہ کریں گے۔"

کعب۔" یہ بات نہیں ہے بلکہ ان کی ہیبت و دبدبہ سے کچھ طبیعت جھجکتی ہے۔"

عزنہ۔" شہابؓ جا رہے ہیں عمروؓ بن العاص بھی جا رہے ان کے ساتھ جانے میں جھجک نہ ہو گی۔"

کعب۔" میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اہل بیت المقدس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں۔"

عزنہ۔" یہ بات بھی وہیں چل کر اچھی طرح دیکھی جا سکتی ہے"۔

کعب۔" میں ابھی اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ باپ کی تحریر پر عمل کروں یا نہ کروں۔"

عزنہ۔" بیت المقدس میں عام مسلمان بھی ہوں گے۔ گورنر بھی ہوں گے اور بادشاہ بھی ہوں گے۔ ان سب لوگوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ان کا تمدن کیا ہے، معاشرت کیا ہے غیر قوموں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اپنے مذہب کے کہاں تک پابند ہیں۔"

کعب۔" یہ بات تو میں اور تم دونوں اس وقت اچھی طرح دیکھ چکے ہیں جب ہم بیت المقدس گئے تھے اور اسلامی لشکر میں چند روز رہے تھے، سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں بڑے عبادت گذار اور پرہیزگار ہیں معاشرت بالکل سادہ

ہے تکلف سے بری ہیں میں ان کے بڑے سردار سے مل چکا ہوں بڑے خلیق ہیں میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں۔"

دراصل غزنہ انھیں چلنے پر آمادہ کر رہی تھی لیکن وہ صاف نہ کہہ سکتی تھی۔ کعب کو اس کے دل کا حال معلوم نہ تھا۔ جو وہ کہہ دیتی تھی اس کا وہ جواب دے دیتے تھے تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد دونوں دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

چونکہ عمرؓو بن العاص صبح کی نماز پڑھتے ہی کوچ کرنے والے تھے اس لیے شہابؓ عصر کی نماز کے بعد کعب سے رخصت ہو کر عمرؓو بن العاص کے کیمپ میں چلنے کو آمادہ ہو گئے۔ غزنہ نے ان کے پاس آکر کہا "اب آپ جا رہے ہیں۔"

شہابؓ:۔ "ہاں تم نے اپنے بھائی سے چلنے کے لیے نہیں کہا"

غزنہ:۔ "کہا تھا۔ وہ ابھی تیار نہیں اب آپ کب تک آویں گے۔"؟

شہابؓ:۔ "میں سپاہی ہوں نہیں کہہ سکتا میرے لیے کیا حکم ہو! مگر یہ وعدہ کرتا ہوں موقع ملتے ہی آؤں گا۔"

شہابؓ:۔ "اس ماہ رو سے بھی رخصت ہوئے اور عمرؓو بن العاص کے کیمپ میں چلے آئے۔"

رات کو عشاء کے وقت عمرؓو بن العاص کے کیمپ میں متعدد جگہ آگ روشن کی گئی چاندنی رات تھی، چاندنی چمک رہی تھی۔ کعب اور غزنہ دونوں شہر پناہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر کیمپ کا نظارہ دیکھنے لگے۔ آگ کی روشنی میں انہوں نے مسلمانوں کو کمبلوں کے فرش پر بیٹھے باتیں کرتے پایا یا کچھ پڑھتے دیکھا۔ کعب نے غزنہ سے کہا "مسلمانوں کی سادگی کو دیکھ کر دل ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔"

غزنہ:۔ "ہمارے تکلفات سے ان کی سادگی ہزار درجہ بہتر ہے۔"

کعب:۔ "ان لوگوں کی کچھ مزدور بات ہی نہیں۔ ہماری قوم کا کوئی افسر سفر کرے تو بڑی شان و شوکت ظاہر ہو۔ حشم و خدم ساتھ ہوں مسلمانوں کا ایک والی سفر کر رہا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا بھی تجمل نہیں ہے۔"

غزنہ :- "ان کے بادشاہ کو بھی دیکھے ان کا بھی کچھ شان تجمل نہیں ہے۔"

کعب :- "معلوم ہوتا ہے کہ تو مسلمانوں کے بادشاہ کو دیکھنا چاہتی ہے۔"

غزنہ :- "ہاں۔"

اس وقت ایک مسلمان زیر دیوار قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوا نکلا۔ رات کا وقت تھا۔ قدرتی سکوت چھایا ہوا تھا۔ تلاوت کرنے والے کی آواز میں ترنم تھا۔ دل پر اثر کرتا جاتا تھا۔ اس نے پڑھا۔ یاھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علیٰ ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحٰب السبت وکان امر اللہ مفعولا۔ یعنی اے اہل کتاب (یہودی و انصاری سے مراد ہے) اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے (قرآن شریف پر) جو اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم تمہیں مٹا ڈالیں۔ اور پھر پلٹ دیں گے ان کی پیٹھوں کی طرف یا اس طرح لعنت کریں گے جیسی ہفتہ والوں (یہودیوں) کو لعنت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہوا ہے۔"

کعب کے دل پر ان آیتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے غزنہ سے کہا۔ اس وقت میری طبیعت بدل گئی ہے۔ غزنہ! تم تیاری کرو۔ صبح میں بھی بیت المقدس چلوں گا۔"

غزنہ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے کعب سے یہ بھی دریافت نہیں کیا کہ ان کی طبیعت کیسے بدل گئی۔ وہ دونوں وہاں سے ہٹ کر اپنے محل میں پہنچے اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔

بیالیسواں باب

جمہوریت

سیدنا عمرؓ نے جابیہ میں قیام کیا اس وقت تک ان کے گرد کئی ہزار مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ عیسائی بھی کئی سو کے قریب تھے ان میں کچھ تو دمشق وغیرہ کے معززین کچھ دوسرے شہروں کے تھے اور چند وہ راہب و قس تھے جو بیت المقدس سے آئے تھے۔

یہ سب شہنشاہ اسلام عمرؓ فاروق کی آمد کی خبر سن کر ان کی زیارت کرنے آئے تھے وہ انھیں دیکھنا چاہتے تھے جن کی ہیبت و دبدبہ سے عیسائی دنیا کانپ رہی تھی عیسائی فرمانبردار تھرتھرا رہے تھے مسلمان ڈرتے تھے جن کا دنیا بھر میں شہرہ تھا۔

جب انھوں نے اسے دیکھا تو ان کی سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ اس بات پر اور بھی متعجب ہو گئے وہ عام مسلمانوں میں اس طرح ملے جلے رہتے ہیں کہ کوئی انھیں پہچان ہی نہیں سکتا تھا۔ ان میں اگر کوئی نمایاں خصوصیت تھی تو صرف یہ کہ اس قدر وہ بلند و بالا تھے کہ کوئی مسلمان بھی ان کے قد کے برابر نہ تھا۔

مسلمان ان کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے ان کے پیروں کے تلے آنکھیں بچھانا چاہتے تھے۔ ان کے حکم کی دوڑ کر تعمیل کرتے تھے جس روز انھوں نے قیام کیا اس کے دوسرے روز صبح کی نماز پڑھ کر نہایت پرزور وعظ فرمایا مسلمان تو مسلمان عیسائی بھی ان کا وعظ سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ شستہ اور فصیح عربی زبان میں وعظ کیا۔ ترجمہ میں وہ خوبی نہیں جو اصل زبان میں ہوا کرتی ہے۔ اس لیے ہم نے ان کے وعظ کا پورا ترجمہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اقتباس ہدیۂ ناظرین ہیں انھوں نے کہا:

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کر ہمیں اسی خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے
جو تنہا ہے اور جس نے ہم میں اپنا نبی بھیجا۔ ہمیں گمراہی سے نکالا
ہمارے دلوں سے کینہ دور کر کے ہمیں دوست اور بھائی بنا دیا۔
ہمیں عزت اور دولت دی۔ ثروت دی سلطنت دی تم جس قدر
شکر کرو گے وہ اسی قدر تمہیں زیادہ دے گا۔ میں تمہیں عبادت اور
پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں اور اس خدا کے خوف سے ڈراتا
ہوں جو نکتہ گیر ہے کوئی کام ایسا نہ کرو جس سے کہ تمہارے قدموں
کو لغزش ہو۔ اور تم مواخذہ میں گرفتار ہو جاؤ۔ یہ سمجھو یہ دنیا فانی
ہے۔ سوائے خدا کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کی اطاعت
اور فرمانبرداری کرو گے فائدہ اٹھاؤ گے نافرمانی کرو گے خسارے
میں رہو گے۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔ یہ اللہ کے ساتھ تجارت ہے
اس کی ادائیگی سے تمہاری جانیں پاک ہو جائیں گی۔ سب سے
برے کام بدعت ہیں سنت نبوی پر عمل کرو صحابہ کرامؓ کے طریق پر
عمل کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے قرآن
شریف پڑھتے رہا کرو۔ اس سے دلوں کو تسکین ہوتی ہے۔ ایک
ایسا زمانہ بھی آ دے گا جب لوگ گمراہ ہو جاویں گے۔ وہ زمانہ وہ
ہو گا جب بغیر طلب کئے ہوئے مسلمان گواہی دیں گے۔ جھوٹ
کو برا نہ سمجھیں گے اگر بہشت جانا چاہو تو جماعت کے ساتھ رہو
میں نے سنا ہے تم میں سے بعض لوگ خالدؓ کی معزولی پر طرح طرح
کی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ سواق اعزل خالدا عن
سخطہ ولا خیانۃ ولکن الناس فتنوبک مخفت ان
یوکلوا الیہ۔" یعنی میں نے خالد کو ناراضی یا خیانت کے جرم
میں موقوف نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے کیا کہ لوگ اُن کی طرف

زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔ میں ڈرا کہ کہیں ان پر بھروسہ نہ کرلیں۔"

حضرت عمرؓ سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ تھے انھوں نے ملک شام میں خالدؓ بن ولید کو سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے بہت زیادہ فتوحات کیں جب حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حضرت خالدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو جیش اسلام کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔

یہ بات اکثر مسلمانوں کو بُری معلوم ہوئی لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت عمرؓ سے اس عزل و نصب میں کچھ کہہ سن سکے۔ بعض مسلمانوں کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو ناراضی یا خیانت کی وجہ سے برطرف کیا ہے آپ نے ان کے اس خیال کی تردید کی۔

اگرچہ حضرت عمرؓ کا رعب سب کے دلوں پر چھایا ہوا تھا لیکن مساوات کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کے دلوں میں جذبات آتے تھے اور وہ بلا کسی جھجک کے کہہ گذرتے تھے اس بات کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے کہ وہ سوئے ادبی کر رہے ہیں یا گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں حضرت عمرؓ خود یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے دلوں سے آزادی کا جوہر نہ مٹ جائے چنانچہ وہ گستاخانہ نکتہ چینیوں کو برداشت کر لیتے تھے۔ ان کی اس درگذر نے لوگوں کو بڑا دلیر کر دیا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ کے خاموش ہوتے ہی ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

"یا امیر المومنین میرے خیال میں تم نے خالدؓ کو معزول کر کے انصاف نہیں کیا۔ تم نے رسول اللہ کے عامل کو موقوف کر دیا۔ رسول اللہ کی کھینچی ہوئی تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ تم نے قسں پر رحم کیا اور اپنے چچیرے بھائی پر حسد کیا۔"

حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا وہ ایک جوان العمر شخص تھا۔ حضرت خالدؓ کا قرابت دار تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا،

"تمھیں اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا اگر تم ۔ ۔ رتے تو سمجھتے کہ میں

نے ایسا کر کے بہت سے فتنوں کا سد باب کر دیا ہے۔"

عیسائیوں نے بڑی حیرت سے اس بات کو دیکھا کہ ایک عام سپاہی نے شہنشاہ اسلام پر نکتہ چینی کی اور انھوں نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔

عیسائیوں کے لیے یہ بات بڑی حیرت ناک تھی ان کے کسی بادشاہ پر کوئی شخص نکتہ چینی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کا خود ساختہ آئین یہ تھا کہ جو شخص کسی بادشاہ کی شان میں گستاخی کرے اسے اور اس کے اہل وعیال کو موت کی سزا دی جائے۔ اس وجہ سے ان کی آزاد خیالی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ لوگوں میں بزدلی پیدا ہو گئی تھی۔ کسی میں بھی یہ جرأت نہ تھی کہ بادشاہ تو بادشاہ کسی امیر یا افسر پر جائز نکتہ چینی کر سکے۔

شخصی حکومت نے ان کے جوہر کو کھو دیا تھا۔ وہ جمہوریت کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ اور خلیفہ عمرؓ کا فرمان جمہوریت کا تھا۔

تینتالیسواں باب

اللہ کا خوف

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے انھیں گزشتہ لڑائیوں اور فتوحات کے حالات مفصل سنانے شروع کیے حضرت عمرؓ نہایت غور اور توجہ سے سن رہے تھے۔ کبھی ان کی آنکھوں میں آنسو جھلک آتے تھے۔ کبھی خوش ہو جاتے تھے۔ دوپہر تک سنتے رہے اس وقت حضرت بلالؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے آ گئے۔

بلالؓ بلند و بالا اور بلند آواز تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ اذان ہی دیتے رہے جب آنحضور صلعم نے وفات پائی تو بلالؓ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ انھوں نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور جب مسلمانوں نے ملک شام پر یورش کی تو شوق شہادت میں جہاد کرنے کے لیے وہ بھی ملک شام آ گئے۔ وہ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ تمام صحابہ کرامؓ اُن کی بڑی عزت و عظمت کیا کرتے تھے چنانچہ جب انھوں نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر سلام کیا تو اُن کی عزت افزائی کے لیے حضرت عمرؓ اور جتنے مسلمان ان کے پاس بیٹھے تھے۔ سب کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے مصافحہ کیا خیر و عافیت پوچھی اور انھیں اپنے پاس بٹھایا۔

اس عرصہ میں دوپہر ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بڑے پیالے میں ستو گھولا اور بہت سے مسلمانوں کو مدعو کیا۔ اور کھانا کھلانا شروع کیا۔ بلالؓ۔ ابو عبیدہؓ۔ خالدؓ۔ یزیدؓ۔ اور کئی مسلمان ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ جو ستو باقی بچا وہ تبرکاً تقسیم کر دیا گیا۔ کئی راہبوں اور قسوں نے بھی اس تبرک کو لیا جو لوگ بچ گئے اُن کو کھجوریں تقسیم کی گئیں۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو ظہر کا وقت ہو گیا بعض مسلمانوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ حضرت بلالؓ سے فرمائش کریں کہ وہ اذان کہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان کہنی بند کر دی تھی حضرت عمرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے سنا مسلمانوں کی درخواست ہے کہ تم اذان کہو۔ ابو عبیدہؓ خالدؓ اور یزیدؓ کی بھی یہی خواہش ہے خود میں بھی چاہتا ہوں کہ آج تم اذان کہہ کر مسلمانوں کو فخر دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد دلا دو!"

حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ "یا امیر المومنین! میں نے قصد کر لیا تھا کہ اب اذان نہ کہوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نے میری طبیعت کو پژمردہ اور میرے دل کو اس قدر غمزدہ کر دیا ہے کہ اذان کہنے کی ہمت نہیں رہی۔ لیکن مجھے آپ سے بھی اتنی محبت ہے کہ میں آپ کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔"

چنانچہ حضرت بلال نے وضو کیا اور قبلہ رو اذان کہنے کے لیے کھڑے ہوئے مسلمان ہمہ تن اس طرح متوجہ ہو گئے جس طرح اس زمانہ کے مسلمان سینما ہالوں میں جا کر تصویریں دیکھنے اور تماشہ شروع ہونے کے منتظر ہوتے ہیں۔

حضرت بلال نے بلند آواز سے اپنے مخصوص انداز میں کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ مسلمانوں کے بدنوں میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ جسم کانپنے لگے اور جب بلال نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو مسلمانوں کے دل ہل گئے جب انہوں نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو مسلمانوں کی نگاہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ گھوم گیا۔ اور وہ حضور کو یاد کر کے بےساختہ رو پڑے اور اس قدر بے روئے کہ ان کے دل پھٹ جانے کے قریب ہو گئے حضرت عمرؓ بھی زار و قطار روئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ نے اس قدر آنسو بہائے ہوئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں بعض مسلمان ضبط نہ کر سکے اور وہ چیخیں مار کر رونے لگے۔ حضرت بلالؓ کے بھی آنسو جاری تھے شدت درد سے ان کی آواز

بھر آگئی۔ خوف ہو گیا کہ کہیں وہ اذان کو قطع نہ کر دیں۔ مگر انہوں نے پوری کر دی لیکن ان کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بیٹھ گئے آنسو ان کی آنکھوں سے جاری تھے۔ اور سب مسلمان بھی ابھی تک رو رہے تھے بعض مسلمانوں کے آنسو پوچھتے پوچھتے دامن تر ہو گئے تھے۔

کچھ دیر کے بعد جب لوگوں کی طبیعت کو سکون ہوا تو سب نے وضو کئے اور حضرت عمرؓ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی جب نماز سے فراغت ہوئی تو حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا "یا امیر المومنین جیش اسلام کے سردار پرندوں کا گوشت اور گیہوں کی روٹی کھاتے ہیں عام مسلمانوں کو یہ چیزیں نصیب نہیں ہوتیں۔

حضرت عمرؓ نے سرداروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ کیا شکایت میں سن رہا ہوں۔

یزید بن ابی سفیان نے عرض کیا " یہ بات درست ہے ان چیزوں کا نرخ یہاں ارزاں ہے جس قیمت پر حجاز میں معمولی کھانا میسر آتا ہے اس قیمت پر یہاں اچھی چیزیں مل جاتی ہیں "

حضرت عمرؓ " اگر یہی بات ہے تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ تم کھاؤ لیکن عام مسلمانوں کا بھی خیال رکھو۔ انہیں بھی وہی کھانے کو دو جو تم کھاتے ہو۔"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اعلان کر دیا کہ تمام مسلمانوں کو گیہوں۔ شہد اور زیت وغیرہ ملا کرے اور قیمت بیت المال سے دی جائے۔ اگر سردار یہ چیزیں مہیا نہ کریں گے تو انہیں معزول کر دیا جائے گا۔

اب حضرت عمرؓ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا ان کا لباس بکری کی اون کا تھا اس میں چودہ پیوند تہہ بتہہ لگے ہوئے تھے۔ کئی پیوند چمڑہ کے تھے بعض مسلمان رئیسوں نے ان سے عرض کیا " یا امیر المومنین آپ کا لباس میلا ہے کہنہ ہے بوسیدہ ہے متعدد پیوند لگے ہیں آپ بیت المقدس میں چل رہے ہیں سفید لباس بدل لیجئے۔ اس سے ذرا شان ظاہر ہو گی۔

حضرت عمرؓ نے کہا " ہماری شان اسلام سے ہے نہ کہ لباس سے اگر لباس فاخرہ

ہے اور دل اسلام سے منور نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔"

لیکن سرداروں نے اس قدر اصرار کیا کہ حضرت عمرؓ ان کا کہنا ماننے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے سفید لباس پیش کیا جو مصر کا بنا ہوا تھا اور اس کی قیمت پندرہ درہم یعنی موجودہ سکہ کے حساب سے چار روپیہ گیارہ آنہ تھی حضرت عمرؓ نے وہ لباس بدلا شانہ پر بجائے اپنی میلی چادر کے ایک دستار ڈالی جو نہ نئی تھی نہ پرانی ایک رومی گھوڑا بجائے ان کے اونٹ کے ان کی سواری کے لیے پیش کیا گیا۔ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو گئے تمام مسلمان اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ چلے۔ ان کا گھوڑا چلنے میں شوخی کرنے لگا۔ بڑی تمکنت سے چلا۔ حضرت عمرؓ نے جلدی سے کہا۔ "روکو روکو۔"

لوگوں نے ان کے گھوڑے کو روکا۔ وہ جلدی سے اس کے اوپر سے کود پڑے انہوں نے کہا "تو بہ تو بہ ہلاک کر دیا تھا تمہارے بھائی کو اس گھوڑے کی مستانہ روی نے اللہ! میری لغزش کو معاف کرے میرے دل میں کبر و غرور پیدا ہو گیا تھا حالانکہ میں وہ ہوں جس کا باپ سر پر لکڑیاں رکھ کر چلا کرتا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے۔ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ۔ "یعنی وہ شخص بہشت میں نہ داخل ہو گا جس کے دل میں ایک دانہ سپند کے برابر کبر یعنی غرور ہو گا اور وہ شخص دوزخ میں نہ ہو گا جس کے دل میں ایک دانہ سپند کے برابر ایمان ہو گا۔"

اس کے بعد انہوں نے سپید لباس اتار کر اپنے کہنہ اور بوسیدہ کپڑے پہن لئے اور اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔

چوالیسواں باب

شان اسلام

اگرچہ حضرت عمرؓ نے نہایت ہی سادگی اور بالکل عام آدمیوں کی طرح سفر کر رہے تھے لیکن رعب و ادب کا یہ عالم تھا کہ حجاز سے لے کر ملک شام کی سرزمین دہل رہی تھی رومیوں میں شور تھا کہ مسلمانوں کے شہنشاہ بیت المقدس جا رہے ہیں۔ عیسائی کثرت سے دور دراز کی منزلیں طے کرکے انہیں اس لیے دیکھنے آ رہے تھے کہ وہ کیسے انسان ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں رہ کر عراق۔ ایران اور شام کے مشہور اور بڑے بڑے شہروں کو فتح کر لیا ہے۔

جاسوسوں نے ہرقل اعظم کو بھی اطلاع دے دی تھی وہ بھی اپنی جگہ اس لئے خائف تھا کہ حجاز میں رہتے ہوئے تو انہوں نے یہ غضب ڈھایا ہے کہ اس کی ایشیائی حکومت کا بیشتر علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ بیت المقدس میں پہنچ کر کہیں انطاکیہ پر جو اس کا دارالسلطنت تھا حملہ نہ کر دیں۔

مسلمان عامل یعنی کلکٹر جوق در جوق ان کے استقبال کے لیے آ رہے تھے۔ چنانچہ ہر منزل پر ان کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی۔ وہ پہاڑیں میں داخل ہوئے اور گھاٹی کو طے کرکے غوطہ کے میدان میں نکلے سامنے بیت المقدس کا رفیع الشان قلعہ تھا۔

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو دیکھتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا فَتْحًا کَبِیْرًا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا۔ یعنی اللہ بڑا ہے۔ اللہ بزرگ ہے۔ اے اللہ فتح کر تو ہمارے لیے بڑی فتح اور ہمیں غلبہ مدد دہندہ عطا کر۔

جوں ہی لشکر اسلام نے حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم کو آتے ہوئے دیکھا جوش

مسرت سے بے تاب ہو کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے ہوئے ان کے استقبال کے لیے دوڑے چوں کہ مسلمان بیت المقدس کے چاروں طرف محاصرہ کیے ہوئے فرد کش تھے اس لیے ہر جانب سے اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگاتے ہوئے لشکر در لشکر چل پڑے تمام میدان اور اس کے کنارے مسلمانوں سے بھر گئے۔ جس طرف بھی نظر کی جاتی تھی مسلمانوں کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہوا حضرت عمرؓ کی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔

بیت المقدس کے عیسائی شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے مسلمانوں کو جوق جوق نعرے لگا کر جاتے دیکھا سامنے سے بے شمار مسلمان آتے نظر آئے جھنڈے پرچم اسلامی لہرا رہے تھے۔ دھوپ میں مسلمانوں کے ہتھیار چمک رہے تھے۔ عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ آ گئے۔

مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ انھیں سلام کرکے مصافحے کیے۔ قوم نے ان سے مصافحے کیے وہ ہر سردار کو نہایت غور سے دیکھتے جاتے تھے سپاہیوں نے دیباج کے کپڑے پہن رکھے تھے حضرت عمرؓ انھیں اس لباس میں دیکھ کر برہم ہوئے۔ فرمایا۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ ریشمی کپڑا ہے اور مردوں کے اس کا پہننا جائز نہیں ہے۔"

جن مسلمانوں نے دیباج کے کپڑے پہن رکھے تھے انھوں نے نادم ہو کر اپنے سر جھکا لیے حضرت عمرؓ نے ان کے کپڑے پھاڑ ڈالنے اور چہروں پر خاک ڈالنے کا حکم دیا۔ ان کے ہمراہیوں میں سے بہت سے مسلمان دوڑے انھوں نے جامیں پھاڑ ڈالیں اور چہروں پر مٹی ڈالی۔ دیباج پوش مسلمانوں کی بڑی توہین ہوئی انھیں بڑی غیرت آئی انھوں نے عہد کر لیا کہ آئندہ وہ قابل اعتراض کپڑے نہ پہنیں گے۔

اب حضرت عمرؓ آگے چلے اور تمام لشکر ان کے پیچھے ہو لیا۔ دونوں بازوؤں پر دور تک اسلامی دستے پھیل گئے۔ ہر سردار کے ہاتھ میں علم تھا۔ ایک بڑا علم حضرت عمرؓ کے سر پر لہرا رہا تھا۔ بہت سے علموں کے لہرانے اور اسلامی لشکر کے بڑھنے سے

شان اسلام نظر آرہی تھی جب حضرت عمرؓ اس جگہ پہنچے جہاں ابو عبیدہؓ مقیم تھے تو وہ اونٹ کے اوپر سے اترے انھوں نے سب سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی۔ ان کے لیے ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا نصب کیا گیا۔ اس میں ایک کمبل بچھا دیا گیا حضرت عمرؓ اس خیمے میں فروکش ہو گئے تمام اسلامی دستے اپنی اپنی قیام گاہوں پر جاکر مقیم ہو گئے۔

مسلمانوں نے وہ دن نہایت سرور و شادمانی میں گذارا۔ حضرت عمرؓ بعض سرداروں کی فرودگاہوں پر گئے ان کے طریقہ قیام کو دیکھا۔ عام مسلمانوں سے ملے ان سے ان کے سرداروں کے برتاؤ کے متعلق بات چیت کی انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مسلمانوں میں وہی مساوات ہے جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

مسلمانوں نے رات کو بھی اکثر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے صبح کو حضرت عمرؓ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور حسب معمول وعظ کیا۔ وعظ سے فارغ ہو کر انھوں نے حضرت عبیدہؓ سے مخاطبہ ہو کر فرمایا۔ "اے ابن جراح تم شہر قدس کے پاس جاکر رومی عیسائیوں کو اطلاع دو کہ میں آگیا ہوں۔"

اب ان کا کیا ارادہ ہے۔"؟

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے ساتھ چند سرداروں کو لے کر بڑے دروازے کے قریب پہنچے۔ رومی فصیل پر کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے ابو عبیدہؓ نے زیر دیوار جاکر بلند آواز سے پکار کر کہا۔ "رومیو! کون شخص تم میں سے میری بات کا جواب دے گا۔"

ایک بطریق جو خوشنما لباس پہنے تھا۔ بڑھ کر آگے آیا اس نے عربی زبان میں کہا میں جواب دوں گا۔"

ابو عبیدہؓ۔ "امیر المومنین آگئے ہیں۔ تم میں سے جو لوگ ان سے ملاقات کر کے اپنا اطمینان کرنا چاہیں شہر سے نکل کر ان سے مل لیں۔"

بطریق۔ تم توقف کرو۔ ہم ابھی اس بات کا جواب دیتے ہیں۔"
بطریق چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے واپس آکر کہا۔ مجیس تمامہ کا
بطریق آپ کی بات کا جواب دینے کے لیے آرہا ہے۔"
حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ہمراہی اس کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

پنتیالیسواں باب

ترغیب اماں

کینسۂ قمامہ میں معزز رومیوں کا جمگھٹ ہو رہا تھا۔ ان کا بطریق جسے وہ قمامہ کے نام سے پکارتے تھے قربان گاہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا وہ اس وقت نیلیوں بالوں کا بنا ہوا جبہ پہنے تھا جو ٹخنوں تک لمبا تھا سرخ ریشم کے دورے کمر سے باندھے تھا۔ سینہ پر ایک جواہرات کی صلیب لٹکائے رکھے تھا وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ قوی الجثہ تھا۔ رنگ سرخ و سپید تھا چہرہ سے رعب ٹپکتا تھا۔ راہبوں اور قسوں کی جماعت اس کے گرد تھی۔ چاندی کی انگیٹھی میں خوشبوئیں جل رہی تھیں۔ اسے اور قربان گاہ کو دھونی دی جا رہی تھی چند راہب انجیلیں کھولے ہوئے اس کی آیتیں پڑھ رہے تھے۔

جب قمامہ مذہبی رسوم سے فارغ ہوا تو اس نے صلیب اعظم نکالنے کا حکم دیا۔ کئی عیسائی راہب اس مقدس کمرے میں گئے جس میں صلیب اعظم رکھی رہتی تھی۔ یہ صلیب سال بھر میں ایک مرتبہ عید[1] کے روز نکالی جاتی تھی لوگ اس سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

جونہی وہ صلیب لوگوں کے سامنے لائی گئی تمام عیسائیوں نے اس زور سے نعرے لگائے کہ سارا کینسہ جنبش میں آگیا راہبوں نے صلیب کو بھی دھونی دی۔

اب صلیب کو لے کر ایک راہب آگے چلا۔ قمامہ اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ قمامہ کے پیچھے راہبوں اور قسوں کی جماعت چلی۔ یہ لوگ کینسہ سے نکل کر صحن میں آئے یہاں معزز رومی کھڑے تھے ان میں باطلیق بھی تھا۔ جو بیت المقدس کا

---

[1] از فتوح الشام صفحہ ۲۱۶

حاکم تھا لیکن دراصل یہ نائب تھا اصل حاکم قمامہ تھا۔ تمام رومی صلیب اعظم کو دیکھتے ہی سربسجود ہو گئے قمامہ نے انھیں برکت دینے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو نے باطلیق بڑھ کر قمامہ کے سامنے آیا اس نے کہا۔ اے بزرگ و معزز ہستی۔ مسلمانوں کے خلیفہ آ گئے ہیں۔ تم انھیں دیکھو اگر وہ وہی ہیں جن کا ذکر تم کتابوں میں پڑھ چکے ہو جو فاتح اعظم ہیں تو ہمیں حکم دو کہ ہم ان کے لیے شہر کا دروازہ کھول دیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو ہمیں بتاؤ ہم ان سے لڑیں گے یا تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے یا ہم انھیں مار کر بھگا دیں گے۔

• قمامہ ''اطمینان رکھو۔ میں انھیں دیکھ کر مناسب حکم دوں گا''

یہ سب لوگ چل کر فصیل پر چڑھے۔ بڑے دروازے پر آئے قمامہ نے جھانک کر ابو عبیدہؓ کی طرف دیکھ کر کہا ''یا شیخ! تم کیا کہتے ہو''؟

ابو عبیدہؓ ''یا بطریق ہمارے وہ سردار آ گئے جن کے اوپر کوئی سردار نہیں ہے۔ تم اُن سے ملاقات کرو، اور بتاؤ۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے''؟

قمامہ ''تمہارے وہ سردار کہاں ہیں جن پر کوئی سردار نہیں ہے''

ابو عبیدہؓ ''لشکر میں ہیں''

قمامہ۔ ان سے کہو یہاں تشریف لے آئیں۔ ہم انھیں دور سے دیکھ کر پہچان لیں گے اگر وہ وہی ہیں جن کی صفت ہماری کتابوں میں موجود ہے تو ہم شہر ان کے حوالہ کر دیں گے اور ان سے اہل شہر کے لیے امان حاصل کریں گے۔ اور اگر وہ وہ نہیں ہیں تو ہم ہرگز صلح نہ کریں گے۔ اور اس وقت تک تم سے لڑیں گے جب تک یا تو ہم سب نہ مارے جائیں یا تمھیں مار کر نہ بھگا دیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ واپس آئے انھوں نے اپنی اور قمامہ کی تمام گفتگو خلیفہ کو سنائی حضرت عمرؓ روانگی کے لیے تیار ہو گئے حضرت خالدؓ نے کہا۔

''یا امیر المومنین، عیسائیوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ وہ غدار ہیں بے وفائی کرنے میں مشہور ہیں۔ ہم لوگ ڈرتے ہیں کہیں وہ آپ کے ساتھ فریب نہ کریں۔

ہمیں آپ کا ایک بال ہزار رومیوں سے زیادہ عزیز ہے اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا تو ہمارے چہروں پر سیاہی لگ جائے گی۔"

اور بھی کئی جلیل القدر صحابۂ کرام نے یہ عرض کیا اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ شہر کے نزدیک نہ جائیں۔ ممکن ہے عیسائیوں نے ان کی ہلاکت کا کوئی سامان کر رکھا ہو۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "اندیشہ نہ کرو انسان کو وہی پیش آتا ہے جو قسام ازل نے اس کی پیشانی میں لکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

قُل لَّن یُصِیبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ط یعنی اے نبی کہہ دو ہمیں نہ پہنچے گی کوئی مصیبت لیکن جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے وہ ہمارا صاحب ہے اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "یا امیر المومنین! آپ رومیوں کے سامنے جا رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ ہمارے شہنشاہ ہیں آپ اس مرقع لباس کو اتار ڈالیں اور معمولی قسم کے ہی اگر اس سے ذرا اچھے کپڑے پہن لیں یہ بات ہمارے لیے بڑے شرم کی ہوگی کہ ہمارے خلیفہ کا لباس مرقع ہو[1]۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "ہمارے لیے لباس قابل اعزاز نہیں بلکہ اسلام ہماری عزت کا باعث ہے ہم وہی عرب تو ہیں جن کے افعال ایسے مذموم تھے کہ ساری دنیا ہمیں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ لیکن جب ہم مسلمان ہوئے تو ہمیں وہ عزت نصیب ہوئی کہ آج سلاطین عالم ہم سے ملنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "اچھا آپ اس مرقع لباس پر زرہ پہن لیں اور ہتھیار لگائیں۔"

حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم سب لوگ یہ چاہتے ہو کہ میری گدڑی چھپ جائے لیکن یہ

---

[1] مرقع اس لباس کو کہتے ہے جس میں پیوند لگے ہوں ہندی میں اسے گدڑی کہتے ہیں۔

(صادق سردھنوی)

مجھے منظور نہیں۔ میں اسی طرح چلوں گا۔"

اب کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ان کی سواری کا اونٹ لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئے حضرت خالدؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ۔ حضرت یزیدؓ۔ حضرت شرجیلؓ حضرت بلالؓ حضرت زبیرؓ بن العوام اور دوسرے اسی پایہ کے بزرگ ان کے جلو میں تھے۔

یہ لوگ فصیل کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ ابوعبیدہؓ نے پکار کر کہا۔"رومیو! ہمارے خلیفہ آ گئے۔"

باطلیق اور تمامہ دونوں نے دیکھا۔ تمامہ دیر تک دیکھتا رہا اس نے ایک کتاب نکالی۔ اسے پڑھا پھر حضرت عمرؓ کو دیکھا اس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "حضرت مسیح کی قسم یہی فاتح اعظم ہیں۔ وہی ان کا لباس ہے جو کتاب میں لکھا ہے وہی حلیہ ہے۔ یہ تمام ملک شام کو فتح کر لیں گے ہرقل اعظم کی سلطنت کو الٹ دیں گے تم جلدی سے دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور جزیہ ادا کر کے امان حاصل کر لو۔ پھر اس نے پکار کر ابوعبیدہؓ سے کہا۔"یا شیخ! یہ وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ یہ مشہور فاتح ہیں تم اپنے لشکر میں جاؤ ہم شہر کا دروازہ کھولے دیتے ہیں ہمارا وفد مصالحت کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ لیکن یہ اقرار کرو کہ ہمارے دروازے کھولنے پر تم شہر میں نہ گھس آؤ گے۔

یہ تمام گفتگو عربی زبان میں ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا حضرت عمرؓ نے کہا۔ ان سے کہہ دو کوئی مسلمان ان کی مرضی کے خلاف شہر میں داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا۔ تمامہ نے جواب دیا۔ ہمیں تمہارے قول پر اطمینان ہے۔"

وہ اور اس کے ساتھی پلٹ گئے۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ لوٹ آئے۔"

چھیالیسواں باب

فتح بیت المقدس

حضرت عمرؓ واپس لوٹ کر جب فرودگاہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان کے ہمراہیوں سے دریافت کیا۔ "کیا رہا"؟

حضرت ابوعبیدہؓ نے پکار دیا۔ "مسلمانو! یہ مقدس شہر انشاءاللہ تمہارے خلیفہ کے ہاتھوں پر بغیر خونریزی کے فتح ہو جائے گا۔ رومی وفد مصالحت کے لیے آنے والا ہے"۔

یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر میں شہر کا پھاٹک کھول دیا گیا۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ رومیوں نے اپنا قول پورا کر دیا تھا۔ مسلمان بھی اپنے وعدے پر رہے کسی شخص نے بھی دروازے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔

یہ بات اسلامی لشکر میں ہر طرف گشت لگا گئی کہ رومیوں نے امیرالمومنین کے سپرد بیت المقدس کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ انھوں نے بڑا دروازہ کھول دیا ہے اور عنقریب ان کا وفد مصالحت کے لیے آنے والا ہے۔

ابھی حضرت عمرؓ آکر بیٹھے ہی تھے کہ عمروؓ بن العاص معہ اپنے ہمراہیوں اور شہابؓ کے وہاں آ گئے۔ چونکہ وہ بھی ایک بڑے افسر اور مشہور دلیر و جنگجو تھے اس لیے ان کی آمد پر مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے۔

عمروؓ بن العاص اور شہابؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے امیرالمومنین کو سلام کیا۔ امیرالمومنینؓ نے ان کی مزاج پرسی کی دونوں کو اپنے پاس بٹھایا عمروؓ بن العاص کا لشکر ایک طرف فروکش ہو گیا۔

حضرت عمرؓ ان سے یعنی عمروؓ بن العاص سے ارض فلسطین کے حالات دریافت

کرتے رہے اس وقت کئی آدمی نہایت ذا بو یافتہ۔ با اثر۔ سیاست داں مدبر اور ماہر جنگ تھے۔ ان میں قابل ذکر یہ لوگ تھے۔ امیر معاویہ یعنی معاویہؓ بن ابی سفیان۔ عمرو بن العاص۔ عبدالرحمٰنؓ بن العوف۔ خالدؓ بن ولیدؓ۔ سعدؓ بن وقاص (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے) حضرت علیؓ اور دوسرے کئی لوگ تھے ان میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت علیؓ کو تو اپنے پاس مدینہ میں رکھے ہوئے تھے انھیں کہیں نہ جانے دیتے تھے حالانکہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا "کہ کیا آپ نے ہمیں نظر بند کر رکھا ہے"؟

حضرت عمرؓ نے کہا تھا اس کا جواب دینے سے نہ دینا بہتر ہے۔ تمہارا میرے پاس ہی رہنا مناسب ہے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف خاموش ہو گئے تھے پھر انھیں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت سعدؓ بن وقاص کو ایران کی مہم پر بھیج رکھا تھا اور عمرؓو بن العاص خالدؓ بن ولید اور معاویہؓ بن ابی سفیان ملک شام کی مہمات پر معمور تھے یہ لوگ حضرت عمرؓ کے اشارے پر دوڑتے تھے۔ چونکہ حضرت خالدؓ کی فتوحات کی وجہ سے ان کا اثر ملک شام کی اسلامی افواج پر زیادہ ہوتا جاتا تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے انھیں معزول کر دیا اور وہ دم نہ مار سکے۔ انھوں نے ان تمام آدمیوں کو اپنے قابو میں رکھا تھا۔ ان کے جلال اور سطوت و سیاست کا یہ عالم تھا کہ اور رعب و داب اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ کسی کو چون و چرا کرنے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ان کے بعد جو خلیفہ ہوئے یعنی حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ وہ رعب و داب کو قائم نہ رکھ سکے چنانچہ مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں عیسائیوں کا وفد مصالحت کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس وفد میں نہایت قابل رومی آئے تھے۔ انھوں نے جزیہ کی ادائیگی منظور کی۔ اور یہ شرطیں پیش کیں کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ مذہبی طور پر وہ آزاد ہوں گے ان کے گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے یہودیوں

کو بیت المقدس میں نہ رہنے دیا جائے گا جو لوگ شہر میں رہیں گے وہ جزیہ دیں گے اور جو جزیہ ادا کرنا نہ چاہیں گے۔ انھیں مع ان کے اہل وعیال اور مال واسباب کے بلا کسی روک ٹوک کے نکل جانے دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی یہ تمام شرطیں منظور کر لیں۔

عیسائیوں کو یہودیوں سے بڑی عداوت تھی اس دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دی تھی۔ اسی لیے انھوں نے یہ شرط پیش کی کہ بیت المقدس میں یہودیوں کو نہ رہنے دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی پاس خاطر سے ان کی یہ شرط بھی منظور کر لی۔ ایک معاہدہ لکھا گیا۔ یہ معاہدہ تاریخ طبری میں مفصل موجود ہے ہم اس معاہدہ کو بعینہ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

> وہ امان نامہ ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کے جان ومال گرجا۔ صلیب۔ تندرست۔ بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ ان کے کنیساؤں میں نہ حکومت اختیار کی جائے گی۔ نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ نہ ان کو اور نہ ان کے احاطوں کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مالوں میں دست درازی کی جائے گی۔ نہ مذہب کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے پاس یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ وہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کی جان ومال اس وقت تک امن میں ہے جب تک وہ کسی جائے پناہ میں نہ پہنچ جائے اور جو یونانی شہر میں ہی رہنا چاہیں۔ اور وہ بھی جزیہ دیں تو انہیں بھی امان ہے اگر شہر والوں میں سے بھی جو لوگ یونانیوں کے ساتھ جانا چاہیں تو ان کے اہل وعیال اور گرجاؤں کا

رسول خدا کے خلیفہ دونوں کا ذمہ ہے۔ اس وقت تک جب تک اہل
شہر جزیہ ادا کرتے ہیں اس تحریر پر گواہ ہیں۔ خالدؓ بن ولید۔ ابوعبیدہؓ بن
الجراح۔ عمروؓ بن العاص۔ عبدالرحمٰن بن العوف اور معاویہؓ بن ابی سفیان
۱۶ ھ میں لکھا گیا۔"

اس معاہدے سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا اور ان کے مذہب کا کس قدر احترام
کیا گیا۔ جو شرطیں انھوں نے پیش کیں خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ فاروق نے منظور کر لیں۔ کیا
تاریخ میں کوئی ایسا روادارانہ معاہدہ عیسائیوں کی جانب سے پیش کیا جا سکتا ہے۔
آج فلسطین کے عرب برٹش گورنمنٹ سے التجائیں کر رہے ہیں کہ یہودیوں کو فلسطین
میں لا لا کر آباد نہ کرو۔ مگر انگریز نہیں مانتے۔ وہ عربوں کو نقصان پہنچانے انھیں
تباہ و برباد کرنے کے لیے یہودیوں کو ان پر مسلط کر رہے ہیں۔ اگر عرب صدائے
احتجاج بلند کرتے ہیں تو انہیں توپوں اور مشین گنوں سے اڑایا جاتا ہے۔ ان کے
مکانوں کو ڈائنامنٹ لگا کر منہدم کیا جاتا ہے۔ انھیں کچلا اور مٹایا جاتا ہے۔ تلوار
کے زور سے دبایا جاتا ہے وہ مسلمانوں کا اخلاق تھا کہ انھوں نے عیسائیوں سے
رواداری کا برتاؤ کر کے یہودیوں کو بیت المقدس میں رہنے کی اجازت نہ دی۔ یہ
انگریز کا اخلاق اور مسلم کش پالیسی ہے کہ وہ عربوں کو تباہ کرنے کے لیے یہودیوں کو
فلسطین میں آباد کر رہی ہے۔ انگریز نے ہندوستان سے اسلامی حکومتوں کا خاتمہ
کیا۔ مصر پر قبضہ کیا۔ ایران پر ہتھنگل مارا۔ مسلمانوں کا کس بل نکال دیا۔ لیکن مسلمان اب
بھی حسن ظن رکھتا ہے۔

سنتیالیسواں باب

کعب حلقۂ اسلام میں

اس معاہدہ کی تکمیل کے دوسرے دن کعب اور غزنہ دونوں شہاب کے پاس آئے شہابؓ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے انھوں نے کہا۔

" زہے نصیب آپ تشریف لائیے "

کعب ۔" طبیعت نہ مانی ۔ تمھارے خلیفہؓ کی زیارت کے لیے چلا آیا

شہابؓ ۔" صرف زیارت کے لیے "

کعب ۔" نہیں ۔ مشرف باسلام ہونے آیا ہوں "

شہابؓ ۔ " خدا کا شکر ہے آج مجھے حقیقی خوشی حاصل ہوئی ہے "

کعب ۔" حقیقت یہ ہے شہابؓ تمھارے اخلاق نے مجھے گرویدہ کیا ورادیرباپ کی تحریر نے اثر ڈالا ۔ ان دونوں باتوں سے میرا دل اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا ۔ خدا نے ایک سبب کر دیا جس روز تم روانہ ہونے والے تھے ۔ اس کی پہلی شب کو کوئی مسلمان کلام اللہ شریف پڑھتا ہوا دیوار کے نیچے سے گزرا میں اور غزنہ دونوں کھڑے سن رہے تھے دفعتاً میرا دل روشن ہو گیا دماغ کی کھڑکیاں کھل گئیں ۔ میں اسی وقت مسلمان ہونے کے لیے تیار ہو گیا ۔ اگلے ہی روز تمھاری روانگی کے بعد میں بھی چل پڑا ۔

شہاب ۔" آپ بھی ہمارے ساتھ ہی کیوں نہ چلے آئے "

کعب ۔" ارادہ یہی تھا مگر تمھاری روانگی تک تیاریاں مکمل نہ ہو سکیں اس لیے چند گھنٹے بعد چلنا پڑا ۔

شہابؓ ۔" حقیقت یہ ہے کہ ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے ۔ آئیے امیر المومنین کی خدمت میں چلو "

کعب :" چلو۔ کیا عزنہ کو بھی لے چلوں "۔

شہاب :" کیا یہ بھی مسلمان ہونے کو تیار ہیں "؟

کعب :" میں نے اس سے دریافت نہیں کیا "۔

انھوں نے عزنہ سے مخاطب ہو کر کہا " کہو عزنہ! تمھارا کیا ارادہ ہے "۔

عزنہ :" بھائی جان، پہلے آپ مسلمان ہو جایئے۔ مجھے دو ایک روز غور کر لینے دیجئے "۔

• شہاب :" غور کر لینے دیجئے خدا نے اپنے کلام قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے" اگر یہ اس وقت مسلمان ہونا بھی چاہتیں۔ تب بھی انہیں امیر المومنین کے پاس نہیں لے جایا جا سکتا تھا "۔

کعب :" یہ کیوں "؟

شہابؓ :" اس لیے کہ وہ عورتوں کے پردے کے بڑے حامی ہیں۔ کوئی منھ کھولے بے پردہ اُن کے سامنے نہیں جا سکتی "۔

کعب :" اچھا۔ میں چلتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو "۔

دونوں اٹھ کر چلے اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ دوپہر ہو چکی تھی اس وقت بھی صحابہؓ کرام پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہوئے تھے۔ دونوں نے سلام کیا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے باتوں میں مشغول تھے جب وہ فارغ ہوئے تو شہابؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا " یا امیر المومنین" یہ (کعب کی طرف اشارہ کر کے) یہودی ہیں۔ رئیس قوم ہیں۔ یہودی اور رومی دونوں ان کی عزت کرتے ہیں۔ ارض فلسطین میں ان کی جاگیر ہے۔ جاگیر میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اس قلعہ میں رہتے ہیں۔ اس کا نام اجبار ہے۔ ان کے باپ نے اسے تعمیر کیا تھا اور اپنے نام پر اس کا نام رکھا تھا۔ یہ مسلمان ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے انھوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔"

عمروؓ بن العاص بھی وہاں بیٹھے تھے انھوں نے کہا "میں بھی انھیں جانتا ہوں ان کا نام کعب ہے۔ نہایت شریف طبیعت انسان ہیں۔ میں بھی ان کے یہاں ایک شب مہمان رہ چکا ہوں۔ ان کی ایک خاندانی تحریر ایک عرب منصرہ عاصم نامی مشہور ڈاکو اٹھا لے گیا تھا۔ یہ اس کی واپسی کے لیے شہابؓ کو لے کر میرے پاس پہنچے تھے اسی تحریر کو پڑھ کر عاصم ڈاکو میرے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمرؓ "عجیب بات ہے۔ اس تحریر میں کیا لکھا تھا"؟

کعب "میں عرض کرتا ہوں۔ میرے باپ احبار نہایت عالم و فاضل تھے اور بڑے مدبر، سیاست داں اور دلیر و جنگجو تھے۔ انھوں نے اپنی بے مثل بہادری ہرقل اعظم کو خوش کر کے جاگیر حاصل کی اور اس جاگیر میں رئیسوں کی شان سے رہنے لگے جب ہرقل اعظم کو کوئی مہم پیش آئی تھی تو وہ انھیں طلب کر لیتے تھے۔ کسی مہم میں وہ ناکامیاب ہو کر نہیں آئے۔ ہر کامیابی پر انھیں بادشاہ انعام دیتا تھا۔ آخر عمر میں وہ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ زیادہ تر کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے جب ان کا آخری وقت آیا۔ تو انھوں نے مجھے اور غرنہ کو طلب کیا۔

حضرت عمرؓ "غرنہ کون ہے"؟

کعب "میری بہن ہے"۔ مجھ سے چھوٹی ہے ہم دونوں ان کی بالیں پر پہنچے۔ انھوں نے ہمیں پیار کیا اور کہا"

"میرے بچو! میں نے تم دونوں کے لیے اس قدر مال و دولت چھوڑا ہے کہ تمھاری کئی پشتیں فارغ البالی کے ساتھ بسر کرتی رہیں۔ مجھے پرانی معتبر کتابوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سرزمین تہامہ میں ایک رسول ہوں گے ان کا نام محمد صلعم ہو گا۔ میں

لہ یہ تمام واقعات فتوح الشام جلد دوم صفحہ ۳۱۸ و ۳۶۹ پر بالتشریح موجود ہیں۔ ۱۲ صادق۔

ان کا منتظر تھا لیکن میری زندگی میں وہ مبعوث نہیں ہوئے جب تم سنو کہ وہ مبعوث ہوئے تو تم ان کا مذہب اختیار کر لینا۔ ان کی بعثت کے بعد تمام کتابیں منسوخ اور تمام مذہب باطل ہو جائیں گے۔ اس وقت نجات اسے ملے گی جو ان کا مذہب اختیار کرے گا ان کا آئین ابراہیمی آئین ہو گا۔ میں نے ایک تحریر لکھ کر تمہارے لیے خریطہ میں بند کر دی ہے جب تم پر کوئی افتاد آئے یا دنیا میں کوئی انقلاب ہو تو اس خریطہ کو اپنی بہن کی موجودگی میں کھول کر پڑھنا۔ فلاح کو پہنچو گے۔ انھوں نے اپنے تکیہ سے نکال کر ایک خریطہ دیا۔ اس وقت اور بھی بہت سے آدمی موجود تھے میں نے خریطہ لے لیا ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مرنے کے بعد ہی چند روز کے میں نے سنا کہ حضرت محمد صلعم مبعوث ہو گئے۔ میں نے ان کے حالات کی تفتیش شروع کی معلوم ہوا کہ وہ اپنے اہل وطن اور ہم قوم کی سختیوں سے تنگ آ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے چند ہی روز میں خبر پہنچی کہ انھوں نے حفاظت خود اختیاری کے لیے تلوار ہاتھ میں لے لی۔ جہاد شروع کر دیا۔ فتوحات نے ان کے قدم چومے اور ان کے تمام دشمن ان کے مطیع ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد سنا کہ انھوں نے وصال کیا اور ابو بکر صدیقؓ ان کے خلیفہ ہوئے بہت جلد معلوم ہوا کہ انھوں نے بھی وفات پائی اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے چونکہ مسلمانوں نے فلسطین فتح کر لیا۔ رومیوں کو پے بہ پے ہزیمتیں ہو ئیں ملک شام کا بیشتر حصہ ان کے قبضہ سے نکل گیا۔ اس لیے میں نے سمجھا کہ اس سے زیادہ اب انقلاب کیا ہو گا۔ میں نے وہ تحریر پڑھنے کا ارادہ کیا۔ عاصم ڈاکو کو اس تحریر کی خبر ہو گئی تھی اس نے ایک روز چھاپہ مارا۔ اور مجھے زخمی کر کے اس تحریر اور میری بہن عزہ کو لے گیا۔"

حضرت عمرؓ۔ عزہ کو لے گیا۔ یہ کیوں۔؟

کعب نے شرما کر جواب نہیں دیا۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا۔" عزہ بڑی خوبرو اور پری جمال لڑکی ہے۔"

کعب۔" جی ہاں وہ خاصی حسین ہے۔ اتفاق سے راستہ میں شہابؓ مل گئے

یہ غرنہ کو اس کے ہاتھ سے چھڑا لائے۔ لیکن تحریر کا انھیں علم نہیں تھا۔ عاصم تحریر لے گیا جب مجھے آرام ہو گیا تب میں شہابؓ کو لے کر عمروؓ بن العاص کی خدمت میں عاصم سے تحریر واپس دلانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ عاصم مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے وہ تحریر مجھے واپس کر دی۔ میں نے غرنہ اور شہابؓ کی موجودگی میں اسے کھول کر پڑھا۔ سب لوگوں کا خیال تھا کہ اس تحریر میں خزانہ کا ذکر ہے لیکن اسے پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

حضرت عمرؓ۔ "وہ تحریر کہاں ہے"؟

کعب۔ "میرے پاس موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے"۔

کعب نے تحریر دی۔ حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے پڑھی۔ ہم اس کا ترجمہ بعینہ دے چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ اور تمام مسلمان اسے سن کر خوش ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ "خدا تمھارے باپ اجبار کے گناہ معاف کرے انھوں نے نہایت ہی اچھی تحریر چھوڑی ہے"۔

کعب: "خدا کی قسم میں نے بھی اس تحریر کو پڑھ کر اپنے دل میں یہی کہا تھا کہ میرے باپ نے میرے لیے بہترین چیز چھوڑی ہے۔ میری تمنا تھی کہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوں۔ اسی لیے حاضر خدمت ہوا ہوں"۔

حضرت عمرؓ۔ "اور تمھاری بہن غرنہ"۔

کعب: "وہ ابھی غور کرنا چاہتی ہے"۔

حضرت عمرؓ۔ "اس پر جبر نہ کرنا غور کرنے دینا"۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے کعب کو مسلمان کر لیا۔ کعب کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی"۔

اڑتالیسواں باب

شہر قدس میں داخلہ

کعب نہایت ہی ذی عزت متمول اور بار سوخ آدمی تھے ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی بیت المقدس کے عیسائیوں کو بھی ان کے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔ ان پر بڑا اثر پڑا۔ ان کے معزز لوگ سوچنے لگے کہ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا تو کعب جیسا ذی علم۔ ذی ثروت۔ ذی عزت اور دلیر شخص مسلمان نہ ہوتا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے مسلمان ہونے کا تہیہ کر لیا۔

بیت المقدس والوں نے تکمیل صلح کے بعد جزیہ کی رقم فراہم کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لا کر پیش کی اور ان سے شہر میں چلنے کی درخواست کی۔

حضرت عمرؓ تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کو یہ شہر اس وجہ سے محبوب تھا کہ وہ ان کا پہلا قبلہ تھا۔ عرصہ تک انھوں نے اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب مکہ معظمہ سے اسی شہر میں آئے یہاں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی پڑھی۔ یہیں سے معراج کو تشریف لے گئے۔ مسجد اقصیٰ ہی میں تمام انبیا کی امامت کا شرف حاصل کیا۔ ہر مسلمان اس شہر کی زیارت اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے پر آمادہ ہو گیا۔

مگر حضرت عمرؓ نے عام مسلمانوں کو روک دیا اور حکم دیا کہ سب مسلمان ایک دم شہر میں داخل نہ ہوں بلکہ تھوڑے تھوڑے لوگ اپنے سرداروں کی معیت میں روانہ ہو جائیں اور زیارت کر کے واپس چلے آئیں۔

شہر سے راہبوں قسوں اور بطریقوں کی ایک جماعت سیدنا حضرت عمرؓ کو اپنے ساتھ شہر میں لے جانے کے لیے حاضر ہوئی۔ حضرت عمرؓ تمام جلیل القدر صحابہؓ اور سرداران لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ۔ ابو عبیدہ بن الجراح

عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ معاذؓ بن جبل۔ یزیدؓ بن ابی سفیانؓ عمروؓ بن العاص اور چند اور بزرگ اونٹوں پر سوار ہوئے حضرت خالد بن ولیدؓ ضرارؓ بن الازور۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ۔ عبداللہؓ بن عمر۔ معاویہؓ بن ابی سفیان اور بہت سے اور لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔

اس روز تقریباً دو ہزار مسلمان حضرت عمرؓ کے جلو میں روانہ ہوئے ہر سردار اپنے ہاتھ میں علم لیے ہوئے تھا۔

ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے۔ آفتاب پوری شان و شوکت سے نکلا ہوا تھا۔ ہوا کے جھونکے اسلامی پرچموں کے پھریروں کے ساتھ خوش فعلیاں کر رہے تھے۔ پھریروں سے کچھ عجب فرحناک سرسراہٹ کی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں، مسلمانوں کے ہتھیار دھوپ میں جگمگا رہے تھے حضرت عمرؓ اپنا مخصوص لباس جو مرقع اور میلا تھا پہنے ہوئے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کی سواری بیت المقدس کے بڑے دروازے میں داخل ہوئی تو ایک خوش الحان قاری نے سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت شروع کر دی اس نے بلند آواز سے کہا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا وہ جس کے گرد و جوار کو بھی ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھلائیں۔ تحقیق وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

قاری نے کچھ ایسے بر وقت اور ایسے ترنم ریز لہجہ میں اس صورت کو شروع کیا کہ تمام سننے والے محو و مسرور ہو کر رہ گئے ان کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ پھر گیا جب اکثر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جانشین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کی سواری رواں تھی قاری خوش الحانی سے تلاوۃ کر رہا تھا۔ مسلمان نگاہیں جھکائے خاموش سن رہے تھے بیت المقدس کے راستوں پر

عیسائی مردوں عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا وہ مسلمانوں کے شاندار داخلہ کو دیکھ رہے تھے۔ قاری نے جوش میں آکر پڑھا۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا۔ یعنی قرآن سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے اور ان مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں یہ کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔"

اس آیت کو سن کر تمام مسلمانوں کے دل میں ایک عجیب قسم کا جوش پیدا ہوا سینوں میں سرور و انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ عیسائی معززین کے گروہ مخصوص مقامات پر استقبال کرتے جاتے تھے۔ ایک گروہ نے دروازہ میں داخل ہوتے ہی استقبال کیا۔ دوسرا گروہ کچھ آگے ملا۔ تیسرا گروہ کنیسہ مریم پر ملحق ہوا یہاں راہبوں اور قسوں کی جمعیت کثیر کھڑی تھی۔ انھوں نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اسی کنیسہ پر قمامہ کا وہ بطریق بھی موجود تھا جس کا نام قمامہ تھا۔ جس نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر اپنی قوم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ان سے امان حاصل کر لو۔"

اس نے حضرت عمرؓ سے خاص طور پر ملاقات کی اور کہا "ہماری بعض پرانی کتابوں میں حضرت محمد صلعم اور ان کے جانشینوں کا ذکر ہے۔ آپ کا بھی تذکرہ ہے۔ آپ کا حلیہ اور لباس تک کا حال درج ہے۔ آپ ہی کے ہاتھوں پر یہ تمام ملک شام فتح ہو جائے گا۔"

وہاں باطلیق اور دوسرے بطریقوں نے بھی ملاقات کی مسجد اقصیٰ میں جاکر حضرت عمرؓ اور تمام مسلمانوں نے نماز عصر پڑھی۔ نماز پڑھ کر چلے یہودیوں اور عیسائیوں کے مشہور مقامات کو دیکھا۔ دن چھپے کے قریب کنیسہ مریم میں پھر آئے۔ یہ کنیسہ نہایت شاندار تھا اسے دیکھنے کے لیے حضرت عمرؓ اور چند مسلمان اندر گئے۔ دیکھتے بھالتے مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"دن چھپ گیا ہے ہمیں مغرب کی نماز پڑھنی ہے۔"

قمامہ کے بطریق نے عرض کیا۔ "اسی جگہ پڑھ لیجیے۔"

حضرت عمرؓ یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ بعد کے لوگ اس بات کو سند پکڑ لیں گے اور اس کینسہ کو مسجد بنالیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر کنیسہ سے باہر نکل آئے کنیسہ کے صحن میں مؤذن نے اذان دی اور حضرت عمرؓ نے جماعت سے نماز پڑھائی۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے قیام و طعام کا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا۔ رات کو مسلمان ٹھہر گئے۔ حضرت عمرؓ دو شنبہ کے روز بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے۔ دوسرے روز صبح کو مسلمانوں کی ایک اور جماعت شہر میں داخل ہوئی۔ اور زیارت کرنے کے لیے آئی۔ اور شام کو واپس چلی گئی۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہی شہر کے اندر ہی فروکش رہے اور جو مسلمان شہر سے باہر مقیم تھے وہ روزانہ شہر میں آ آ کر زیارت کر کر کے چلے جاتے تھے۔

عیسائیوں کے دل صاف نہیں تھے انھیں یہ ملال تھا کہ مسلمانوں نے ان کے مقدس شہر کو فتح کر لیا اس لیے انھوں نے حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالنے کی سازش شروع کی۔

انچاسواں باب

غلط فہمی

ایک روز کعب اور شہاب دونوں بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ شہابؒ تو دوپہر کے بعد چلے آئے لیکن کعب کو حضرت عمرؓ نے روک لیا۔

کعب کے ساتھ ان کے کئی خادم آئے تھے۔ ضروریات کی بہت سی چیزیں ساتھ لائے تھے خصوصاً عزرہ کے بے شمار خوش وضع رنگین جوڑے تھے وہ دوسرے تیسرے روز کپڑے بدلتی تھی۔

آج بھی جب کعب اور شہابؒ چلے گئے تو اس نے غسل کیا۔ بسنتی رنگ کی پوشاک پہنی جب شہابؒ آئے اور انھوں نے اس سیم تن کو دیکھا تو بسنتی رنگ کی پوشاک بھی پھوٹ نکل تھی۔ خیمہ وخرگاہ بسنتی رنگ میں ڈوبے نظر آرہے تھے بقول شخصے کہ:

ہے جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی
پوشاک جو پہنے ہے وہ دلدار بسنتی

بہار کا موسم تھا۔ درختوں پر ہری ہری کونپلیں پھوٹ رہی تھی۔ شاخیں نیا لباس تبدیل کر کے جوشِ مسرت سے لچک رہی تھیں۔ اس موسم میں بسنتی لباس اور بھی خوشنما معلوم ہوا کرتا ہے۔ عزرہ کے بہت کچھ زیب دے رہا تھا۔

شہابؒ اس بسنتی رنگ کی پری کو بے تحاشا دیکھنے لگے۔ وہ انھیں اپنی طرف گرم نظر دیکھ کر شرما گئی۔ اس کے چہرے پر سرخی بکھر گئی۔ پھول سے عارض عرق آگیں ہو کر اور بھی دلکش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے تبسم کی بجلیاں گراتے اور نظروں سے تیر چلاتے ہوئے شہابؒ کو دیکھ کر دریافت کیا۔

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں"؟

شہابؒ چونکے اس طرح گویا وہ حسن کی گہرائیوں سے نکلے۔ انھوں نے کہا۔
"میں خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔"

غزنہ۔ "خوب۔"

شہابؒ۔ "کیا تمھیں اس میں کچھ شک ہے؟"

غزنہ۔ "بالکل نہیں۔ آج کچھ گرمی زیادہ ہو رہی ہے آپ دھوپ میں چل کر آئے ہیں۔ ذرا بیٹھ جائیے۔"

شہابؒ۔ "تم نے دیکھا ہے غزنہ! تمھارے ان کپڑوں نے کچھ تمھارے چہرے کی رنگت ہی نہیں جمپئی کر دی ہے بلکہ ہر چیز کو بسنتی رنگ میں رنگ دیا ہے۔"

غزنہ۔ "میں نے نہیں دیکھا۔"

شہابؒ۔ "ہرگز نہ دیکھنا۔ ورنہ خود اپنی ہی صورت کی دیوانی ہو جاؤ گی۔"

غزنہ۔ "خدا نہ کرے۔ میں دیوانی کیوں ہونے لگی۔"

شہابؒ۔ "بس تو آئینہ لو اور اپنی صورت زیبا دیکھو۔ دیکھتی نہ رہ جاؤ تو میرا ذمہ پھر بتانا گرمی کا اثر کس پر زیادہ ہے۔"

غزنہ نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان کو کہاں چھوڑ آئے؟"

شہابؒ۔ "امیر المومنین نے انھیں روک لیا ہے۔"

غزنہ۔ "آپ کو نہیں روکا۔"

شہابؒ۔ "مجھے کون پوچھتا ہے؟"

غزنہ۔ "گویا آپ کو رشک ہوا کہ بھائی جان کو امیر المومنین نے کیوں روک لیا۔"

شہابؒ۔ "نہیں بلکہ مجھے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ تم بھی مجھے نہیں پوچھتیں۔"

غزنہ۔ "شاید میں اجار سے یہاں یونہی چلی آئی۔"

شہابؒ۔ کعب کے ساتھ آئی ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ان کے کہنے

سے نہ آئیں:

غزنہ: "آپ کو کیا معلوم اگر میں ہی انہیں لائی ہوں"۔

شہاب: "انھیں لا سکتیں تو ساتھ ہی نہ لے آئیں"۔

غزنہ: "آپ مانیں یا نہ مانیں مگر میں یہ یقین دلاتی ہوں کہ انھیں میں ہی لے کر آئی ہوں"۔

شہابؒ: "ماننا ہی پڑے گا"۔

غزنہ نے تیکھی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "گویا ہم زبردستی منوا رہے ہیں"۔

شہابؒ: "اگر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل والا معاملہ ہے"۔

غزنہ: "صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہماری بات کا یقین نہیں آتا"۔

شہابؒ: "میری یہ مجال کب ہے"؟



غزنہ: "خوب جتلائیے"؟

شہاب: "بس بگڑ گئیں"۔

غزنہ: "ہمارے بگڑنے سے کیا ہوتا ہے"۔

شہابؒ: "سچ بتا دوں"۔

غزنہ: "ہم کچھ نہیں پوچھتے"۔

شہابؒ: "مذاق میں برا مان گئیں۔ تمھاری شوخی کہاں گئی"؟

غزنہ نے ہوشربا نگاہوں سے شہابؒ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "یہ بات ہے"۔

شہابؒ: "ان بے پناہ آنکھوں سے بے پیئے کیوں متوالا بناتی ہو"۔

غزنہ شرما گئی۔ شہابؒ نے کہا۔ غزنہ! تمہارے بھائی مسلمان ہو چکے ہیں"۔

غزنہ: "مجھے معلوم ہے"۔

شہابؒ: "تم نے غور کرنے کا وعدہ کیا تھا"۔

غزنہ: "میں نے غور کیا ہے"۔

شہابؒ۔ "کیا سمجھ میں آیا"

غزنہ۔ "یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ دین اسلام میں انسانی فطرت کے موافق ہے۔ لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

شہابؒ۔ "ابھی کوئی شک باقی ہے"

غزنہ۔ "نہیں۔ شک تو کچھ نہیں ہے لیکن یہ سوچتی ہوں اگر مسلمان ہو کر بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔ شہابؒ اس پری رو کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ ہاں کہو نہ غزنہ اگر مسلمان ہو کر بھی۔

غزنہ۔ "کچھ نہیں۔"

شہابؒ۔ تم الجھن میں کیوں ڈال دیتی ہو غزنہ۔"

غزنہ۔ دراصل میں خود الجھن میں پڑی ہوئی ہوں۔"

شہاب۔ "کچھ بتاؤ تو الجھن دور کرنے کی کوشش کی جائے۔"

غزنہ۔ "بتلانے کی بات نہیں ہے۔"

شہاب کو خیال ہوا کہ شاید غزنہ کو کسی اور سے محبت ہو گئی ہے اس خیال نے ان کی روح کو کچل دیا۔ انھوں نے سوچا کہ وہ ان کے ساتھ اقرار محبت کر چکی ہے۔ اس لیے الجھن میں پڑی ہوئی ہے۔ انھیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ جسے وہ روح کی گہرائیوں کے ساتھ چاہتے ہیں اسے پریشانی میں مبتلا ہوتے اور الجھن میں پڑے رہتے دیکھیں انھوں نے کہا، غزنہ! تم الجھن میں نہ پڑو۔ اگر تم اقرار سے پھرنا چاہتی ہو تو شوق سے پھر جاؤ۔ میں شکایت نہ کروں گا۔"

غزنہ نے کچھ عجب نگاہوں سے شہابؒ کو دیکھا۔ اسے خیال ہوا کہ کہیں شہابؒ کسی رومی لڑکی پر تو فریفتہ نہیں ہو گئے ہیں اور اس لیے اپنا دامن چھڑا رہے ہیں۔ اس نے طنز یہ لہجہ میں کہا۔ "آپ کا شکریہ۔"

شہابؒ نے اس طنز کو اصیت سمجھا۔ انھیں بے حد ملال ہوا مگر انھوں نے اپنے عزم کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور کہا۔" مجھے تمھاری خوشی سے خوشی ہے۔"

عزرنہ۔" میں مان گئی۔ اب عصر کا وقت آگیا ہے۔ غالباً اذان ہونے والی ہے۔"

لشکر گاہ میں اس وقت عصر کی اذان ہوئی۔ شہابؒ نے سمجھا۔ وہ اس وقت انھیں ٹالنا چاہتی ہے۔ انھوں نے کہا۔" ہاں اذان ہو رہی ہے میں نماز پڑھ آؤں۔"

عزرنہ۔" بھائی صاحب شاید آج نہ آسکیں۔"

شہابؒ۔" ہاں وہ کل آویں گے۔"

شہابؒ نماز پڑھنے چلے گئے عزرنہ ان کے جاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پچاسواں باب

سازش

سیدنا عمرؓ فاروق نے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے ایک وسیع قطعہ اراضی پر مسجد کی محراب کا نشان بنایا۔ فوجیوں نے اسے پختہ کرنا شروع کر دیا جب کعب کو امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے شہر کے اندر بلایا اور انھوں نے دیکھا کہ خلیفۃ المسلمین نے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ قائم کیا ہے تو انھوں نے کہا۔

"یا امیر المومنینؓ! جس طرح خانہ کعبہ مقدس ہے اسی طرح بیت المقدس بھی مقدس ہے۔ شروع نبوت میں یہ شہر ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا اس مسجد کا قبلہ بھی اس شہر کی طرف رکھتے تو اچھا تھا۔"

حضرت عمرؓ۔ "یہ صحیح ہے کہ پہلے قبلہ بیت المقدس ہی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بدل کر خانۂ کعبہ کو قبلہ[1] بنا دیا۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ یعنی تم اپنا منھ مسجد الحرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر دو۔ اور جہاں کہیں ہو اسی طرف پھیرو۔"

اس لیے مسلمانوں کے واسطے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کی طرف قبلہ قائم کر کے مسجدیں تعمیر کریں مگر چونکہ تم یہودی تھے اور یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس ہی ہے اس لیے تم نے چاہا کہ اس شہر کی طرف اس مسجد کا بھی قبلہ قائم ہو۔ تمھارے دل

---

[1] تک مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس ہی رہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرتے وقت ایک سال اور چند مہینے کے بعد آخری ماہ شعبان سنہ ۲ھ میں بجائے بیت المقدس کے خانۂ کعبہ قبلہ قرار دیا گیا۔ ۱۲ (صادق صدیقی سردھنوی)۔

سے ابھی اپنی قوم کی محبت نہیں گئی اسی لیے تمھیں یہ خیال پیدا ہوا۔
کعب نے جب اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ حقیقت تھی وہ چند ہی روز پہلے مسلمان ہوئے تھے ان کے دل میں آبائی مذہب کی محبت باقی تھی۔ انھوں نے توبہ کی اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کیا۔

جب کہ مسلمان مسجد کی محراب کی تعمیر میں مصروف تھے اس وقت ان معزز رومیوں نے جو بیت المقدس کے باشندے نہیں تھے بلکہ ان شہروں سے بھاگ کر جنھیں مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا، یہاں آکر جمع ہوئے تھے۔ سیدنا حضرت عمرؓ فاروق اور ان کے ان ہمراہیوں کو قتل کرنے کی سازش کی جو شہر کے اندر مقیم تھے۔ احمقوں نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ جو مسلمان قلعہ کے باہر فروکش ہیں وہ بغیر انتقام لیے نہ مانیں گے

تمام سازشی رومی ایک غیر معروف کینسہ میں جمعرات کی رات کو جمع ہوئے ان میں ایک شخص ابوالجعید[1] بھی تھا یہ حمص کا باشندہ تھا۔ جب ہرقل اعظم نے مسلمانوں کے استیصال کے لیے بے شمار لشکر بھیجا تو ایک سردار کچھ لشکر لے کر حمص کے قریب اس مقام پر اترا جہاں ابوالجعید کے کھیت اور چراگاہ تھی۔ ابوالجعید اور اس کی بیوی نے فوجیوں کی بڑی خاطر و مدارت کی۔ بدقسمتی سے ابوالجعید کی بیوی خوبصورت تھی۔ فوجیوں نے زبردستی اسے پکڑ لیا۔ اور ساری رات اس کے ساتھ مصروف عشرت رہے۔ صبح جب اس نے سردار لشکر کے ساتھ جا کر شکایت کی تو اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ فوج والوں نے اور یہ حماقت کی کہ ابوالجعید کے بیٹے کو مار ڈالا۔

ابوالجعید نے یرموک کے مقام پر آکر مسلمانوں سے مل کر اپنے ہم قوم سے انتقام لیا۔ اور دریائے یاقوصہ میں عیسائیوں کی بھاری تعداد ڈبو دی تھی۔

مگر باوجود عیسائیوں کے ظلم و ستم اور ان سے انتقام لینے کے وہ مسلمان نہیں ہوا

---

[1] ابوالجعید کا حیرت ناک واقعہ اور یرموک کی ہولناک جنگ کے حالات دیکھتے ہوں تو ہمارا مشہور ناول فتح یرموک ملاحظہ کیجیے۔ صادق صدیقی سردھنوی)۔

تھا۔ اپنے مذہب پر بدستور قائم تھا۔ یعنی عیسائی تھا وہ بیت المقدس میں آکر رہنے لگا تھا۔

عیسائیوں نے کینہ کے اندر اندر حلف اٹھایا کہ وہ متفق رہیں گے اور مسلمانوں کے قتل کی سازش کو ظاہر نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے یہ طے کیا کہ جمعہ کے روز جب مسلمان ہتھیار رکھ کر نماز میں مصروف ہوں انھیں قتل کر ڈالا جائے۔

ابوالجبیعد خاموش تھا۔ اس سے بعض لوگوں نے کہا۔

"تم نے کوئی مشورہ نہ دیا۔ تمہاری کیا رائے ہے"؟

ابوالجبیعد نے کہا۔ بدعہدی اور بے وفائی بُری باتیں ہیں مسلمانوں نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اس شہر کو فتح کیا ہے، اور جو وعدے انھوں نے کئے ہیں وہ ان پر قائم ہیں۔ اگر تم نے بدعہدی کی تو انھیں موقع مل جائے گا اور وہ تمام شہر والوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور لوٹ لیں گے۔ تم ایک کام کرو جب وہ لوگ اپنی قیام گاہ سے نماز کے لیے مسجد میں روانہ ہوں تو ان کے راستہ میں دولت کے انبار لگا دو نفیس اور بیش قیمت کپڑے اور دوسرا سامان جمع کر دو اور اس سامان کے پاس خوبرو اور پری جمال لڑکیوں کو بٹھا دو۔ اگر مسلمان لڑکیوں پر ہاتھ ڈالیں۔ تمہارا ساز و سامان لیں لڑکیوں پر دست درازی کریں تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اور جب وہ نماز میں مصروف ہوں تو تم انھیں مار ڈالو چونکہ بیوفائی کی ابتدا ان کی طرف سے ہوگی اس لیے تم انھیں مار ڈالنے میں حق بجانب ہوگے لیکن میرا خیال ہے وہ دیندار لوگ ہیں کسی چیز کو بھی نہ چھوئیں گے"۔

ایک معزز رومی نے کہا "بات تو تم نے معقول کہی لیکن مسلمانوں کے ساتھ اپنی دولت اپنے خاندانی وقار اور نادرات بیش قیمت ساز و سامان اور خوبصورت لڑکیوں کو ن پیش کرے گا"۔

ابوالجبیعد۔ "اگر ہم اس قربانی کے لیے تیار نہیں تو جانیں دینے پر کیسے آمادہ ہو سکتے ہیں"۔

دوسرا رومی: "نہیں ابوالجعید کا مشورہ درست ہے۔ ہر شخص زینت و زیبائش دولت اور متاع دنیا سے جو چیز اپنے پاس رکھتا ہے لائے اور جن کی لڑکیاں اور عورتیں خوبصورت ہیں انھیں جمع کرے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر مسلمانوں نے دست درازی کی تو تمام قوم جنبش میں آجائے گی۔ لوگوں میں انتقام ناموس کا وہ جوش پیدا ہو جائے گا۔ جو اس مقدس شہر کو بچانے کے لیے نہ ہو سکا۔ ہم تم تو امگ ہی رہیں گے اور عوام ہی بھڑک کر مسلمانوں کو ذبح کر ڈالیں گے اور جب یہ خبر دوسرے شہر کے رومیوں کو پہنچے گی۔ تو وہ بھی ہماری مدد کو اٹھ کھڑے ہوں گے اس طرح ممکن ہے کہ ہم اس شہر کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں۔

ایک اور رومی نے کہا: "اگر مسلمانوں نے کوئی دست درازی نہیں کی نہ دولت کو چھیڑا نہ عورتوں اور لڑکیوں کو ہاتھ لگایا تب کیا ہو"؟

ابوالجعید: تب کوئی تعرض نہیں اور یہ سمجھ لو کہ وہ اللہ والے لوگ ہیں۔ اگر پھر بھی تم ان کی مخالفت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ میں نے ان لوگوں کو بہت آزمایا ہے۔ خدا پرستی ان کا شعار ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ ان کی کامیابی کا راز ان کی خدا پرستی میں مضمر ہے۔

رومیوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ یہی طے ہو گیا کہ زینت و متاع دنیا اور حسن و جمال کی نمائش کر کے مسلمانوں کو آزمایا جائے۔

اکیانوواں باب

نمائش

جمعہ کے روز صبح ہوتے ہی رومیوں نے اس راستہ پر جس سے مسلمان گذرنے والے تھے ۔ سڑک کے دونوں کناروں پر بازار سا لگا دیا ۔ روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگا دیئے ۔ سونے چاندی کے برتن اور مرصع بہ جواہر زیورات قرینے سے چن دیئے ۔ گھوڑوں کے نقرئی اور طلائی زیورات ایسے خنجر جن کے دستے مرصع بہ جواہرات تھے ۔ نفیس نفیس ریشمی تھان ایسے ریشمی کپڑے جن کے حاشیوں پر سنہرا کام ہو رہا تھا اور ایسے باریک کپڑے جن پر ہیرے کی کنی ٹکی ہوئی تھی ۔ اور دوسری نادرات اور بیش قیمت چیزیں اس طرح آراستہ کر دیں ۔ کہ پہلی ہی نظر میں دیکھنے والا للچا جائے ۔

اس پر یہ طرہ اور کیا کہ سولہ سال سے چوبیس سال تک کی حسین و ماہرو لڑکیاں بٹھا دی گئیں ۔ یہ ایسی پری جمال تھیں ان کے بھول سے چہروں میں ایسی جاذبیت اور انداز و ادا میں ایسی دلکشی تھی کہ دیکھنے والے دلوں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے ۔ انھیں ایسے کپڑے اور زیورات پہنائے تھے جن سے ان کے بڑھے ہوئے حسن میں اور چار چاند لگ گئے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قارون کی دولت پریاں لیکر آ گئی ہیں ۔

ایک تو سیم و زر کی چمک دوسرے زیورات کی جگمگاہٹ ۔ تیسرے زرق برق کپڑوں کی دمک ۔ چوتھے حسن کی تنویر ان سب باتوں نے مل جل کر کچھ ایسی روشنی پیدا کر دی تھی کہ انسان محو حیرت ہو کر رہ جاتا تھا ۔ خصوصاً اس وقت جبکہ گل بدن اور غنچہ دہن حسن کی دیویاں برق تبسم گرا کر باتیں کرتیں تو دیکھنے والوں کی محویت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا ۔

بیت المقدس کے لوگ اس نمائش کو دیکھنے کے لیے اُمنڈ آئے تھے۔ مردوں عورتوں، اور بچوں کے گروہ اچھے اچھے لباس پہن پہن کر گھومتے پھر رہے تھے اس نمائش کی خبر شہر کے باہر والے مسلمانوں کو بھی ہو گئی بعض مسلمان نمائش دیکھنے اور جمعہ کی نماز بیت المقدس میں پڑھنے کے لیے روانہ ہوئے۔ شہابؓ بھی گئے۔

لیکن یہ مسلمان اول اس جگہ پہنچے جہاں سیدنا حضرت عمر فاروقؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے فروکش تھے۔ ان مسلمانوں کو بھی نمائش کی خبر پہنچ گئی تھی لیکن کوئی ایک بھی مسلمان اسے دیکھنے کے لیے نہیں گیا۔

جب جمعہ کے نماز کا وقت آیا تو امیر المومنین سیدنا عمرؓ فاروق معہ مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب وہ نمائش گاہ میں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے حسین وخوبرو لڑکیوں کو بے حجابانہ بیٹھے اور اپنے بے مثل حسن کا دعوت نظارہ دیتے دیکھا انھوں نے نگاہیں نیچی کر لیں اور کہا۔ "رومی مسلمانوں کے ایمان کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان اس کی پرستش کرتے ہیں جس نے ان ایمان شکن حسینوں کو پیدا کیا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ جو خالق حسن ہے وہ خود کیسا ہو گا۔ وہی تعریف وعبادت کے لائق ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں۔"

مسلمانوں نے اول زہد شکن حسینوں کو دیکھا پھر دولت وسامان پر نگاہ ڈالی۔ دنیاوی زینت کی چیزوں کو دیکھا۔ ان میں سے بعض نے قدرے بلند آواز سے کہا[له]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْرَثَنَا دِیَارَ قَوْمٍ لَھُمْ ھٰذَا مِنَ الدُّنْیَا

جالع بعوضة مَاسَعَی الاکافرین منھا شربة ماءٍ۔ یعنی قابل تعریف وہ خدا ہے جس نے ہمیں قوم کے ملکوں کا وارث و مالک کیا۔ اس قوم کا جس کے پاس مثل ان چیزوں کے زینت دنیا سے ہے اگر دنیا کی قدرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک پشہ کے برابر ہوتی تو کافر اس دنیا میں ایک مرتبہ بھی پانی نہ پیتا۔"

له از فتوح الشام جلد دوم ۱۲۔

مسلمانوں نے نگاہیں دوڑا کر دیکھ تو سب کچھ لیا۔ لیکن ان کے دل میں بھی کسی چیز کو حاصل کرنے کا خیال تک پیدا نہ ہوا۔ وہ سرسری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چلے گئے۔

جب مسلمان اس نمائش میں داخل ہوئے تھے تو رومیوں کے گروہ فوجی دستوں کی طرح گشت لگا رہے تھے۔ وہ چھیڑ خانی کے منتظر تھے بلکہ شر و فساد کے متمنی چاہتے تھے کہ مسلمان دست درازی کریں اور انھیں ان پر بد عہدی کا الزام لگا کر اس وقت جماعت کرنے اور نماز کی حالت میں قتل کرنے کا موقعہ ملے۔

لیکن جب مسلمانوں نے کسی طرف بھی توجہ نہ کی نہ اس زمانہ کے نوجوانوں کی طرح حسین عورتوں اور پری جمال لڑکیوں کو گھورا۔ نہ دولت کو چھیڑا نہ کسی چیز کو ہاتھ لگایا۔ تو انھیں بڑی حیرت ہوئی۔

وہ معزز رومی جو اس سازش کے سرغنہ تھے اور ابو الجعید بھی ادھر ادھر لگے ہوئے تھے جب مسلمان نمائش میں داخل ہوئے تھے تو وہ ادھر ادھر جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان اب بہکے۔ اب حرص نے انھیں بیتاب کیا۔ اب دام حسن نے ان پر پھندا ڈالا۔ لیکن جب وہ نکلے چلے گئے تو انھیں بڑا ہی افسوس ہوا۔ چنانچہ ان میں سے ایک رومی نے کہا۔

"یہ انسان نہیں ہیں یا تو جن ہیں یا فرشتے ہیں نہ ان کے دلوں پر پری جمالوں کے حسن اور ان کی دلفریب اداؤں نے اثر کیا نہ کوئی کسی کے تیر نظر کا گھائل ہوا نہ کسی کا جی کسی چیز پر للچایا۔ وہ تو اس طرح گذرے چلے گئے جیسے لڑکیاں محض کھلونے اور دولت مٹی کے ڈھیر ہوں۔"

ابو الجعید[1] نے کہا۔ میں نے نہ کہا تھا کہ یہ لوگ دیندار ہیں کسی چیز کو نہ چھوئیں گے۔ ان لوگوں کے ساتھ بد عہدی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔"

---

[1] از فتوح الشام جلد دوم ۱۲۔

ایک دوسرے رومی نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا: "کچھ پرواہ مت کرو بس وقت موقع ہے۔ ان کا شہنشاہ ہمارے قبضہ میں ہے اگر ہم اسے مار ڈالیں گے تو مسلمان بدحواس ہو کر بھاگ جائیں گے۔"

ابوالجعید ہنسا اس نے کہا: "خدا کی قسم تم غلط اندازہ کر رہے ہو، ان کا شہنشاہ ہی نہیں اگر سارے سردار بھی مارے جائیں تب بھی وہ نہ بھاگیں گے اگر تم تباہی و بربادی کو اپنے سر لینا چاہتے ہو تو جو چاہو کرو مگر میں اس شہر سے ابھی نکل جاؤں گا۔"

رومیوں کو بھی عقل آئی انھوں نے اپنے ارادے کو بدل دیا۔ نمائش گاہ میں سے چیزیں اٹھا اٹھا کر لے گئے عورتیں اور لڑکیاں بھی چلی گئیں۔

مسلمانوں نے مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے نہایت پر زور وعظ فرمایا۔ وعظ کے بعد وہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر شہر سے باہر اسلامی فرودگاہ میں چلے آئے۔

باونواں باب

غلط فہمی کا احساس

شہابؓ اور غزنہ دونوں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ شہابؓ اس روز عشاء کی نماز پڑھ کر واپس لوٹے تو انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ غزنہ پر کیا بیت گئی وہ ان کے جانے کے بعد سے مغرب کے وقت تک روتی رہی ہے نہ غزنہ کو پتہ چلا کہ شہابؓ کا دل سنگ غم سے چور چور ہو گیا ہے۔

شہابؓ اور غزنہ نے دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ مگر پیٹ بھر کر دونوں میں سے کوئی نہ کھا سکا۔ چونکہ دونوں کے دلوں میں رنجش کی گرہ پڑ گئی تھی اس لیے دونوں رکے رکے رہے۔ کسی نے بھی بات نہ کی البتہ دونوں کے چہروں سے رنج و ملال کے آثار ظاہر تھے۔ لیکن دونوں کچھ ایسے اپنے اپنے حال میں گرفتار تھے کہ نہ ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی۔ نہ ایک دوسرے کے رنج و ملال سے واقف ہوا۔

اگلے روز شہابؓ نمائش کی خبر سن کر بیت المقدس میں چلے گئے ان کا جانا اور ستم ہو گیا۔ غزنہ کو اگر اب تک اس بات میں شک تھا کہ وہ کسی رومی نازنین کے تیر نظر کے گھائل ہو گئے ہیں تو اب بالکل یقین آ گیا۔ اسے اور بھی رنج ہوا۔ اس روز فرط رنج اور قلق سے اس سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔

عصر کے وقت کعب اور شہابؓ واپس آ گئے۔ غزنہ نے کعب سے دریافت کیا۔

"بھائی جان نمائش دیکھی"؟

کعب نے جواب دیا ہاں دیکھی رومیوں نے کچھ عجیب قسم کی نمائش کی تھی۔ نفیس اور قیمتی اشیاء کے علاوہ شہر بھر کی حسین عورتیں اور خوبرو لڑکیاں بھی جمع کی تھیں اگر اسے نمائش حسن کہو تو کچھ بے جا نہ ہو گا۔

اس خبر سے غزنہ کے دل پر تیر لگا۔ اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا لیکن

کعب نے نہیں دیکھا وہ نظریں جھکائے تھے غزنہ نے کہا۔

"اس سے رومیوں کا کیا مطلب تھا؟"

کعب۔ "خدا جانے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسی نمائش آج تک نہیں دیکھی۔ کسی میلہ میں نہ ایسی نادر بیش قیمت چیزیں دیکھیں اور نہ اس قدر حسین لڑکیاں نظر آئیں"۔

غزنہ۔ "کہیں مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے تو رومیوں نے یہ جال نہیں بچھایا تھا؟"

کعب۔ "کچھ نہیں کہا جا سکتا ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ دوپہر کے بعد یکایک نمائش ختم کر دی گئی"۔

غزنہ۔ "اس سے خیال ہوتا ہے کہ مسلمانوں ہی کو پھانسنے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ رومیوں کا یہ خیال ہو کہ حسین عورتوں یا دولت کو دیکھ کر مسلمان پھسل جائیں اور ان کا مذہب اختیار کر لیں"۔

کعب۔ "خدا ہی علیم ہے کہ اس نمائش سے رومیوں کا کیا منشاء تھا"۔

غزنہ۔ "مسلمانوں نے نمائش کو کس نظر سے دیکھا"۔

کعب۔ "ان خدا کے بندوں نے نظر بھر کر بھی نہ دیکھا۔ سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے نکلے ہوئے چلے گئے۔ بڑے زاہد خشک لوگ ہیں"۔

غزنہ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ شہابؓ کا کیا رویہ رہا۔ دریافت کیا۔

کعب۔ "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کسی مسلمان نے بھی اس لغویت کو پسندیدہ نہ کیا ہوگا اسے نہیں دیکھا۔ سب نگاہیں نیچی کئے آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے ہوئے اس تیزی سے نکل گئے جیسے نمائش گاہ میں کوئی ایسی بری چیز ہو جسے وہ دیکھنا پسند نہ کرتے ہوں"۔

اس وقت شہابؓ آ گئے۔ کعب نے ان سے کہا۔

"تم مسلمان عجیب لوگ ہو۔ بے چارے رومیوں نے تمہارے لیے نمائش منعقد کی تم نے گھڑی بھر کھڑے ہو کر دیکھا بھی نہیں"۔

شہابؓ۔ "مسلمان ان خرافات کو پسند نہیں کرتے"۔

غزنہ نے شہابؓ کو آزمانے کے لیے کعب سے کہا۔" بھائی جان اب یہاں سے کب چلو گے"۔

کعب نے اس غیرت ماہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا یہاں سے جی بھر گیا"؟

غزنہ۔" کیا آپ بات کو محسوس نہیں کرتے کہ ہم بلا وجہ اپنا بار دوسروں پر ڈال رہے ہیں"۔

کعب:" میں نے کئی مرتبہ شہابؓ سے کہا کہ ہم اپنے اخراجات خود اٹھائیں لیکن ہر مرتبہ انھوں نے بُرا مانا"۔

غزنہ:" یہ ان کی شرافت ہے ہمیں خود احساس کرنا چاہیے اگر ہم رہ کر خود اپنے اخراجات نہیں اٹھا سکتے تو ہمیں اجبار روانہ ہو جانا چاہیئے۔

شہاب اس پیکر نور کی طرف دیکھ رہے تھے اگرچہ وہ خاموش تھے لیکن اس کی ہر بات ان کے دل پر گھونسہ لگا رہی تھی کعب نے کہا۔" اجبار جانا تو ابھی دشوار معلوم ہوتا ہے"۔

غزنہ۔" کیوں"۔؟

کعب:" امیر المومنین مجھے اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے جانا چاہتے ہیں"۔

غزنہ:" کس لیے"؟

کعب:" یہ میں نے ان سے دریافت نہیں کیا"۔

غزنہ۔" یہ تو بڑی مشکل ہوئی"۔

کعب۔" یہ مشکل تعجب ہے۔ غزنہ تمہیں تو کہا کرتی تھیں۔ عرب کی سیاحت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اب خدا نے اس کا موقع دیا ہے تو تم خوش ہونے کے بجائے کبیدہ خاطر ہو گئیں۔ اس کی کیا وجہ ہے"؟

غزنہ:" اب میری رائے بدل گئی ہے"۔

کعب۔" یہی تو پوچھتا ہوں۔ کیوں"؟

شہابؓ سے نہ رہا گیا انھوں نے کہا۔

"اجبار میں کسی سے ملنے کو جی چاہتا ہوگا۔ شاید کوئی سہیلی ہو۔"

یہ سن کر غزنہ کی آنکھیں کھل گئیں اسے خیال ہوا کہ کہیں جو شک اس کے دل میں ہے وہی شک شہاب کے دل میں بھی تو نہیں ہے۔ ہم دونوں کسی غلط فہمی میں تو مبتلا نہیں ہو گئے ہیں۔ اسے جواب دینا ضروری ہو گیا اس نے کہا۔

"اجبار میں میری کوئی سہیلی نہیں ہے جس سے ملنے کے لیے میں بیتاب ہوں۔"

کعب۔ "میں بھی اس بات کو جانتا ہوں۔ اگر یہ آخر بات کیا ہے۔ ؟ جو تم اجبار جانا چاہتی ہو۔" ؟

"اجبار نہیں چلتے تو عرب چلو۔"

کعب۔ "گویا تم یہاں سے اکتا گئی ہو۔" ادھر۔ "میں سمجھا تم شہابؓ پر بار نہیں ڈالنا چاہتی۔"

شہابؓ۔ "یہ بہانہ ہے اگر آپ اس بات کا خیال کریں گے تو مجھے بے حد ملال ہوگا۔"

کعب۔ "میں اس بات کو بھی جانتا ہوں مجھے تمھاری دل شکنی منظور نہیں ہے ورنہ میرے بہت سے ملنے والے بیت المقدس میں موجود ہیں اور میری مہمانداری کے لیے اصرار کرتے ہیں مگر میں نے کسی کی مہمانی منظور نہیں کی۔"

شہابؓ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ امیر المومنین کے غلام اسلم نے خیمہ میں داخل ہو کر کعب سے کہا۔ "آپ کو امیر المومنین یاد کر رہے ہیں۔"

یہ گفتگو یہیں ختم ہو گئی۔ کعب اسلم کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ترپن واں باب

ملاپ

کعب کے چلے جانے کے بعد شہابؓ نے افسوس و حسرت بھری نظروں سے غزنہ کو دیکھا اور فوراً ہی نگاہیں جھکا کر خیمہ سے باہر جانے کے لیے چل پڑے۔

غزنہ انھیں تیز مگر ہوشربا نظروں سے دیکھتی رہی۔ غالباً کچھ سوچ رہی تھی۔ شاید یہ کہ انھیں روک کر ان سے گفتگو کرے یا نہیں۔ جب شہابؓ خیمہ کے دروازے کے قریب پہنچے تو غزنہ نے دفعتاً کہا۔ "ذرا ٹھہریئے"۔

شہابؓ نے رک کر حور جمال غزنہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مجھ سے ارشاد ہے۔"؟

غزنہ۔ "ہاں"۔

شہابؓ۔ "زہے نصیب کہیئے"؟

غزنہ۔ "کہاں جا رہے ہیں آپ"؟

شہابؓ۔ تم مجھ سے بچ کر جانا چاہتی ہو۔ میں خود جا رہا ہوں۔ کہاں؟ اسے میں خود نہیں جانتا۔ لیکن اتنی دور کہ پھر تمھارے پاس آکر تمھیں تکلیف نہ دے سکوں۔ دنیا اور دنیا داروں سے الگ کسی غیر آباد خطہ میں۔"

غزنہ انھیں گھور کر دیکھ رہی تھی۔ پہلے موہنی آنکھوں میں کچھ غصہ کی جھلک تھی۔ لیکن اب ان میں نرمی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ آپ دور کیوں جائیں میں ہی چلی جاؤں گی۔ میں آپ کی کسی بات میں مزاحمت نہ کروں گی۔ بلکہ آپ کو کوئی ردی لڑکی پسند آگئی ہے تو۔۔۔۔۔"

اس کی آواز بھرا گئی وہ فقرہ پورا نہ کر سکی۔ شہابؓ لوٹ کر اس کے پاس پہنچے انھوں نے کہا۔ "غزنہ۔ مجھ پر اور جو چاہو الزام لگا دو لیکن یہ الزام نہ لگاؤ میں نے تم سے محبت کی ہے۔ یہی میری پہلی اور آخری محبت ہے۔ تم بدل گئیں تم نے کسی اور

سے محبت شروع کر دی۔ کسی کے دل پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا اور کسی کا تو کیا خود اپنا بھی نہیں ہوتا۔ کم سے کم اپنے لیے میں کہہ سکتا ہوں۔ کمبخت میرا دل میرے کہنے میں نہیں ہے۔"

غزنہ۔ "اور کچھ کہیئے۔ اور کچھ الزام لگایئے۔ میں کس سے ملنے اجبار جانا چاہتی ہوں۔"

شہاب۔ "ممکن ہے میرا خیال غلط ہو۔"

غزنہ۔ "آپ نے نمائش دیکھی۔"

شہاب۔ "میں نمائش دیکھنے نہیں گیا تھا بلکہ جمعہ کی نماز پڑھنے گیا تھا۔"

غزنہ۔ "یہ میری بات کا جواب نہیں ہوا۔"

شہابؓ۔ اور جو تم کہو وہ کہہ دوں۔"

غزنہ۔ "آپ نے نمائش دیکھی یا نہیں۔"

شہابؓ۔ "سرسری نظر سے دیکھی۔"

غزنہ۔ "وہاں رومی لڑکیاں بھی تھیں۔

شہاب۔ "ہاں تھیں۔"

غزنہ۔ "اور ان میں وہ لڑکی بھی تھی جسے دیکھنے آپ گئے تھے۔"

شہابؓ نے غزنہ کے رُخِ روشن کی طرف دیکھا وہ انھیں گھور کر دیکھ رہی تھی۔ شہابؓ نے کہا۔ "میں اس کا کیا جواب دوں"؟

غزنہ۔ "جو حقیقت ہے وہ کہہ دو۔"

شہاب۔ "حقیقت یہ ہے کہ میں کسی لڑکی کو دیکھنے نہیں گیا تھا۔ میں نے جب نمائش میں لڑکیوں کو بے حجاب دیکھا۔ تو نظریں جھکا لیں اور میں نے ہی کیا تمام مسلمانوں نے ایسا کیا۔ بے شک تمھیں کیا ہوا"؟

غزنہ۔ "آپ کے طرزِ عمل سے۔"

شہابؓ۔ "میں نے کیا کیا"؟

غزنہ :۔ "اپنے دل سے پوچھو۔"

شہاب :۔ "دل کہاں ہے۔ وہ تو تمہارے پاس ہے۔"

غزنہ :۔ "باتیں نہ بنائیے۔ مجھ سے پیچھا چھڑانا کیوں چاہتے ہو۔" ؟

شہاب :۔ "اس لیے کہ تم الجھن میں پڑ گئی ہو۔ الجھن بلا سبب نہیں ہوتی۔ میں تمھیں خوش دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہوں اگر تم اس میں خوش ہو کہ محبت کے اقرار کو واپس لے لو تو میری جان پر ہی نہ کیوں بن جائے۔ میں تمہاری خوشی کو مقدم سمجھوں گا۔"

غزنہ :۔ "مجھے الجھن تھی اور ہے لیکن آپ سمجھے بھی وہ الجھن کیا ہے۔" ؟

شہاب :۔ "اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو کبھی تمہیں الجھن میں نہ رہنے دیتا۔"

غزنہ :۔ "مجھے الجھن یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ کسی غرض کو سامنے رکھ کر مسلمان ہونا درست نہیں ہے۔"

شہاب :۔ "یہ صحیح ہے۔"

غزنہ :۔ "مجھے اسلام پسند ہے میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں لیکن الجھن یہ ہے کہ آپ کا میرے اسلام کا باعث نہ سمجھا جائے۔"

شہاب :۔ "یہ الجھن تھی۔ میں نے کچھ اور سمجھا تھا غزنہ۔"

غزنہ :۔ "معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم دونوں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔"

شہاب :۔ "خدا کی قسم یہی بات ہے مجھے شک ہوا کہ تم کسی وجہ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔"

غزنہ :۔ "اور یہی مجھے بھی شک ہوا۔"

شہاب :۔ "سنا کرتا تھا کہ محبت میں رشک لازمی ہے۔ ہنسا کرتا تھا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ محبت میں رشک ہونا ضروری ہے۔"

غزنہ :۔ "آپ بہت برے ہیں۔ بلا وجہ آپ نے رشک کر کے میرے دل کو اذیت پہنچائی۔"

شہابؒ۔ "اور میرے دل پر جو بیت گئی اس کا کون ذمہ دار ہے"؟

غزنہ۔ "آپ"۔

شہابؒ۔ "اس کی ذمہ دار تمہاری شوخی ہے"۔

غزنہ۔ "اور آپ کی سادہ لوحی نہیں"۔

شہابؒ۔ "اپنا الزام میرے سر ڈالنا چاہتی ہو یوں ہی سہی"۔

غزنہ۔ "آخر آپ ایسے کیوں ہیں"؟

شہابؒ۔ "کیسا ہوں میں"۔

غزنہ۔ "کیسا بتا دوں"۔

شہابؒ۔ "بہت سیدھا ہوں میں اور تم انتہائی شریر ہو"۔

غزنہ نے روح نواز نگاہوں سے شہابؒ کو دیکھا اور مسکرانے لگی۔ شہابؒ بھی مسکرا پڑے۔ غزنہ نے کہا۔ "اب اقرار کرو کہ آئندہ ایسا نہ کرو گے"۔

شہابؒ۔ "پہلے تم اقرار کرو کہ شرارت نہ کیا کرو گی"۔

غزنہ۔ "اگر میں شریر ہوتی تو آپ کو سیدھا کر دیتی"۔

شہابؒ۔ تم نے ایسا سیدھا کر دیا ہے کہ اب ٹیڑھا ہونے کی جرأت ہی نہ ہو گی"۔

غزنہ نے نقرئی قہقہہ لگایا۔ اس کے افسردہ چہرے پر خوشی سے سرخی چھلک آئی۔ اس کی صورت اور دلفریب ہو گئی۔

شہابؒ نے دیکھا۔ انھوں نے کہا۔

ع بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

غزنہ "مگر لڑائی تو آپ نے بلا وجہ کی"۔

شہابؒ۔ "خیر کسی نے کی ہو مگر انجام اس کا اچھا ہوا"۔

غزنہ۔ "آج میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں"۔

شہاب۔ "الحمد اللہ"۔

اس وقت کعب آ گئے شہاب نے ان سے کہا۔" عزنہ مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔"

کعب۔" خدا کا شکر ہے پھر اسے امیرالمومنین کے پاس لے چلو۔"

شہابؓ۔ پہلے میں ان سے عرض کر آؤں۔"

کعب۔" جاؤ۔"

شہابؓ نے جا کر حضرت عمرؓ سے کہا۔ انھوں نے معاذؓ بن جبل کو شہابؓ کے ساتھ روانہ کر دیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ عزنہ کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیں۔ چنانچہ معاذؓ بن جبل نے شہاب کے ساتھ آ کر عزنہ کو کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ شہابؓ اور کعب دونوں کو اس ستم ور کے مسلمان ہونے سے بڑی مسرت ہوئی۔



چون داں باب

واپسی

امیر المومنین سیدنا عمرؓ فاروق بیت المقدس میں مقیم تھے ملک شام کے جو عامل ان کی ملاقات کو آئے تھے انھوں نے ان کے حسابوں کی جانچ پڑتال کی تمام حسابات درست پائے ایک روز تمام عمالوں کر کے کہا۔

• یَا اَیُّھَا النَّاس! میں نے تمھیں اس لیے عامل مقرر نہیں کیا ہے۔ کہ تم لوگوں پر ظلم کرو۔ خدا کی قسم اگر ظلم کروگے تو تم ہی خسارے میں رہوگے۔ اوّل تو میں تم سے باز پرس کروں گا پھر قیامت کے روز خدا تم سے پوچھے گا تم لوگوں کے جان و مال کے محافظ ہو۔ امن و امان کے ذمہ دار ہو۔ عدالتوں کے نگراں ہو اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دو۔ ہر شعبہ کی نگرانی کرو اپنے مکانوں میں نہ ڈیوڑیاں بناؤ نہ پہرہ لگاؤ جس وقت کوئی فریادی آئے فوراً اس کی فریاد سنو۔ انصاف کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگاؤ۔ یہ سمجھنا کہ میں تم سے دور ہوں لیکن میرے پرچہ نویس تم سے قریب ہیں وہ تمھارے رتی رتی حال کی اطلاع مجھے دیتے رہتے ہیں۔ تم سب جانتے ہو کہ میں انصاف کے معاملہ میں بڑا سخت ہوں[1]

سیدنا عمر فاروقؓ جب وعظ و نصیحت کرتے تھے عیسائی بھی آکر سنتے تھے۔ جب ایک ہفتہ سے زیادہ انھیں بیت المقدس میں ٹھہرے ہوگیا۔ تو انھوں نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ وغیرہ نے اصرار کیا کہ چند روز اور قیام کیجیے وہ دو روز اور ٹھہرے اس عرصے میں انھوں نے ملک شام کے اس حصے کو جو اب تک مسلمانوں نے فتح کیا تھا دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے میں فلسطین اور

---

[1] از الفاروق جلد دوم ۱۲۔

ارض مقدس اور ساحل سمندر کا حصہ شامل کر دیا۔ اس حصے پر یزیدؓ بن ابی سفیان کو گورنر مقرر کر کے انھیں ہدایت کی کہ وہ قیساریہ کی طرف بڑھیں اور اس کا نواحی علاقہ فتح کریں۔

دوسرے حصے میں فوران سے حلب تک کا علاقہ شامل کر کے اس پر حضرت ابو عبیدہؓ کو گورنر مقرر کر کے حلب اور انطاکیہ کی فتح کا حکم دیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص کو سرزمین مصر پر گورنر مقرر کر کے مصر کی فتح کا حکم دیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو سب پر افسر اعلیٰ یعنی والسرائے مقرر کیا گورنروں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ عمروؓ بن سعید انصاری کو حمص میں قاضی یعنی مجسٹریٹ مقرر کیا۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے عیسائیوں کے پاس خاطر کی وجہ سے صلح نامہ میں یہ شرط لکھ دی تھی کہ بیت المقدس میں یہودی نہ رہنے پائیں گے چنانچہ یہودیوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ عیسائیوں نے ان کی جائیدادیں اونے پونے خرید لیں۔ وہ اپنا سامان لے کر وہاں سے نکل گئے۔

اب حضرت عمرؓ نے واپسی کی تیاری شروع کر دی انھوں نے کعب بن احبار کو بھی اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ کعب نے بخوشی منظور کر لیا۔ شہابؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھیں افسوس ہوا کہ عزنہ بھی ان کے ساتھ چلی جائے گی لیکن نہ وہ اسے روک سکتے تھے اور نہ خود کوشش کر کے اس کے ساتھ حجاز جا سکتے تھے وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ عزنہ آ گئی۔ اس نے آتے ہی دریافت کیا۔ "کس فکر میں بیٹھے ہو"؟

شہابؓ نے اس کے رخ انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم عرب کی سیاحت کرنے جا رہی ہو عزنہ!

عزنہ۔ "ہاں امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے بھائی جان کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا ہے۔ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی۔ کیا آپ نہ چلیں گے"؟

شہاب: "میں کیسے جا سکتا ہوں مجھے شاید عمرو بن العاص کے ساتھ مصر جانا پڑے۔"

عمرؓ: "نہیں۔ آپ کو ہمارے ساتھ مدینہ منورہ چلنا ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ فوراً واپس لوٹی اور خدا جانے اس نے کعب سے جا کر کیا کہا کہ وہ اسی وقت امیر المومنین کی خدمت میں گئے۔ اور دربار خلافت سے شہابؓ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم صادر کرا دیا۔ شہابؓ کو بڑی خوشی ہوئی۔ انھوں نے بھی تیاری کر لی۔

امیر المومنین کل دس دن بیت المقدس میں مقیم رہے۔ گیارہویں روز روانہ ہوئے۔ تقریباً دو سو آدمی ان کے جلو میں چلے۔ بیت المقدس کے تمام معززین اور اسلامی لشکر کے سارے سردار انھیں رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ چلے جابیہ تک ہزاروں آدمیوں کا سیلاب ان کے ہمراہ ہو گیا۔ جب آپ نے لوگوں کو رخصت کیا تو انھیں بڑا ملال ہوا۔ عیسائیوں نے بے ساختہ کہا حقیقت یہ ہے کہ آپ سے زیادہ نرم مزاج۔ رحم دل۔ اور عادل۔ کوئی شخص ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ ہماری دعا ہے کہ آپ عرصے تک زندہ رہیں اور آپ کی حکومت تمام کرۂ ارض پر ہو جائے۔"

مسلمانوں نے اپنے محبوب فرمانروا کو دلوں پر پتھر رکھ کر رخصت کیا انھوں نے اس زور سے تکبیر تہلیل کے نعرے لگائے کہ وہ سرزمین دہل گئی۔

سیدنا عمر فاروقؓ جس سادگی سے آئے اسی سادگی سے تشریف لے چلے نہ انھوں نے اپنے ساتھ کوئی خیمہ لیا نہ فرش لیا۔ نہ اپنے غلام کے لیے سواری لی۔ جس طرح آئے تھے اسی طرح چلے۔ ایک منزل پر خود سوار ہوتے اور اسلم غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا۔ دوسری منزل پر اسلمؓ سوار ہو لیتا اور امیر المومنینؓ مہار پکڑ کر چلتے۔

اسی طرح منزلیں طے کر رہے تھے جس راستے سے آئے تھے اس سے واپس نہیں ہوئے۔ بلکہ دوسرا اور قریب کا راستہ اختیار کیا تھا۔ ایک روز اثنائے راہ میں ایک خیمہ درختوں کے جھنڈ میں کھڑا نظر آیا خیمہ کی وضع اور شان کچھ

رہی تھی کہ یہ کسی عرب کا خیمہ ہے۔

سیدنا عمر فاروقؓ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ خیمہ میں کون ہے چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر درختوں کے جھنڈ میں پہنچے اور خیمے کے اندر گھسنے لگے۔ ایک بوڑھی عربی عورت خیمہ کے باہر بیٹھی تھی اس نے للکار کر کہا۔ "کون ہو کہاں جا رہے ہو۔"

امیر المومنین نے اس سے دریافت کیا۔ "یہ خیمہ کس کا ہے۔"؟

عورت۔ "میرا ہے۔"

حضرت عمرؓ۔ "تمھیں عمرؓ کا کچھ حال معلوم ہے۔"

عورت۔ "سنا ہے کہ شام سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ خدا اسے غارت کرے۔ اُس نے آج تک مجھے ایک حبہ نہیں دیا۔

حضرت عمرؓ۔ "اتنی دور کا حال اُسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔"؟

عورت۔ "رعایا کی خبر گیری نہیں کر سکتا تو خلافت کیوں کرتا ہے۔"؟

حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی عبرت ہوئی وہ بیساختہ رو پڑے انھوں نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے اور رعایا کی خبر گیری کی توفیق دے۔"

ضعیف عورت کو جب معلوم ہوا کہ یہی امیر المومنین ہیں تو وہ فرط خوف سے کانپنے لگی حضرت عمرؓ نے اسے تسلی دی اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور وہیں سے ایک حکم تمام عاملوں (کلکٹروں) کے نام جاری کیا کہ ان کے علاقے میں جس قدر عرب مرد، عورت اور بچے ہوں اُن کی فہرست تیار کر کے بھیج دیں۔ اور وظیفہ مقرر کر دیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی حضرت عمرؓ وہاں سے روانہ ہوئے۔ ضعیفہ نے انھیں بڑی دعائیں دیں۔



پچپن واں باب

دیارِ رسولؐ میں آمد!

جب سے مدینہ منورہ سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ ملک شام کی طرف گئے تھے عام مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف لگی ہوئی تھیں خصوصاً ان بیواؤں اور یتیموں کی جن کی وہ خبر گیری کیا کرتے تھے۔

• سیدنا عمر فاروقؓ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی محاذ جنگ پر سے مجاہدوں کے خطوط آتے تھے تو وہ ان خطوں کو خود ہی بھیجنے والوں کی بیویوں کے پاس پہنچا دیا کرتے تھے ساتھ ہی قلم و دوات اور چمڑہ بھی لے جاتے تھے اگر کوئی عورت جواب لکھانا چاہتی تو آپ دروازے پر بیٹھ جاتے وہ بتاتی رہتی اور خود لکھتے رہتے۔ اس سے انھیں یہ بھی اندازہ ہو جاتا کہ مجاہدین کے گھر والوں کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے کوئی حاجت تو نہیں ہے اپنی جس تکلیف یا حاجت کا وہ خط میں اظہار کرتی امیر المومنین اسے پورا کر دیتے۔

اگرچہ حضرت علیؓ بھی حضرت عمر فاروقؓ کی عدم موجودگی میں کاروبارِ خلافت نہایت تندہی سے انجام دے رہے تھے لیکن عوام کی جیسی خبر گیری حضرت عمرؓ کرتے تھے حضرت علیؓ نہ کر سکے یا یہ سمجھو کہ جیسی ہر دلعزیزی سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ کو حاصل تھی ایسی حضرت علیؓ کو نہ تھی۔

غرض لوگ بڑی بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے اس زمانے میں تار اور ٹیلیفون تو کیا ڈاک کا بھی معقول انتظام نہ تھا۔ اکثر ممالک مفتوحہ اور محاذ جنگ کے قاصد آتے اور واپس جاتے رہتے تھے اس نواح کے عام مسلمانوں اور مجاہدوں کے خطوط وہی لاتے اور لے جاتے۔ چونکہ یہ قاصد خلیفہ کے پاس آتے تھے اور خلیفہ خود دورہ میں ملک شام میں تھے اس لیے اب قاصدوں کی آمد بھی بند ہو گئی

تھی۔ اور مسلمانوں کو معلوم نہ تھا کہ سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ کہاں ہیں اور کب تشریف لادیں گے۔

مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ملک شام بلاد انبیار کہلاتا ہے اس ملک میں کثرت سے نبی ہوئے ہیں خصوصاً بیت المقدس میں بہت سے اور مشہور ہو چکے ہیں۔ دہ ارض مقدس ہے۔ وہیں سے محشر ہو گا۔ سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ خلافت کے بار گراں اُٹھانے کی مجھ میں قوت نہیں ہے ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا تھا۔ وَلَا رِجَايَا أَنْ أَكُوْنَ خَيْرَكُمْ وَأَقْوَمَكُمْ عَلَيْكُمْ رَاشِدُكُمْ أَصْلَحَ عَايَتُوبُ مِنْ تَهْمُوا أَمْرِكُمْ مَا تَوَلَّيْتُ ذَالِكَ مِنْكُمْ۔ یعنی اگر مجھ کو یہ اُمید نہ ہوتی کہ میں تم لوگوں کے لیے سب سے زیادہ کار آمد سب سے زیادہ قوی باز دہرل تو میں اس منصب کو قبول نہ کرتا۔"

لوگوں کو خوف تھا کہ کہیں وہ حضرت علیؓ کو منصب خلافت کے قابل سمجھ کر بلاد انبیا یعنی ملک شام ہی میں نہ رہ جائیں۔

کچھ عرصہ سے اہل مدینہ شہر سے باہر نکل کر دور تک ملک شام کی طرف چلے جاتے اور جب دوپہر بھر جاتا ہے دھوپ سخت ہو جاتی ہے تو واپس لوٹ جاتے۔

ایک روز حسب معمول ثنیۃ الوداع سے بھی آگے تک چیل گئے سب کی نگاہیں باب شام کے راستہ کی طرف لگی ہوئی تھیں آفتاب کی حرارت بڑھتی جاتی تھی دھوپ تیز ہو گئی تھی ریت کے ذرے اس قدر جگمگا رہے تھے کہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا۔

دفعتاً غل ہوا کہ امیر المومنین آ گئے لوگوں نے پُر شوق نگاہوں سے دیکھا دفعی سامنے سے سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ کی سواری آ رہی تھی خوشی سے لوگ بے تاب ہو گئے انھوں نے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگا کر تمام میدان کو ہلا دیا چند لوگ مدینہ منورہ کی طرف نعرے لگاتے ہوئے دوڑے انھوں نے شہر میں جاتے ہی پکار دیا کہ

حضرت امیر المومنینؓ آ گئے۔

اس آواز کو سنتے ہی لوگوں اور بچوں کا جم غفیر مدینہ سے نکل کر استقبال کے لیے دوڑا۔ بعض لوگ اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جب ثنیۃ الوداع پر پہنچے تو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ وہاں آچکے تھے اور لوگوں سے خیریت معلوم کر رہے تھے۔ مسلمان آتے اور سلام کرتے جاتے تھے مردوں اور بچوں کے ٹھٹ لگ گئے سب سیدنا حضرت عمر فاروق وہاں سے چلے تو اچھا خاصا جلوس مرتب ہو گیا۔ لوگ تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے جاتے جب آپ کی سواری مدینہ میں داخل ہوئی تو ایک شور مچ گیا سارا مدینہ جنبش میں آ گیا پردہ نشینان عرب جھانک جھانک کر دیکھنے لگیں سب خوش تھے ہر ایک کا چہرہ فرط مسرت سے کھل اٹھا۔ اپنے محبوب خلیفہ کی آمد پر بڑی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں پہنچے۔ سب سے پہلے چند رکعتیں نماز کی پڑھیں اور پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں جا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قبر کو سلام کیا۔

جب وہ مسجد میں واپس آئے تو تمام مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ بھی آ گئے تھے۔ تمام لوگوں نے انھیں مع الخیر واپسی اور بغیر خونریزی کے بیت المقدس کی فتح پر مبارک دی۔ حضرت علیؓ نے منصب خلافت کا چارج انھیں مرحمت دے دیا۔

حضرت عمرؓ نے ممبر پر جا کر حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے سفر اور بیت المقدس کی فتح کے حالات مفصل سنائے۔ اثنائے تقریر میں لوگ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہے۔

جب سیدنا عمر فاروقؓ تقریر کر چکے تو انھوں نے کعب بن احبار کو سب کے سامنے پیش کیا ان کے باپ احبار کی تحریر کا ذکر کر کے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ مختصر اً بیان کرنے کے بعد کعب سے کہا۔ "تم وہ تحریر لوگوں کو پڑھ کر سناؤ

جو تمہارے باپ نے چھوڑی تھی۔"

کعب[1] نے نہایت فصیح زبان میں اول احبار کے علم وفضل کی بابت بیان کیا پھر تحریر پڑھ کر سنائی تمام مسلمان خاموشی اور سکون سے سنتے رہے جب تحریر ختم ہوئی تو مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کے پرشور نعرے لگائے اس تحریر کو سن کر مسلمانوں کا ایمان زیادہ اور تازہ ہو گیا۔

---

[1] از فتوح الشام جلد دوم صفحہ ۲۲۱۔

چھپنواں باب

شادی

کعب کے لیے ایک مکان خالی کرادیا گیا اس میں انھوں نے قیام کیا۔ تمام مدینہ میں ان کی شہرت ہو گئی۔ ایک تو اس لیے کہ انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کرنے کے سلسلے میں اپنے باپ اجبار کی وصیت اور ان کی تحریر کا ذکر کیا۔ دوسرے عزنہ کے باعث۔

عزنہ ایسی ماہر و قد نازنین تھی کہ جس عورت نے دیکھا بیساختہ پکار اٹھی "قسم ہے خدا کی بہت زیادہ خوبصورت ہے"۔

مدینہ منورہ میں یہودی بھی رہتے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے ان کی لڑکیاں کافی حسین تھیں۔ عرب کی دوشیزائیں بھی بہت زیادہ پریرو اور شعلہ رخسار تھیں لیکن عزنہ سب سے بڑھی ہوئی تھی اس کے چہرے میں حوروں جیسی معصومیت اور پریوں جیسی جاذبیت تھی۔ اس کا شباب اس قدر روشن تھا کہ جس طرف نکل جاتی تھی ماحول منور ہو جاتا تھا۔

وہ سرو قد تھی ایسا پیارا قامت تھا کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ ایسی خوش رفتار تھی کہ جب مصروف خرام ہوتی تو قدم قدم پر فتنے اٹھنے لگتے جسم کے تمام اعضار سڈول اور سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

اس حسن کی تعریفیں سن کر بہت سے نوجوان عرب اس کے خواستگار ہو گئے کئی نوجوانوں نے تو کعب کو پیغام بھی دے دیئے۔ شاعروں نے اس کی حسن کی تعریف کر کے اسے اور مشہور کر دیا۔ شہابؓ کے ایک دو نہیں پچاسوں رقیب پیدا ہو گئے۔

اس زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ عام طور پر شاعر حسینوں کے نام اپنے اشعار

میں بیان کرتے تھے۔ چونکہ عزنوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر اور زبان دانی پر بڑا ناز تھا اور شاعروں کو عروج تھا اس لیے یہ بات شاعروں کے ہاتھوں میں تھی کہ جس کی چاہتے مذمت کر کے ذلیل کر دیتے اور جس کی تعریف کرتے اس کی خوب تعریف کرتے۔ غزنہ کی تعریف اتنے شاعروں نے کی کہ بچہ بچہ کی زبان پر اس کی خوبصورتی کا افسانہ ہو گیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے بھی سنا انھیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ عورتوں اور لڑکیوں کے نام لے کر ان کے حسن کی تعریف کی جائے۔ انھوں نے ایک جمعہ کو نماز کے بعد پرزور وعظ کہا اور اثناء میں شاعروں اور عام لوگوں کو سخت تنبیہ کی کہ وہ اشعار میں عورتوں کے نام نہ لیا کریں کسی شاعر کی یہ مجال نہ ہوئی کہ پھر چون وچرا کرتا۔

جانتے تھے کہ اگر ذرا بھی بولے تو فاروقی درہ ان کی کھالیں اڑا دے گا سب نے عہد کر لیا کہ آئندہ حسینوں کے نام اشعار میں نہ لیا کریں گے چنانچہ اس روز کے بعد عورتوں کے نام اشعار میں بیان کرنا ترک کر دیا گیا۔

مگر غزنہ کی جو شہرت ہو چکی تھی وہ نہ صرف باقی ہی رہی بلکہ روز بروز زیادہ ہی ہوتی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کعب کے پاس اس کے عقد کے روز از زیادہ سے زیادہ پیام آنے لگے۔

شہابؓ کو برابر خبریں مل رہی تھیں۔ انھیں بڑا فکر و تردد واقع ہو رہا تھا۔ ڈرتے تھے کہ کہیں کعب کسی کا پیام منظور نہ کر لیں مگر وہ خود پیام دیتے اس لئے جھجکتے تھے کہ کہیں ان کا پیام بھی نامنظور نہ ہو جائے۔ غنیمت یہ تھی کہ کعب نے غزنہ کو اس کی شادی کا اختیار دے رکھا تھا اور اس بت طناز نے اب تک کوئی پیام منظور نہ کیا تھا۔

شہابؓ اکثر غزنہ کے پاس آتے رہتے تھے ایک روز جب وہ ائے غزنہ کچھ دیر پہلے غسل کر کے فارغ ہوئی تھی اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا گھنگریالے سیاہ بال خشک ہونے کے لیے پشت پر ڈال رکھے تھے۔ شہابؓ کے آتے ہی

اس نے ہلکے گلابی رنگ کا دوپٹہ اوڑھ لیا۔ اس وقت وہ اور بھی حسین معلوم ہونے لگی۔ شہاب نے قریب بیٹھ کر کہا۔

"شاعروں نے تمہاری تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہے۔"

غزنہ نے مے پاش ہو شربا نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تو شاعروں سے کہنا چاہیے۔"

شہاب "اگر اس وقت وہ تمہیں اس رنگ میں دیکھ لیں تو دیوانے ہو کر کپڑے پھاڑ دیں اور شاعری عاشری چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جائیں۔"

غزنہ نے مسکرا کر کہا۔

"شاعر تو دیوانے تو ہوتے ہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ شاعر نہیں ہیں۔"

شہاب "مجھے خوف ہے کہ کہیں میں بھی شاعر نہ بن جاؤں۔"

غزنہ "خدا نہ کرے جب انسان کے دماغ میں جنون پیدا ہونے لگتا ہے تو وہ شاعر بن جاتا ہے۔"

شہاب "خدا تمہارے حسن کو قائم رکھے نہ معلوم کتنے لوگ دیوانے اور مجنوں بن جائیں گے۔"

غزنہ شرما گئی شرم سے اس کے چہرے پر اودہ سرخی بکھر گئی۔ اس نے حیا بار نگاہوں سے شہاب کو دیکھا اور کچھ کہنا چاہا لیکن بڑھی ہوئی شرم نے کچھ کہنے نہ دیا۔

شہاب نے کچھ دفعہ کے بعد کہا۔

"ان شاعروں کو خدا سمجھے۔ تمہاری تعریفیں کر کر کے نوجوانوں کے دلوں میں تمہاری محبت کی آگ بھڑکا دی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص خواستگاری پر آمادہ ہو گیا۔ پیاموں کے ڈھیر لگ گئے۔"

غزنہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا "آپ ڈنڈا لے کر شاعروں کے پیچھے دوڑ پڑیں۔"

شہاب "کچھ نتیجہ نہیں اس سے تمہاری اور شہرت ہو جائے گی اور رقیبوں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ اس طوفان کے فرو ہونے کی ایک صورت ہے۔"

غزنہ۔ "وہ کیا"؟

شہاب۔ "تم میری ہو جاؤ۔ سارے فتنے دب جائیں گے"۔

غزنہ نے شرما کر کہا۔ "آپ بھی بھائی صاحب کو پیام دے دیں"۔

شہاب۔ "کیا فائدہ۔ جو اوروں کے پیام کا حشر ہوا وہی میرے پیام کا ہوگا"۔

غزنہ نے شرارت سے کہا۔ "تو خاموش بیٹھے رہیئے"۔

شہاب۔ "یہ بھی ناممکن ہے پانی سر سے گذر گیا ہے۔ اب خاموش بیٹھنا دشوار ہے"۔

غزنہ نے شوخی سے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ "پانی تو مجھے نظر نہیں آتا"۔

شہاب۔ "شوخی اور شرارت تو تمہاری جبلی طبیعت ہے۔ غزنہ! تم امید دلاؤ تو میں پیام دے دوں گا"۔

غزنہ نے نگاہیں نیچی کر کے کہا۔ "آپ پیام تو دے دیں"۔

شہابؓ پر امید ہو کر اٹھے اور چلے گئے۔ انہوں نے دوسرے ہی روز کعب کو پیام دے دیا۔ کعب نے غزنہ سے کہا۔

"غزنہ! شہابؓ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم اس طرح ان کے احسان سے سبکدوش ہو سکتے ہیں کہ انہیں اپنے خاندان میں شامل کر لیں"۔

غزنہ نے نگاہیں جھکا کر شرمیلے لہجہ میں کہا۔

"آپ کو اختیار ہے"۔

کعب نے اس کی رضامندی پا کر منظوری دے دی۔ چند ہی روز میں شہابؓ سے غزنہ کا عقد ہو گیا۔ شہابؓ کو بڑی خوشی ہوئی کہ دنیائے حسن کی بہترین گلعذار ان کی شریک حیات بن گئی۔
